پارہ

وَمَآ اُبَرِّئُ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾

اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتلاتا۔ نفس تو بری بات بتاتا ہے بجز اُس کے جس پر میرا رب رحم کرے بلاشبہ میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ

اور بادشاہ نے کہا کہ اُن کو میرے پاس لاؤ میں اُن کو خاص اپنے لئے رکھوں گا۔ پس جب بادشاہ نے ان سے باتیں کیں تو بادشاہ نے کہا کہ تم ہمارے نزدیک آج

اَمِیْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ

بڑے معزز اور معتبر ہو۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کردو میں حفاظت بھی رکھوں گا اور خوب واقف بھی ہوں۔ اور ہم نے ایسے طور پر

فِی الْاَرْضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ

یوسف علیہ السلام کو ملک میں بااختیار بنادیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں سہیں ہم جس پر چاہیں اپنی عنایت متوجہ کردیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں

الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع

کرتے اور آخرت کا اجر کہیں زیادہ بڑھ کر ہے ایمان اور تقویٰ والوں کیلئے۔

وَ اور	مَآ اُبَرِّئُ پاک، بے قصور نہیں کہتا	نَفْسِیْ اپنا نفس	اِنَّ بیشک	النَّفْسَ نفس	لَاَمَّارَةٌ سکھانے والا	بِالسُّوْٓءِ برائی	اِلَّا مگر	مَا رَحِمَ جس پر رحم کیا
رَبِّیْ میرا رب	اِنَّ بیشک	رَبِّیْ میرا رب	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَحِیْمٌ نہایت مہربان	وَقَالَ اور کہا	الْمَلِكُ بادشاہ	ائْتُوْنِیْ لے آؤ میرے پاس	
بِهٖٓ اس کو	اَسْتَخْلِصْهُ اس کو خاص کروں	لِنَفْسِیْ اپنی ذات کے لئے	فَلَمَّا پھر جب	كَلَّمَهٗ اس سے بات کی	قَالَ اس نے کہا	اِنَّكَ بیشک تم	الْیَوْمَ آج	
لَدَیْنَا ہمارے پاس	مَكِیْنٌ باوقار	اَمِیْنٌ امین	قَالَ اس نے کہا	اجْعَلْنِیْ مجھے کردے	عَلٰی پر	خَزَآئِنِ خزانے	الْاَرْضِ زمین ملک	اِنِّیْ بیشک میں
حَفِیْظٌ حفاظت کرنیوالا	عَلِیْمٌ علم والا	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	مَكَّنَّا ہم نے قدرت دی	لِیُوْسُفَ یوسف کو	فِی الْاَرْضِ زمین میں ملک پر	یَتَبَوَّاُ وہ رہتے		
مِنْهَا اس سمیں	حَیْثُ جہاں	یَشَآءُ چاہتے وہ	نُصِیْبُ ہم پہنچا دیتے ہیں	بِرَحْمَتِنَا اپنی رحمت سے	مَنْ نَّشَآءُ جس کو ہم چاہتے ہیں	وَ اور		
لَا نُضِیْعُ ہم ضائع نہیں کرتے	اَجْرَ بدلہ	الْمُحْسِنِیْنَ نیکی کرنے والے	وَ اور	لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ آخرت کا بدلہ البتہ	خَیْرٌ بہتر	لِلَّذِیْنَ انکے لئے جو		
اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَكَانُوْا اور تھے وہ	یَتَّقُوْنَ پرہیزگاری کرتے						

حضرت یوسف علیہ السلام کی بارگاہ الٰہی میں تواضع

گذشتہ آیات پر بارہویں پارہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ کا بیان ختم ہوا تھا۔ اب تیرہویں پارہ وَمَآ اُبَرِّئُ کی ابتدا سے بھی سورۂ یوسفؑ کا بیان جاری ہے۔ گذشتہ آیات سے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ وقت آپہنچا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت و پاکبازی اور صداقت وطہارت کا معاملہ تہمت لگانے والوں کی زبان ہی سے واضح اور ظاہر ہوگیا۔

چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی برأت اور طہارت نفس پر بہت زیادہ زور دیا تو ایک جلیل القدر نبی اور مقرب بارگاہ

کی وجہ سے یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری تھا کہ میری پاکبازی اور رحمت کا یہ معاملہ میرے اپنے نفس کی بدولت نہیں ہے کیونکہ نفس انسانی تو اکثر برائی پر ابھارتا ہے بلکہ یہ خدا کی رحمت وعنایت کا صدقہ ہے۔ گویا آپ نے اپنی عصمت اور طہارت نفس کی حقیقت کھول دی کہ میں کوئی شیخی نہیں مارتا۔ نہ پاک صاف رہنے میں اپنے نفس پر بھروسہ کرسکتا ہوں۔ محض خدا کی رحمت واعانت ہے جو کسی نفس کو برائی سے روکتی ہے۔ یہی رحمت خصوصی عصمت انبیاء علیہم السلام کی کفیل وضامن ہے ورنہ نفس انسانی کا کام عموماً برائی کی ترغیب دینا تھا۔ خدا تعالیٰ کی خصوصی توفیق اور دستگیری نہ ہوتی تو میرا نفس بھی دوسرے نفوس بشریہ کی طرح ہوتا۔ پس اگر میں معصوم رہا یا معصوم رہوں تو اس میں میرا کوئی ذاتی کمال نہیں۔ یہ تو تمام تر میرے مالک ومولیٰ کے فضل خاصہ کا نتیجہ ہے۔

سبحان اللہ! حضرات انبیاء کے مرتبہ تواضع کا کیا کہنا۔ اپنی خوبی کے حصہ کو اپنی جانب منسوب کرنے کی بجائے اسے تمام تر نتیجہ فضل خداوندی کا قرار دیا جارہا ہے۔

نفس انسانی کی اقسام

یہاں اس آیت میں نفس امارہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ قرآن پاک میں دوسری جگہ نفس مطمئنہ اور نفس لوامہ کا بھی ذکر ہوا ہے۔ اس بنا پر محققین نے لکھا ہے کہ آدمی کا نفس ایک ہے لیکن اس کی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہو گئے ہیں۔ اگر نفس اللہ کی عبادت اور فرمانبرداری کی طرف مائل ہو اور اس میں اس کو خوشی حاصل ہوتی ہو اور شریعت کی پیروی میں سکون اور چین محسوس کرتا ہو تو اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں جس کا ذکر سورۂ فجر (۳۰ویں پارہ) میں ہوا ہے اور اگر نفس دنیا کی لذات وخواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف رغب ومائل ہے اور شریعت کی پیروی سے بھاگتا ہے تو اس کو نفس امارہ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو برائی کا حکم کرتا ہے، جس کا ذکر یہاں آیت میں ہوا اور ان دونوں حالتوں کے مابین ایک حالت ہے جب کہ خیر وشر طاعت وگناہ نیکی وبدی میں کشمکش جاری رہتی ہے۔ برے فعل پر اپنے کو ملامت کرتا ہے اور گناہ سے روکتا ہے تو اس کو نفس لوامہ کہتے ہیں جس کا ذکر سورۂ قیامہ (۲۹ویں پارہ) میں آیا ہے۔

بادشاہ سے ملاقات

الغرض بادشاہ مصر پر جب یہ حقیقت منکشف ہوگئی اور اس کو اپنے خواب کی بہترین اور دل لگتی تعبیر معلوم ہوگئی تو اس کے قلب میں حضرت یوسفؑ کی عظمت وقدر کا سکہ بیٹھ گیا۔ اب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات کا متمنی ہوا اور بادشاہ نے کہا کہ ان کو جلد میرے پاس لاؤ تاکہ میں انہیں اپنا مشیر خاص مقرر کروں۔

حضرت یوسف علیہ السلام بایں عصمت وپاکبازی اور بایں عقل ودانش عزت واحترام کے ساتھ قید خانہ سے نکل کر بادشاہ کے دربار میں تشریف لائے۔ جب آپ سے بات چیت ہوئی تو بادشاہ حیران رہ گیا کہ اب تک جس کی راستبازی امانت داری اور وفاء عہد کا کچھ تجربہ ہوا تھا وہ عقل ودانش اور علم وحکمت میں بھی آپ اپنی نظیر ہے اور مسرت سے کہنے لگا کہ آج سے آپ ہمارے پاس نہایت معزز اور معتبر ہو کر رہیں گے۔

خزانہ شاہی کی نگرانی پر مقرر ہونا

پھر بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میرے خواب میں جس قحط سالی کا ذکر ہے اس کے متعلق مجھ کو کیا کیا تدبیر اختیار کرنی چاہئیں اور ایسے زبردست کام کا ذمہ دار کون ہوگا؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ اپنی مملکت کے خزانوں پر مجھے مختار کیجئے۔ (یعنی ہماری اصطلاح میں وزیر خزانہ بنا دیجئے) میں دولت کی حفاظت بھی پوری کروں گا اور اس کی آمد وخرچ کے ذرائع اور حساب کتاب سے خوب واقف ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خود کہہ کر مالیات وخزانہ کا

کام اپنے سپردگی میں لیا تا کہ اس کے ذریعہ سے عامۂ خلائق کو پورا نفع پہنچا سکیں۔ خصوصاً آنے والے خوفناک قحط میں نہایت خوش انتظامی سے مخلوق کی خبر گیری اور حکومت کی مالی حالت کو مضبوط رکھ سکیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا کی عقل بھی کامل رکھتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمدردی خلائق کے لئے مالیات کے قصوں میں پڑنا شان نبوت یا بزرگی کے خلاف نہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی تمام مملکت کا امین و کفیل بنا دیا اور شاہی خزانوں کی کنجیاں آپ کے حوالہ کر کے مختار عام کر دیا گویا بادشاہ مصر برائے نام بادشاہ تھا اور حقیقت میں یوسف علیہ السلام بادشاہی کر رہے تھے۔ اور ''عزیز مصر'' کہہ کر پکارے جاتے تھے۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔ بعض علماء و مفسرین نے لکھا ہے کہ بادشاہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اور ملک مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی ذات سے عدل قائم ہوا۔ اور رعایا میں سے بھی بہت سے لوگ آپ پر ایمان لے آئے۔ اللہ اللہ! خدائے تعالیٰ کی قدرت اور عطا و کرم کی یہ کیسی عجیب داستان ہے کہ یوسف علیہ السلام کو غلامی اور قید خانہ کی زندگی سے نکال کر مملکت مصر اور قوم مصر کا مالک و مختار بنا دیا اور اس مرتبہ پر پہنچا دیا کہ اسباب دنیا کے ماتحت جس کا تصور بھی ممکن نہ تھا قادر مطلق کی کارفرمائی کا یہ معجزانہ مظاہرہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت سے نوازتے ہیں اور جو بھی بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے خدا اس کو دنیا میں بھی میٹھا پھل دیتا ہے۔ خواہ ثروت و حکومت۔ عیش و آرام' حیات طیبہ' غنائے قلبی وغیرہ جیسا حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ سب چیزیں عنایت فرمائیں۔ رہا آخرت کا اجر سو وہ ایک ایماندار اور پرہیزگار کے لئے دنیا کے اجر سے کہیں بہتر ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں مصری عوام کی خوشحالی

حضرت یوسف علیہ السلام نے امور سلطنت کو ایسا سنبھالا کہ کسی کی کوئی شکایت باقی نہ رہی۔ سارا ملک آپ کا گرویدہ ہو گیا اور پورے ملک میں امن و خوشحالی عام ہو گئی۔ امام تفسیر مجاہدؒ نے لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے پیش نظر چونکہ اس سارے جاہ و جلال سے صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کا رواج اور اس کے دین کی اقامت تھی اس لئے وہ کسی وقت بھی اس سے غافل نہیں ہوئے کہ شاہ مصر کو اسلام و ایمان کی دعوت دیں۔ یہاں تک کہ مسلسل دعوت و کوشش کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ بادشاہ مصر بھی ایمان لے آیا۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے زمانۂ حکومت میں عوام کی راحت رسانی کے وہ کام کیے جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ جب بادشاہ مصر کے خواب کی تعبیر کے مطابق سات سال خوشحالی کے گزر گئے اور قحط شروع ہوا تو یوسف علیہ السلام نے پیٹ بھر کر کھانا چھوڑ دیا۔ لوگوں نے کہا ملک مصر کے سارے خزانے آپ کے قبضہ میں ہیں اور آپ بھوکے رہتے ہیں تو فرمایا کہ یہ میں اس لئے کرتا ہوں تا کہ عام لوگوں کی بھوک کا احساس میرے دل سے غائب نہ ہو اور شاہی باورچیوں کو بھی حکم دے دیا کہ دن میں صرف ایک مرتبہ دوپہر کا کھانا پکا کرے۔ تا کہ شاہی محل کے سب افراد بھی عوام کی بھوک میں کچھ حصہ لے سکیں۔

اللہ اکبر یہ ہیں پیغمبرانہ سیرت کے واقعات و حالات۔

دعا کیجئے: یا اللہ! میدان حشر میں ہم کو مومنین صادقین بندوں کے ساتھ کھڑا ہونا نصیب فرمایئے اور ہمارے عیوب کی ستاری فرمایئے۔
یا اللہ! ہم کو اس دنیا میں حق اور صراط مستقیم پر چلنا نصیب فرمایئے اور دوسروں کو بھی چلانا نصیب فرمایئے اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ

اور یُوسف کے بھائی آئے پھر یوسفؑ کے پاس پہنچے سو یوسفؑ نے اُن کو پہچان لیا۔ اور انہوں نے یوسفؑ کو نہیں پہچانا۔ اور جب یوسفؑ نے اُن کا سامان

بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا

تیار کر دیا تو فرمادیا کہ اپنے علاتی بھائی کو بھی ساتھ لانا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پُورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ

خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ

مہمان نوازی کرتا ہوں۔ اور اگر تم اس کو میرے پاس نہ لائے تو نہ میرے پاس تمہارے نام کا غلہ ہوگا اور نہ تم میرے پاس آنا۔ وہ بولے

عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

ہم اس کے باپ سے اُس کو مانگیں گے اور ہم اس کام کو ضرور کریں گے۔

وَجَآءَ اور آئے اِخْوَةُ بھائی يُوْسُفَ یوسف فَدَخَلُوْا پس وہ داخل ہوئے عَلَيْهِ اس کے پاس فَعَرَفَهُمْ تو اس نے انہیں پہچان لیا وَهُمْ اور وہ لَهٗ اس کو مُنْكِرُوْنَ وہ نہ پہچانے وَلَمَّا اور جب جَهَّزَهُمْ انہیں تیار کر دیا بِجَهَازِهِمْ ان کا سامان قَالَ کہا اس نے ائْتُوْنِيْ لاؤ میرے پاس بِاَخٍ بھائی لَّكُمْ تمہارا اپنا مِّنْ اَبِيْكُمْ تمہارے باپ سے اَلَا تَرَوْنَ کیا تم نہیں دیکھتے اَنِّيْٓ کہ میں اُوْفِي پورا کرتا ہوں الْكَيْلَ پیمانہ وَاَنَا اور میں خَيْرُ بہترین الْمُنْزِلِيْنَ اتارنے والا مہمان نواز فَاِنْ پھر اگر لَّمْ تَاْتُوْنِيْ میرے پاس نہ لائے بِهٖ اس کو فَلَا كَيْلَ تو کوئی ناپ نہیں لَكُمْ تمہارے لئے عِنْدِيْ میرے پاس وَلَا تَقْرَبُوْنِ اور نہ آنا میرے پاس قَالُوْا وہ بولے سَنُرَاوِدُ ہم خواہش کریں گے عَنْهُ اس کے متعلق اَبَاهُ اس کا باپ وَاِنَّا اور ہم لَفٰعِلُوْنَ ضرور کرنے والے ہیں۔ کرتا ہے

بھائیوں کا غلہ کے لئے مصر آنا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سلطنت مصر کا مختارِ کل بنا دیا۔

اب حضرت یوسف علیہ السلام نے ملک کے انتظام کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور خواب سے متعلق وہ تمام تدابیر شروع کر دیں جو چودہ سال کے اندر مفید کار ہو سکیں اور رعایا قحط سالی کے ایام میں بھی بھوک اور پریشان حالی سے محفوظ رہ سکے۔ افراط کے سات سالوں میں کثرت سے زراعت کرائی اور آنے والی قحط سالی کے زمانہ کے لئے مصر میں بے شمار غلہ کا ذخیرہ کیا گیا۔ چونکہ یہ تفصیل خواب اور اس کی تعبیر کے ضمن میں خود بخود ذہن میں آ جاتی ہے اس لئے قرآن کریم نے ان غیر ضروری واقعات کو بیان نہیں کیا۔

غرض جب عام خشک سالی کا زمانہ شروع ہوا تو کنعان میں بھی خاندان یعقوب علیہ السلام یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کا آبائی وطن اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ شدہ شدہ یہ خبر حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی سنی کہ مصر میں باوجود قحط کے غلہ کی کمی نہیں ہے اور وہاں کا رحمدل حاکم ملکیوں اور غیر ملکیوں دونوں کو غلہ نہایت مناسب قیمت پر فروخت کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دسوں سوتیلے بھائیوں کو غلہ لانے کے لئے مصر بھیجا۔ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس روک لیا چونکہ حضرت یوسفؑ کے جدا ہو جانے کے بعد آپ ان کو بہت عزیز رکھنے لگے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاں بھائیوں کی پیشی

اور غالباً یوسف علیہ السلام نے غلہ کی اس طرح ضابطہ بندی

کی ہوگی کہ بیرونی ممالک میں خاص اجازت ناموں کے بغیر اور خاص مقدار سے زیادہ غلہ نہ جاسکتا ہوگا۔اس لئے جب برادران یوسف نے غیر ملک سے آ کر غلہ حاصل کرنا چاہا ہوگا تو انہیں اس کے لئے خاص اجازت نامہ حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئی ہوگی اور اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ان کی پیشی کی نوبت آئی ہوگی۔ جب دربار یوسفی میں وہ پیش ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور کیوں نہ پہچانتے۔ رنگ' ڈھنگ' بول چال' لب ولہجہ' نقشہ وصورت اور ساری ادائیں یوسف علیہ السلام کی جانی پہچانی تھیں۔ البتہ وہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔اور کس طرح پہچانتے؟ کل جو کم سن بچہ تھا آج وہ تقریباً چالیس سالہ شاہی لباس پہنے تخت شاہی پر متمکن ہے۔ ان کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ یوسف جس کو کنوئیں میں پھینک گئے تھے وہ مصر کا مختار مطلق ہوگا۔ نہ بادشاہی دربار میں عام آدمیوں کی یہ جرأت ہوسکتی ہے کہ بادشاہ کا نام و نسب وغیرہ دریافت کریں۔ مگر یہ واقعہ تھا۔ حقیقت تھی اور اپنے برگزیدہ بندہ کے ساتھ رب العالمین کا وہ معاملہ تھا جو صفحۂ دنیا پر ثبت ہوکر رہا۔ غرض حضرت یوسف علیہ السلام نے اجنبی بن کر والد حقیقی بھائی اور گھر کے حالات کو خوب کرید کرید کر پوچھا اور آہستہ آہستہ سب کچھ معلوم کرلیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی خوب مدارات اور مہمانداری کی۔ اور لطف و عنایت کے ساتھ پیش آئے۔ ایک ایک اونٹ فی کس غلہ دیا۔

اگلی دفعہ حضرت بنیامین کو ساتھ لانے کا وعدہ

یہ خاص مہربانی اور اخلاق دیکھ کر لکھا ہے کہ انہوں نے درخواست کی کہ ہمارے ایک بھائی بنیامین کو بوڑھے غمزدہ باپ نے تسکین خاطر کے لئے اپنے پاس روک لیا ہے کیونکہ اس کا دوسرا سگا بھائی یوسف جو باپ کو بے حد محبوب تھا مدت ہوئی کہیں جنگل میں ہلاک ہو چکا ہے۔ اگر ہمارے گیارہویں بھائی بنیامین کے حصہ کا غلہ بھی ہم کو مرحمت فرمائیں تو بڑی نوازش ہو گی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اس طرح غائب کا حصہ دینا خلاف قاعدہ ہے۔ قحط اس قدر سخت ہے کہ تم کو دوبارہ یہاں آنا پڑے گا اس لئے تم پھر دوبارہ آؤ تو اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو ساتھ لاؤ۔ تب اس کا حصہ پاسکو گے۔ میرے اخلاق اور مہمان نوازی کا تم خود مشاہدہ کرچکے ہو۔ کیا اس کے بعد تمہیں اپنے چھوٹے بھائی کو لانے میں کچھ تردد ہوسکتا ہے۔ اگر تم اس کو ساتھ نہ لائے تو سمجھا جائے گا کہ تم جھوٹ بول کر اور دھوکا دے کر خلاف قاعدہ ایک اونٹ غلہ زیادہ لینا چاہتے تھے۔ اس کی سزا یہ ہوگی کہ آئندہ خود تمہارا حصہ بھی سوخت ہوجائے گا بلکہ میرے پاس یا میرے قلمرو میں آنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔ اس پر برادران یوسف نے کہا کہ گو باپ سے اس کا جدا کرنا سخت مشکل ہے تاہم ہماری یہ کوشش ہوگی کہ ہم باپ کو کسی تدبیر سے راضی کر لیں۔ امید ہے کہ وہ بنیامین کو یہاں بھیجنے میں راضی ہوجائیں گے۔

الغرض یوسف علیہ السلام کے حکم سے دسوں بھائیوں کو غلہ دے دیا گیا اور قیمت وصول کرلی گئی اور یوسف علیہ السلام یہی چاہتے تھے کہ آئندہ بھی یہ بھائی غلہ لینے آئیں اور چھوٹے حقیقی بھائی کو بھی ساتھ لے کر آئیں تاکہ ان سے ملاقات ہوجائے۔ اس کے لئے جہاں بھائیوں کو تاکید کی کہ اگر آئندہ اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ نہ لائے تو پھر تم میں سے کسی کو بھی غلہ نہ ملے گا۔ ایک دوسرا خفیہ انتظام بھی کیا کہ دوبارہ پھر غلہ لینے سب بھائی آئیں جس کو اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یااللہ! آپ نے جو اپنے مومن بندوں کی صفات بتلائی ہیں وہ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اس زندگی میں عطا فرما اور ہم کو اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما کہ جو ہم کو آپکی اطاعت وفرمانبرداری میں لگائے رکھے اور ہر طرح کی نافرمانی سے بچائے رکھے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى

اور یوسف علیہ السلام نے اپنے نوکروں سے کہہ دیا کہ ان کی جمع پونجی ان ہی کے اسباب میں رکھ دو تاکہ جب اپنے گھر جاویں

اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ

تو اس کو پہچانیں شاید پھر دوبارہ آویں۔ غرض جب لوٹ کر اپنے باپ کے پاس پہنچے۔ کہنے لگے اے ابا ہمارے لئے غلہ کی بندش کردی گئی۔ سو آپ ہمارے بھائی (بنیامین) کو

مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ

ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم پھر غلہ لاسکیں اور ہم ان کی پوری حفاظت رکھیں گے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بس میں اس کے بارہ میں بھی تمہارا ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں

عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ

جیسا اس سے پہلے اسکے بھائی یوسف کے بارہ میں تمہارا اعتبار کرچکا ہوں سو اللہ سب سے بڑھ کر نگہبان ہے۔ اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا

وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ

تو اُن کو اُن کی جمع پونجی بھی ملی کہ اُن ہی کو واپس کردی گئی۔ کہنے لگے کہ اے ابا اور ہم کو کیا چاہیے یہ ہماری جمع پونجی بھی تو ہم کو لوٹا دی گئی ہے۔ اور اپنے گھر والوں کے واسطے اور رسد لاوینگے

وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ

اور اپنے بھائی کی خوب حفاظت رکھیں گے اور ایک اُونٹ کا بوجھ غلہ اور زیادہ لاویں گے یہ تھوڑا سا غلہ ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس وقت تک ہرگز اس کو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا

مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ

جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا قول نہ دو گے کہ تم اس کو ضرور لے ہی آؤ گے ہاں اگر گھر ہی جاؤ تو مجبوری ہے سو جب وہ قسم کھا کر اپنے باپ کو قول دے چکے

مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾

تو انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جو کچھ بات چیت کر رہے ہیں۔ یہ سب اللہ ہی کے حوالے ہے۔

وَ اور	قَالَ اس نے کہا	لِفِتْيٰنِهِ اپنے خدمت گاروں کو	اجْعَلُوْا اور تم رکھ دو	بِضَاعَتَهُمْ ان کی پونجی	فِيْ رِحَالِهِمْ انکے بوروں میں	لَعَلَّهُمْ شاید وہ		
يَعْرِفُوْنَهَا اس کو معلوم کرلیں	اِذَا انْقَلَبُوْا جب وہ لوٹیں	اِلٰى طرف	اَهْلِهِمْ اپنے لوگ	لَعَلَّهُمْ شاید وہ	يَرْجِعُوْنَ پھر آجائیں	فَلَمَّا پس جب	رَجَعُوْا وہ لوٹے	
اِلٰى طرف	اَبِيْهِمْ اپنا باپ	قَالُوْا وہ بولے	يٰٓاَبَانَا اے ہمارے ابا	مُنِعَ روک دیا گیا	مِنَّا ہم سے	الْكَيْلُ ناپ	فَاَرْسِلْ پس بھیج دیں	مَعَنَا ہمارے ساتھ
اَخَانَا ہمارا بھائی	نَكْتَلْ ناپ غلہ	لائیں	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَهٗ اسکے	لَحٰفِظُوْنَ نگہبان ہیں	قَالَ اس نے کہا	هَلْ اٰمَنُكُمْ کیا میں تمہارا اعتبار کروں	
عَلَيْهِ اس کے متعلق	اِلَّا مگر	كَمَا جیسے	اَمِنْتُكُمْ میں نے تمہارا اعتبار کیا	عَلٰٓى اَخِيْهِ اس کے بھائی کے متعلق	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	فَاللّٰهُ سو اللہ		
خَيْرٌ بہتر	حٰفِظًا نگہبان	وَهُوَ اور وہ	اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ تمام مہربانوں سے بڑا مہربانی کرنیوالا ہے	وَلَمَّا اور جب	فَتَحُوْا انہوں نے کھولا	مَتَاعَهُمْ اپنا سامان		
وَجَدُوْا انہوں نے پائی	بِضَاعَتَهُمْ اپنی پونجی	رُدَّتْ واپس کردی گئی	اِلَيْهِمْ ان کی طرف انہیں	قَالُوْا بولے	يٰٓاَبَانَا اے ہمارے ابا	مَا نَبْغِيْ کیا چاہتے ہیں ہم		

هٰذِهٖ یہ	بِضَاعَتُنَا ہماری پونجی	رُدَّتْ لوٹادی گئی	اِلَیْنَا ہماری طرف	وَنَمِیْرُ اور ہم غلہ لائینگے	اَهْلَنَا اپنے گھر	وَ اور	نَحْفَظُ ہم حفاظت کرینگے	اَخَانَا اپنا بھائی
وَنَزْدَادُ اور زیادہ لینگے	کَیْلَ بوجھ	بَعِیْرٍ ایک اونٹ	ذٰلِكَ یہ	کَیْلٌ بوجھ غلہ	یَّسِیْرٌ آسان تھوڑا	قَالَ اس نے کہا	لَنْ اُرْسِلَهٗ ہرگز نہ بھیجوں گا اسے	
مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	حَتّٰی یہاں تک	تُؤْتُوْنِ تم دو مجھے	مَوْثِقًا پختہ عہد	مِنَ سے۔کا	اللّٰهِ اللہ	لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖ تم لے آوٴ گے ضرور میرے پاس اس کو		
اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	یُّحَاطَ گھیر لیا جائے	بِکُمْ تمہیں	فَلَمَّا پھر جب	اٰتَوْهُ انہوں نے اسے دیا	مَوْثِقَهُمْ اپنا پختہ عہد	قَالَ کہا اسنے	اللّٰهُ اللہ
عَلٰی پر	مَا نَقُوْلُ جو ہم کہتے ہیں	وَکِیْلٌ نگہبان۔ضامن						

حضرت یوسف علیہ السلام کے احسانات کے ساتھ بھائیوں کی واپسی

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ جب برادران یوسفؑ غلہ کے لئے مصر پہنچے تو حضرت یوسفؑ نے تو ان کو پہچان لیا مگر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔ اس پہلی ملاقات میں بعض مصلحت کی بناء پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظاہر نہیں فرمایا۔ باقی آپ چاہتے یہی تھے کہ یہ دوبارہ مصر آئیں تو چھوٹے حقیقی بھائی بنیامین کو ضرور ہمراہ لائیں۔ چنانچہ اس کے لئے کئی طرح سے تدبیر فرمائی۔ اول وعدہ لیا کہ اگر آئندہ چھوٹے بھائی کو ساتھ لاؤ گے تو اس کا بھی حصہ ملے گا۔ دوسرے وعید سنادی کہ اگر نہ لاؤ گے تو اپنا حصہ بھی نہ پاؤ گے بلکہ تمہیں یہاں آنے کی اجازت بھی نہ ہوگی۔ تیسرے تدبیر یہ فرمائی کہ جو ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے۔ یعنی جو پونجی دے کر انہوں نے غلہ خریدا تھا آپ نے نوکروں کو حکم دیا کہ وہ بھی خفیہ طور پر ان کے اسباب میں رکھ دی جائے تا کہ گھر پہنچ کر جب اسباب کھولیں اور دیکھیں کہ غلہ کے ساتھ قیمت بھی واپس دے دی گئی تو دوبارہ ادھر آنے کی ترغیب مزید ہو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ قیمت کے اس طرح واپس کرنے میں کئی حکمتیں تھیں:۔

اولاً یہ کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد اور بھائیوں سے قیمت لینا مروت کے خلاف سمجھا۔

دوسرے یہ کہ یوسف علیہ السلام نے خیال کیا کہ ممکن ہے کہ ان کے پاس اور قیمت نہ ہو اور پھر غلہ لینے نہ آئیں۔ اس لئے ان کی قیمت واپس کردی تا کہ قیمت پا کر پھر غلہ لینے آئیں۔

تیسرے یہ کہ یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ اس طرح احسان کرنا چاہا کہ ان کو ندامت اور عار نہ ہو۔

چوتھے یہ کہ یوسف علیہ السلام نے خیال کیا کہ جب یہ قیمت واپس پائیں گے تو ان کی امانت و دیانت و مروت اس بات پر آمادہ کرے گی کہ وہ ضرور واپس آئیں اور اس پونجی کی واپسی کا سبب دریافت کریں اور کوشش کریں کہ یہ قیمت واپس لے لی جائے۔

پانچویں یہ چاہا کہ یہ اپنے والد کے سامنے ظاہر کریں کہ مصر کے بادشاہ نے ہمارے ساتھ یہ اکرام کیا ہے اور مزید اکرام سے دوبارہ مع گیارہویں بھائی کے طلب کیا ہے تو یہ سن کر باپ کو بھائی کا بھیجنا گراں نہ گزرے اور جب قیمت پاس ہوگی تو دوبارہ آنے میں سہولت ہوگی۔

غرض کہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ساتھ سلوک اور احسان میں ایسا ہی مبالغہ کیا جیسا کہ بھائیوں نے برائی میں مبالغہ کیا تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو کارگزاری سنانا اور بنیامین کو ساتھ لے جانے کی درخواست

دسوں بھائی مصر سے غلہ لے کر واپس جب کنعان پہنچے تو اپنی تمام سرگذشت اپنے والد یعقوب علیہ السلام کو سنائی کہ بادشاہ مصر بہت نیک سیرت اور عادل ہے اس نے ہمارا اکرام کیا اور ہماری مہمانداری کی۔ یعقوب علیہ السلام خوش ہوئے اور بادشاہ

کو دعائیں دیں اور کہنے لگے کہ ہمیں اپنے گیارہویں بھائی کا حصہ تو ملا نہیں بلکہ آئندہ کے لئے ہمیں یہ شاہی فرمان ہوا ہے کہ ہم لوگ اگر اسے نہ لے گئے تو یہ سمجھا جائے گا کہ ہم لوگ جھوٹ بول کر دغا سے گیارہواں حصہ وصول کرنا چاہتے تھے اور غلہ کا حصہ ہم میں سے کسی ایک کو بھی نہ ملے گا۔ تو اب اس کا علاج یہ ہے کہ ہم درخواست کرتے ہیں کہ اس مرتبہ بنیامین کو بھی ہمارے ہمراہ کر دیجئے۔ ہم اس کے ہر طرح سے نگہبان اور محافظ رہیں گے اور کوئی برائی اور تکلیف اس کو پہنچنے نہ دیں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کیا اس بارہ میں بھی میں تمہارا ویسا ہی اعتبار کروں جیسا کہ اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف کے بارہ میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں۔ یعنی بنیامین کے بارے میں تمہارا اعتبار کس طرح کروں۔ یہی بات جو تم اب کہتے ہو وہی بات تم نے اس کے بھائی یوسف کے بارے میں کہی تھی۔ لیکن تم کہتے ہو کہ غلہ بن یامین کو ساتھ کئے ہوئے بغیر ملے گا نہیں۔ تو خیر اگر بن یامین کو لے ہی جاتا ہے تو اسے اللہ کے سپرد کیا۔ خدا ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی رحم کرنے والا نہیں۔ مطلب یہ کہ میرا بھروسہ خدا تعالیٰ پر ہے۔ تم پر اور تمہاری حفاظت پر کوئی بھروسہ نہیں۔ مجھے اسی کی رحمت سے امید ہے کہ وہ ارحم الراحمین اب مجھ پر دو بیٹوں کی مصیبتوں کو جمع نہ کرے گا۔ اس گفتگو سے فارغ ہونے کے بعد جب انہوں نے اپنا سامان کھولا جو مصر سے لائے تھے تو دیکھا کہ ساری پونجی جس کے عوض غلہ لیا تھا سب سامان میں موجود ہے۔ یہ دیکھ کر خوشی خوشی پھر اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس گئے اور کہنے لگے اے ابا جان اب اس سے زیادہ اور کیا ہم کو چاہئے دیکھئے غلہ بھی ملا اور ہماری پونجی جوں کی توں لوٹا دی گئی۔ ہم سے قیمت بھی نہ لی۔ ہماری قیمت بھی واپس کر دی اور اس طرح کہ ہمیں خبر بھی نہ ہوئی۔ پس بادشاہ کی اس شفقت وعنایت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ آپ ہم کو دوبارہ بادشاہ مصر کے پاس جانے کی اجازت دیں اور اس بات کی اجازت دیں کہ اپنے بھائی بن یامین کو اپنے ساتھ لے جائیں جیسا کہ بادشاہ کی شرط ہے۔ اور اس کے حصہ کا ایک اونٹ غلہ زیادہ مل جائے گا کیونکہ یہ غلہ جو ہم لائے ہیں بہت تھوڑا ہے اس سے ہماری ضرورت پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ اور بغیر بھائی کے دوبارہ غلہ ملنا ممکن نہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا خیر مجھے ایسی حالت میں بن یامین کو بھیجنے سے انکار تو نہیں مگر میں اس وقت تک اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک تم مجھے خدا کی قسم کھا کر یہ عہد و پیمان نہ دو کہ تم اس کو ضرور میرے پاس واپس لاؤ گے۔ ہاں اگر تم کہیں گھر ہی جاؤ اور اس کی حفاظت سے مجبور ہو جاؤ تو اس وقت معذور ہو۔ چنانچہ سب نے اس پر قسم کھائی۔ پھر جب انہوں نے یعقوب علیہ السلام کو اپنا پختہ عہد اور پیمان دے دیا تو یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے۔

غرض کچھ دنوں کے بعد دوبارہ مصر کے سفر کو مع بنیامین کے سب تیار ہو گئے۔ اور اب جب دوبارہ مصر جانے کے لئے تیار ہو گئے تو چلتے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو بعض تدبیر اور احتیاط کی نصیحت کی اور جب وہ سب دوبارہ مصر یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا یہ اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! آپ نے جو اپنے مومن بندوں کی صفات بتلائی ہیں وہ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اس زندگی میں عطا فرما اور ہم کو اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما کہ جو ہم کو آپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگائے رکھے اور ہر طرح کی نافرمانی سے بچائے رکھے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ

اور یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے بیٹو سب کے سب ایک ہی دروازے سے مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جانا اور خدا کے حکم کو میں

عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾

تم پر سے نہیں ٹال سکتا۔حکم تو بس اللہ ہی کا ہے میں اُسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً

اور جب (مصر پہنچ کر) جس طرح اُن کے باپ نے کہا تھا (اسی طرح شہر کے) اندر داخل ہوئے (تو باپ کا ارمان پورا ہو گیا) ان کے باپ کو ان سے خدا کا حکم ٹالنا

فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾

مقصود نہ تھا لیکن یعقوب (علیہ السلام) کے جی میں ایک ارمان تھا جس کو اُنہوں نے ظاہر کر دیا اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے بایں وجہ کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا۔لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔

وَقَالَ اور اس نے کہا	يٰبَنِيَّ اے میرے بیٹو	لَا تَدْخُلُوْا تم نہ داخل ہونا	مِنْ سے	بَابٍ وَّاحِدٍ ایک دروازہ	وَّادْخُلُوْا اور داخل ہونا	مِنْ سے	
اَبْوَابٍ دروازے	مُتَفَرِّقَةٍ جدا جدا	وَمَآ اُغْنِيْ اور میں نہیں بچا سکتا	عَنْكُمْ تم سے۔کو	مِّنَ سے۔کی	اللّٰهِ اللہ	مِنْ شَيْءٍ کسی چیز۔بات سے	
اِنِ نہیں	الْحُكْمُ حکم	اِلَّا سوا	لِلّٰهِ اللہ کا	عَلَيْهِ اس پر	تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	وَعَلَيْهِ اور اس پر	فَلْيَتَوَكَّلِ پس چاہیے بھروسہ کریں
الْمُتَوَكِّلُوْنَ بھروسہ کرنے والے	وَلَمَّا اور جب	دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے	مِنْ حَيْثُ جہاں سے	اَمَرَهُمْ انہیں حکم دیا	اَبُوْهُمْ ان کا باپ		
مَا كَانَ نہیں تھا	يُغْنِيْ وہ بچا سکتا	عَنْهُمْ ان سے۔انہیں	مِّنَ سے۔کی	اللّٰهِ اللہ	مِنْ سے	شَيْءٍ کسی چیز۔بات	اِلَّا مگر
حَاجَةً ایک خواہش	فِيْ میں	نَفْسِ دل	يَعْقُوْبَ یعقوب	قَضٰىهَا وہ اسے پوری کر لی	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ	لَذُوْ عِلْمٍ صاحب علم	
	لِمَا اس کا جو	عَلَّمْنٰهُ ہم نے اسے سکھایا	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ اکثر	النَّاسِ لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	

بنیامین کو ساتھ لے جانے پر حضرت یعقوب علیہ السلام کی رضامندی

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ برادران یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام سے برابر اصرار کر رہے تھے کہ ان کے سب سے چھوٹے سوتیلے بھائی بنیامین کو اپنے ہمراہ دوبارہ مصر لے جانے اور غلہ لانے کے لئے راضی ہو جائیں۔حضرت یعقوب علیہ السلام پہلے اس بات کے لئے راضی نہ تھے مگر جب آئندہ کو مصر سے غلہ حاصل کرنا اسی پر موقوف تھا کہ بنیامین کو ہمراہ لے جائیں اور غلہ لانا بھی ضروری تھا تو یعقوب علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ جب تک تم حلفیہ اقرار نہ کرو کہ اپنے اس بھائی کو اپنے ہمراہ مجھ تک واپس پہنچاؤ گے میں اسے تمہارے ساتھ بھیجنے کا نہیں۔ہاں یہ اور بات ہے کہ خدانخواستہ تم سب ہی گھر جاؤ اور چھوٹ نہ سکو۔دسوں بیٹوں نے قسمیں کھا کر پختہ وعدہ کیا اور عہد و پیمان کیا کہ بنیامین کا آپ کے پاس واپس پہنچا دینا ہمارے ذمہ ہے۔اب حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری اس گفتگو کا خدا وکیل ہے اور میں یہ معاملہ اللہ عزوجل کے سپرد کرتا ہوں۔قحط کی وجہ سے غلہ کی ضرورت تھی۔بغیر بھیجے چارہ نہ تھا اس لئے بنیامین کو ان کے ساتھ کر دیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹوں کو ہدایت

عہد و پیمان کے بعد برادران یوسف کا قافلہ دوبارہ کنعان سے مصر کو روانہ ہوا اور اس مرتبہ بنیامین بھی ساتھ ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے رخصت کرتے وقت نصیحت فرمائی کہ دیکھو سب ایک ہی دروازے سے مصر میں داخل نہ ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے ایک ایک دو دو کر کے داخل ہونا اور یہ بھی فرمایا کہ اس نصیحت کا مقصد یہ نہیں ہے کہ تم اپنی تدابیر پر مغرور ہو بیٹھو کیونکہ میں تمہیں کسی ایسی بات سے ہرگز نہیں بچا سکتا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہونے والی ہو۔ فرمانروائی تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں کیا تمام بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے اس لئے میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف احتیاطی تدابیر کے طور پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا پر بھروسہ اور یقین کے ساتھ اسباب ظاہری کو احتیاطی تدبیر کے لئے استعمال کرنا خدا پرستی کے خلاف نہیں ہے بلکہ پیغمبروں کی سنت و طریقہ ہی یہ ہے۔

اکٹھے شہر میں داخل نہ ہونے کی حکمت

علمائے تفسیر نے حضرت یعقوبؑ کی اس نصیحت کی وجہ کہ سب گیاروں بھائی اکٹھا مل کر شہر میں داخل نہ ہونا مختلف لکھی ہیں۔ ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ عزیز مصر یعنی یوسف علیہ السلام نے چونکہ پہلی مرتبہ ان کا کافی اعزاز کیا تھا اور یہ قافلہ خاص شان کے ساتھ یوسف علیہ السلام کی دعوت پر مصر میں داخل ہو رہا ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ مصری ان سے حسد کرنے لگیں اور یہ ان کی تکلیف کا باعث بن جائے۔ اس لئے کہا گیا کہ جدا جدا دروازوں سے ایک مسافر کی طرح داخل ہونا۔

بعض مفسرین نے ایک دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹوں پر نظر لگ جانے کا کھٹکا تھا۔ کیونکہ وہ سب اچھے خوبصورت، تنومند، طاقت ور، مضبوط نوجوان تھے۔ اس لئے ہدایت کی کہ اکٹھے ہو کر ایک دروازہ سے شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ ایک ایک دو دو ہو کر جانا۔ نظر بد کا لگ جانا احادیث سے بھی ثابت ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر لگ جانے کی تصدیق فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ نظر بد ایک انسان کو قبر میں اور اونٹ کو ہنڈیا میں داخل کر دیتی ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے پناہ مانگی ہے اور امت کو پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی ہے ان میں من کل عین لامۃ بھی مذکور ہے۔ یعنی میں پناہ مانگتا ہوں نظر بد سے۔ صحابہ کرام میں ابو سہلؓ کا واقعہ معروف ہے کہ انہوں نے ایک موقع پر غسل کرنے کے لئے کپڑے اتارے اور ان کے سفید رنگ اور تندرست بدن پر عامر بن ربیعہؓ کی نظر پڑ گئی اور ان کی زبان سے نکلا کہ میں نے تو آج تک اتنا حسین بدن کسی کا نہیں دیکھا۔ یہ کہنا تھا کہ فوراً حضرت سہل کو سخت بخار چڑھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے یہ علاج تجویز کیا کہ عامر بن ربیعہؓ وضو کریں اور وضو کا پانی کسی برتن میں جمع کریں اور یہ پانی ابو سہل کے بدن پر ڈالا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا تو فوراً بخار اتر گیا اور وہ بالکل تندرست ہو کر جس مہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے اس پر روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ میں آپ نے عامر بن ربیعہ کو یہ تنبیہ بھی فرمائی:۔

"کوئی شخص اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ جب ان کا بدن تمہیں خوب نظر آیا تو برکت کی دعا کر لیتے۔ نظر کا اثر ہو جانا حق ہے"۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو کسی دوسرے کی جان و مال میں کوئی اچھی بات تعجب انگیز نظر آئے تو اس کو چاہئے کہ اس کے واسطے دعاء کرے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائیں۔ بعض روایات میں ہے۔ ماشآء اللہ لاقوۃ الا باللہ کہے اس سے نظر بند کا اثر جاتا رہتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی نظر بد کسی کو لگ جائے تو نظر لگانے والے کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ کا غسالہ اس کے بدن پر ڈالنا نظر بد کے اثر کو زائل کر دیتا ہے۔

الغرض حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک طرف تو نظر بد

یا حسد کے اندیشہ سے اولاد کو یہ تاکید فرمائی کہ سب مل کر ایک دروازہ سے شہر میں داخل نہ ہوں دوسری طرف ایک حقیقت کا اظہار بھی ضروری سمجھا اور ارشاد فرمایا کہ نظر بد سے بچنے کی جو تدبیر میں نے بتلائی ہے میں جانتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کو نہیں ٹال سکتی حکم تو صرف اللہ ہی کا چلتا ہے۔ البتہ انسان کو ظاہری تدبیر کرنے کا حکم ہے اس لئے یہ تاکید کی گئی مگر میرا بھروسہ اس تدبیر پر نہیں بلکہ اللہ ہی پر اعتماد ہے اور ہر شخص کو یہی لازم ہے کہ اسی پر اعتماد اور بھروسہ کرے ظاہری و مادی تدبیروں پر بھروسہ نہ کرے۔

احتیاطی تدابیر کی حیثیت

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی جانب بھی توجہ دلائی ہے کہ یعقوب علیہ السلام چونکہ صاحب علم و بصیرت تھے اور یہ دولت علم اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو بخشی تھی اس لئے انہوں نے بیٹوں سے یہ نصیحت کی بات کہہ دی جو ان کے خیال میں آ گئی تھی ورنہ تو باپ کے حکم کی تعمیل کرنے کے باوجود بھی خدا تعالیٰ کی مشیت نے جو کچھ مقرر کر دیا تھا اس کے مقابلہ میں یہ احتیاط کچھ بھی کام نہ آ سکی۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو کچھ کیا ان کو بمقتضائے علم یہی کرنا چاہئے تھا مگر یہ ضروری نہیں کہ احتیاطی تدبیر ہر جگہ راست ہی آ جائے۔ اگر خدا تعالیٰ کی مشیت اس کے برعکس مصلحت دیکھتی ہے تو پھر وہی ہو کر رہتا ہے اور سب تدبیریں بیکار ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ آنے والے واقعہ میں بنیامین کے ساتھ یہی پیش آیا کہ وہ مصر میں روک لئے گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک دوسرا شدید صدمہ پہنچا۔ گو اس کا انجام تمام خاندان یعقوب علیہ السلام کے حق میں بہتر ثابت ہوا۔ جیسا کہ آگے ان شاء اللہ بیان آئے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنے متوکلین بندوں کے گروہ میں ہم کو بھی شامل فرما لیجئے۔ اور ہم کو بھی ہر معاملہ میں اپنی ذات عالی پر نظر رکھنے اور بھروسہ کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔

یا اللہ! ظاہری تدبیر کو ہم محض تدبیر کے درجہ میں جانیں اور موثر حقیقی آپ ہی کو اعتقاد میں رکھیں اور آپ ہی کی مدد پر بھروسہ کریں۔

یا اللہ! ہر طرح کے ظاہری و باطنی فتنہ سے آپ ہماری حفاظت فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہمارے دین و دنیا کے کاموں کو درست و راست فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا

اور جب یہ لوگ یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملالیا کہا کہ میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں سو یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہیں

يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ

اسکا رنج مت کرنا پھر جب یوسف (علیہ السلام) نے ان کا سامان تیار کردیا تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا۔ پھر ایک پکارنے والے نے پکارا

اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ

کہ اے قافلہ والو تم ضرور چور ہو۔ وہ اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو بادشاہی پیمانہ نہیں ملتا اور جو شخص اس کو (لاکر) حاضر کرے

الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ

اس کو ایک بار شتر غلہ ملے گا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ یہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم لوگ ملک میں فساد پھیلانے نہیں آئے اور ہم لوگ چوری

فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ

کرنے والے نہیں۔ اُن لوگوں نے کہا اچھا اگر تم جھوٹے نکلے تو اس کی کیا سزا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ

وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾

جس شخص کے اسباب میں ملے پس وہی شخص اپنی سزا ہے۔ ہم لوگ ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

وَلَمَّا اور جب	دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے	عَلٰى يُوْسُفَ یوسف کے پاس	اٰوٰٓى اس نے جگہ دی	اِلَيْهِ اپنے پاس	اَخَاهُ اپنا بھائی	قَالَ اس نے کہا		
اِنِّیْ بیشک میں	اَنَا اَخُوْكَ میں تیرا بھائی	فَلَا تَبْتَئِسْ سو تو غمگین نہ ہو	بِمَا اس پر جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے	فَلَمَّا پھر جب			
جَهَّزَهُمْ انہیں تیار کردیا	بِجَهَازِهِمْ ان کا سامان	جَعَلَ رکھ دیا	السِّقَايَةَ پینے کا پیالہ	فِیْ میں	رَحْلِ سامان	اَخِيْهِ اپنا بھائی		
ثُمَّ پھر	اَذَّنَ اعلان	مُؤَذِّنٌ منادی کرنیوالا	اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اے قافلے والو	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَسٰرِقُوْنَ البتہ چور ہو	قَالُوْا وہ بولے		
وَاَقْبَلُوْا اور انہوں نے منہ کیا	عَلَيْهِمْ انکی طرف	مَّاذَا کیا ہے جو	تَفْقِدُوْنَ تم گم کر بیٹھے	قَالُوْا انہوں نے کہا	نَفْقِدُ ہم گم کر بیٹھے۔ نہیں پاتے			
صُوَاعَ پیمانہ	الْمَلِكِ بادشاہ	وَلِمَنْ اور اس کے لئے	جَآءَ بِهٖ جو وہ لائے	حِمْلُ بوجھ	بَعِيْرٍ ایک اونٹ	وَاَنَا اور میں	بِهٖ اس کا	زَعِيْمٌ ضامن
قَالُوْا وہ بولے	تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	لَقَدْ عَلِمْتُمْ تم خوب جانتے ہو	مَا جِئْنَا ہم نہیں آئے	لِنُفْسِدَ کہ ہم فساد کریں	فِی الْاَرْضِ زمین ملک میں			
وَمَا كُنَّا اور ہم نہیں	سٰرِقِيْنَ چور۔ جمع	قَالُوْا انہوں نے کہا	فَمَا پھر کیا	جَزَآؤُهٗ سزا اسکی	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	كٰذِبِيْنَ جھوٹے	
قَالُوْا کہنے لگے وہ	جَزَآؤُهٗ اس کی سزا	مَنْ جو۔ جس	وُجِدَ پایا جائے	فِیْ رَحْلِهٖ اس کے سامان میں	فَهُوَ پس وہی	جَزَآؤُهٗ اس کا بدلہ		
كَذٰلِكَ اسی طرح	نَجْزِیْ ہم سزا دیتے ہیں	الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کو						

حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی ملاقات

اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ لوگ مصر پہنچے اور یوسف علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئے تو بنیامین کو پیش کرکے کہا

کہ آپ کے حکم کے موافق ہم ان کو لائے ہیں۔ آپ نے سب کو سرکاری مہمان خانہ میں ٹھہرایا اور سب بھائیوں کے قیام کا انتظام اس طرح فرمایا کہ دو دو کو ایک ایک کمرہ میں ٹھہرایا۔ تو بنیامین تنہا رہ گئے ان کو علیحدہ تنہا ٹھہرایا۔ اور بنیامین کے ساتھ ممتاز معاملہ کیا اور خلوت میں یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ انہوں نے کہا بنیامین۔ یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہاری والدہ کا کیا نام ہے۔ بنیامین نے کہا راحیل۔ یوسف علیہ السلام نے پھر پوچھا کوئی تمہارا سگا بھائی بھی ہے۔ بنیامین نے کہا کہ ایک بھائی تھا وہ ہلاک ہو گیا۔ یوسف علیہ السلام نے کہا اگر میں تمہارے اس بھائی کے بدلہ جو ہلاک ہو گیا ہے بھائی ہو جاؤں تو تم اس بات کو پسند کرو گے۔ بنیامین نے کہا کہ اے بادشاہ سلامت آپ سے اچھا بھائی کس کو مل سکتا ہے۔ لیکن آپ کو یعقوب اور راحیل نے نہیں جنا۔ اس وقت یوسف علیہ السلام نے ان کو تنہائی میں آگاہ کر دیا کہ میں تمہارا حقیقی بھائی یوسف ہوں اور اپنا تمام حال سنایا اور پھر بنیامین کی تسلی و تشفی کی کہ اب گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ان کی بدسلوکیوں کا دور ختم ہو گیا۔ اب یہ تم کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچا سکیں گے۔ اور جو مظالم ان سوتیلے بھائیوں نے ہم پر کئے کہ مجھے باپ سے جدا کر کے کنوئیں میں ڈالا۔ غلام بنا کر بیچا اور ہمارے باپ بھائی کو صدمہ میں مبتلا کیا۔ اب یہاں آتے ہوئے تمہارے ساتھ سختی کی۔ ان تمام باتوں سے اب غمگین مت ہو۔ وقت آ گیا ہے کہ ہمارے سب غم غلط ہو جائیں اور سختیوں کے بعد حق تعالیٰ راحت و عزت نصیب فرمائیں۔

بنیامین کو اپنے ہاں روکنے کی تدبیر

پھر فرمایا کہ اس حقیقت کو ابھی ان سب پر نہ کھولو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے پاس روک لوں۔ پھر مشورہ کیا اس کی کیا صورت ہو۔ کیونکہ ویسے رکھنے میں تو اور بھائیوں کا اصرار ہو گا اس لئے کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے حلفیہ عہد و پیمان کر کے آئے تھے کہ ہمراہ بحفاظت لائیں گے پھر اگر وجہ ظاہر ہو گئی تو راز کھلا جس کو اب بھی مصلحتاً حضرت یوسف علیہ السلام اور سب بھائیوں پر ظاہر نہیں فرمانا چاہتے تھے اور اگر وجہ مخفی رہی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کا رنج بڑھے گا کہ بلا سبب بنیامین کیوں رکھے گئے۔ یا کیوں رہے۔

یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے فرمایا کہ تدبیر تو تمہارے روکنے کی ہے مگر ذرا تمہاری بدنامی ہے۔ بنیامین نے کہا کہ کچھ پروا نہیں۔ غرض آپس میں یہ امر قرار پا گیا ادھر سب بھائیوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے ایک ایک اونٹ غلہ دیا گیا اور ان کی رخصت کا سامان درست کیا گیا۔ جب ان کا سامان روانگی تیار ہوا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے خود یا کسی معتمد کی معرفت پانی پینے کا شاہی برتن جو چاندی کا پیالہ بتلایا جاتا ہے اور وہی پیمانہ غلہ دینے کا بھی تھا اپنے بھائی بنیامین کے اسباب میں رکھ دیا۔ جب یہ لاد پھاند کر چلے اور ابھی تھوڑی سی مسافت اس قافلہ نے طے کی ہو گی کہ یوسف علیہ السلام کے کارندوں نے شاہی برتنوں کی دیکھ بھال کی تو اس میں پیالہ ندارد پایا۔ سمجھے کہ شاہی مہمان خانہ میں کنعانیوں کا قافلہ ٹھہرا تھا۔ اس لئے انہوں نے ہی یہ چوری کی ہے فوراً دوڑے اور چلائے قافلہ والے ٹھہرو تم چور ہو! برادران یوسف کارندوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم کو خواہ مخواہ کیوں الزام لگاتے ہو؟ آخر معلوم تو ہو تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے؟ جس کی چوری کا ہم پر شبہ ہوا۔ کارندے کہنے لگے کہ ہم کو بادشاہی پیمانہ (پیالہ) نہیں ملتا وہ غائب ہے اور ان کارندوں میں سے ایک نے

آگے بڑھ کر کہا کہ جو شخص اس چوری کا پتہ لگادے گا اس کو ایک اونٹ غلہ انعام میں ملے گا۔ میں اس بات کا ضامن ہوں ۔
برادران یوسف نے کہا کہ بخدا ہم مصر میں فساد اور شرارت کی غرض سے نہیں آئے۔تم جانتے ہو کہ ہم اس سے پہلے بھی غلہ لینے آ چکے ہیں ہم میں چوری کی قطعاً عادت نہیں۔ نہ یہ ہمارا شیوہ ہے۔
کارندوں نے کہا کہ تم فضول حجتیں کر رہے ہو اگر مال مسروقہ تمہارے پاس سے برآمد ہوگا تو کیا کروگے؟ جس کے پاس سے یہ چوری نکلے اس کی کیا سزا ہونی چاہئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ خود آپ اپنی سزا ہے یعنی وہ تمہارے حوالہ کر دیا جائے گا تا کہ وہ اپنے جرم کی پاداش میں پکڑا جائے اور ہم اپنے یہاں ایسی زیادتی کرنے والوں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں۔
شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا یہ تھی کہ جس کے پاس سے چوری کا مال نکلے وہ ایک سال تک غلام ہو کر رہے۔ برادران یوسف نے اپنے قانون شرعی کے موافق بے تامل سزا کا ذکر کر دیا کیونکہ انہیں پورا یقین تھا کہ ہم چور نہیں نہ چوری کا مال ہمارے پاس سے برآمد ہوسکتا ہے۔چنانچہ ان کے سامان کی تلاشی ہوئی۔ سرکاری تفتیش کرنے والوں نے پہلے سب بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ نے اپنی مخلوق کے لئے جو رزق کا وعدہ فرمایا ہے اس پر ہم کو یقین کامل نصیب فرمایئے۔اور جو کچھ یا اللہ ہم کو آپ رزق عطا فرمائیں وہ آپ ہی کی بندگی و اطاعت اور فرمانبرداری میں کام آئے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر حال میں دین اسلام پر سختی سے قائم رہنے کی توفیق عطا فرماویں اور ہر معاملہ میں ہم کو اپنی مرضیات کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرماویں۔

یا اللہ! نفس اور شیطان کے فریب سے ہم کو محفوظ رکھئے۔اور صراط مستقیم سے کسی حال میں ہمارے قدم ڈگمگانے نہ پاویں۔

یا اللہ! دیانت وامانت' صداقت اور راستی پر ہمیں ہر حال میں جمے رہنے کی سعادت نصیب ہو۔اور حقوق شناسی کی توفیق نصیب ہو۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ

پھر یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائی کے تھیلہ سے قبل تلاشی کی ابتداء اول دوسرے بھائیوں کے تھیلوں سے کی۔ پھر (آخر میں) اُس (برتن) کو اپنے بھائی کے تھیلے سے برآمد کرلیا۔ ہم نے یوسف (علیہ السلام) کی خاطر سے

مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ

اس طرح تدبیر فرمائی یوسفؑ اپنے بھائی کو اس بادشاہ (مصر) کے قانون کی رُو سے نہیں لے سکتے تھے مگر یہ ہے کہ اللہ ہی کو منظور تھا۔ ہم جس کو چاہتے ہیں خاص درجوں تک بڑھا دیتے ہیں۔ اور

فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا

تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے۔ کہنے لگے اگر اس نے چوری کی تو (تعجب نہیں) اس کا ایک بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے۔ پس یوسف (علیہ السلام) نے اس بات کو اپنے

يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

دل میں پوشیدہ رکھا اور اس کو ان کے سامنے ظاہر نہیں کیا یعنی (دل میں) یُوں کہا کہ اس (چوری) کے درجہ میں تم تو اور بھی بُرے ہو اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس کا اللہ ہی کو خوب علم ہے۔

فَبَدَاَ پس شروع کیا	بِاَوْعِيَتِهِمْ انکی خرجیوں (بوروں) سے	قَبْلَ پہلے	وِعَآءِ خرجی (بورا)	اَخِيْهِ اپنا بھائی	ثُمَّ پھر	اسْتَخْرَجَهَا اس کو نکالا	مِنْ سے	
وِعَآءِ بورا	اَخِيْهِ اپنا بھائی	كَذٰلِكَ اسی طرح	كِدْنَا ہم نے تدبیر کی	لِيُوْسُفَ یوسف کے لئے	مَا كَانَ نہ تھا	لِيَاْخُذَ وہ لے سکتا	اَخَاهُ اپنا بھائی	
فِيْ میں	دِيْنِ الْمَلِكِ بادشاہ کا دین	اِلَّآ مگر	اَنْ یہ کہ	يَّشَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہے	نَرْفَعُ ہم بلند کرتے ہیں	دَرَجٰتٍ درجے	مَنْ جو۔جس	نَّشَآءُ چاہیں ہم
وَفَوْقَ اور اوپر	كُلِّ ہر	ذِيْ عِلْمٍ صاحب علم	عَلِيْمٌ ایک علم والا	قَالُوْا بولے	اِنْ اگر	يَّسْرِقْ اس نے چرایا	فَقَدْ سَرَقَ تو چوری کی تھی	
اَخٌ لَّهٗ اس کا بھائی	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	فَاَسَرَّهَا پس اسے چھپایا	يُوْسُفُ یوسف	فِيْ نَفْسِهٖ اپنے دل میں	وَلَمْ يُبْدِهَا اور وہ ظاہر نہ کیا	لَهُمْ ان پر		
قَالَ کہا	اَنْتُمْ تم	شَرٌّ بدتر	مَّكَانًا درجہ میں	وَاللّٰهُ اور اللہ	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا تَصِفُوْنَ جو تم بیان کرتے ہو		

بنیامین کا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس رکنا

گذشتہ آیات میں حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے چھوٹے حقیقی بھائی بنیامین کی ملاقات کا حال بیان ہوا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ خواہش تھی کہ کسی طرح اپنے عزیز بھائی بنیامین کو اپنے پاس روک لیں مگر اس وقت حکومت مصر کے قانون میں کسی غیر مصری کو بغیر کسی معقول وجہ کے روک لینا سخت ممنوع تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام یہ کسی طرح نہیں چاہتے تھے کہ اس وقت لوگوں پر یا ان کے بھائیوں پر اصل حقیقت حال منکشف ہو اس لئے ایک خفیہ تدبیر فرمائی اور جب قافلہ سب بھائیوں کا مصر سے روانہ ہونے لگا تو بنیامین کے سامان میں شاہی پیالہ بغیر ان کی اطلاع کے رکھ دیا گیا۔ شاہی محافظوں نے جب برتنوں کی دیکھ بھال کی تو پیالہ غائب تھا۔ کارندے قافلہ کے پیچھے دوڑے اور انہیں چوری کے شبہ میں روک لیا۔ اور سوال جواب میں برادران یوسف سے یہ بھی قبول کرلیا کہ جس نے چوری کی ہو وہ اسی کے سپرد کیا جائے جس کا مال اس نے چرایا ہو۔ اس گفتگو کے بعد محافظین سارے قافلہ کو عزیز مصر یعنی یوسف علیہ السلام کے پاس لوٹا لائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں سارا معاملہ پیش کیا۔ آپ نے تفتیش کا حکم دیا۔ پہلے دوسرے بھائیوں کے بورے تھیلے اور سامان دیکھے گئے تو پیالہ برآمد نہ ہوا آخیر میں بنیامین کے سامان کی تلاشی ہوئی تو اس میں سے شاہی پیالہ نکل آیا۔ پیالہ ملتے ہی آپ نے حکم دیا کہ انہیں روک لیا جائے یہ تھی وہ ترکیب جو جناب باری تعالیٰ نے اپنی حکمت سے حضرت یوسف صدیق علیہ

السلام کو سکھائی تھی کیونکہ شاہ مصر کے قانون کے مطابق تو بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے پاس روک نہیں سکتے تھے۔ لیکن چونکہ بھائیوں کی زبان سے خود یہ فیصلہ نکلا تھا کہ جس کے پاس مال نکلے غلام بنالو۔ اس لئے یہی فیصلہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جاری کردیا۔ اس پر حق تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں کہ ہم جیسے چاہیں حکمت وتدبیر سکھائیں یا اپنی تدبیر لطیف سے سربلند کریں۔ دیکھو وہی لوگ جنہوں نے باپ سے چوری یوسف کو چند درہم میں بیچ ڈالا تھا آج یوسف علیہ السلام کے سامنے چوروں کی حیثیت میں کھڑے ہیں شاید اس طرح ان کی پچھلی غلطیوں کا کفارہ کرنا منظور ہو۔

اسکے بعد بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں ایک آدمی سے زیادہ دوسرا اور دوسرے سے زیادہ تیسرا جاننے والا ہے۔ مگر سب جاننے والوں کے اوپر ایک جاننے والا ہے جسے "عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ" کہتے ہیں۔

بھائیوں کا حسد اب بھی نہ گیا

بنیامین کے سامان سے برادران یوسف نے جو پیالہ برآمد ہوتے دیکھا تو ان کی حاسدانہ آگ بھڑک اٹھی اور سب بڑے شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے کہ صاحب اگر اس نے چوری کی تو تعجب نہیں اس سے پہلے اس کا ایک بڑا بھائی تھا وہ بھی اسی طرح چوری کر چکا تھا۔ یہ اشارہ یوسف علیہ السلام کی طرف تھا۔ اپنی پاکبازی جتانے کے لئے بنیامین کے جرم کو پختہ کردیا اور اتنی مدت کے بعد بھی یوسف معصوم پر جھوٹی تہمت لگانے سے نہ شرمائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ سن کر بھی ضبط سے کام لیا اور راز فاش نہ کیا اور دل میں کہنے لگے کہ اس چوری کے درجہ میں تم تو اور بھی زیادہ برے ہو۔ یعنی ہم دونوں بھائیوں سے توحقیقۃً چوری صادر نہیں ہوئی اور تم نے تو اتنا بڑا کام کیا کہ کوئی مال غائب کرتا ہے تم نے آدمی غائب کردیا کہ مجھ کو باپ سے بچھڑا دیا اور ظاہر ہے کہ آدمی کی چوری مال کی چوری سے بڑھ کر ہے تو جو کچھ تم ہم دونوں بھائیوں کے متعلق بیان کر رہے ہو کہ ہم چور ہیں تو اس کی حقیقت کا اللہ ہی کو خوب علم ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیر کے متعلق ایک اہم وضاحت

ان آیات کے تحت شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے ایک تنبیہ لکھی ہے اور فرماتے ہیں واضح ہو کہ اس تمام واقعہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے کوئی لفظ خلاف واقعہ نہیں نکلا۔ نہ کوئی کام خلاف شرع ہوا۔ زیادہ سے زیادہ آپ نے توریہ کیا۔ توریہ کا مطلب ہے ایسی بات کہنا جس سے دیکھنے سننے والے کے ذہن میں ایک ظاہری اور قریبی مطلب آئے لیکن متکلم کی مراد دوسری ہو جو ظاہری مطلب سے بعید ہے۔ اگر یہ توریہ کسی نیک اور محمود مقصد کے لئے کیا جائے تو اس کے جائز اور بلکہ محمود ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور کسی مذموم اور قبیح غرض کے لئے ہو تو وہ توریہ نہیں دھوکا اور فریب ہے۔ یہاں حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ یعقوب علیہ السلام کے ابتلا اور امتحان کی تکمیل کر دیجائے۔ یوسف علیہ السلام کے بعد بنیامین بھی ان سے جدا ہوں۔ ادھر مدت کے بچھڑے ہوئے دو حقیقی بھائی آپس میں مل کر رہیں۔ یوسف علیہ السلام کو امتحان کی گھاٹیوں سے نکالنے کے بعد اول سوتیلے بھائیوں پھر حقیقی بھائی پھر والد بزرگوار اور سب کنبہ سے بتدریج ملائیں۔ دوسری طرف برادران یوسف سے جو غلطیاں ہوئی تھیں کچھ ٹھوکریں کھا کر وہ بھی عفو ورحم کے دروازہ پر پہنچ جائیں۔ اور نہ معلوم کیا کیا حکمتیں ہوں گی جن کی وجہ سے اول یوسف علیہ السلام کو تھوڑا سا توریہ کرنے کی اجازت ہوئی کہ آپ نے پیالہ بھائیوں کے اسباب میں رکھا۔ پھر نہ کسی پر اس کی چوری کا الزام لگایا اور نہ یہ کہا کہ ہم فلاں کو چوری کی سزا میں پکڑتے ہیں۔ صورتیں ایسی پیدا ہوتی چلی گئیں جن سے آخر میں بنیامین کے لئے اپنے بھائی کے پاس عزت وراحت سے رہنے کی سبیل نکل آئی"۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾

کہنے لگے اے عزیز (بنیامین) کے ایک بہت بوڑھا باپ ہے سو اس کی جگہ آپ ہم میں سے ایک کو رکھ لیجئے ہم آپ کو نیک مزاج دیکھتے ہیں۔

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا

یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ ایسی بات سے خدا بچاوے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اسکے سوا دوسرے شخص کو پکڑ کے رکھ لیں اس حالت میں تو ہم بڑے بے انصاف سمجھے جاویں گے۔ پھر جب

اسْتَایْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ

انکو یوسف (علیہ السلام) سے بالکل اُمید نہ رہی (کہ بنیامین کو دینگے) تو علیحدہ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے ان سب میں جو بڑا تھا اس نے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ تم سے خدا کی قسم کھلا کر پکا قول لے چکے ہیں

مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى یَاْذَنَ لِیْۤ

اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں کس قدر کوتاہی کر ہی چکے ہو سو میں تو اس زمین سے ٹلتا نہیں تاوقتیکہ میرے باپ مجھ کو اجازت نہ دیں

اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ

یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو سلجھادے اور وہی خوب سلجھانے والا ہے تم واپس اپنے باپ کے پاس جاؤ اور کہو کہ اے ابا آپ کے صاحبزادے نے

سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْــَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ

چوری کی اور ہم تو وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کو معلوم ہوا ہے۔ اور ہم غیب کی باتوں کے تو حافظ نہیں تھے۔ اور اُس بستی والوں سے پُوچھ لیجئے جہاں ہم موجود تھے

كُنَّا فِیْهَا وَالْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور اُس قافلہ والوں سے سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہو کر آئے ہیں۔ اور یقین جانیئے ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔

قَالُوْا کہنے لگے	یٰۤاَیُّهَا اے	الْعَزِیْزُ عزیز	اِنَّ بیشک	لَهٗ اس کا	اَبًا باپ	شَیْخًا بوڑھا	كَبِیْرًا بڑی عمر کا	فَخُذْ پس لے رکھ لے	
اَحَدَنَا ہم میں سے ایک	مَكَانَهٗ اس کی جگہ	اِنَّا نَرٰىكَ ہم دیکھتے ہیں بیشک تجھے	مِنَ سے	الْمُحْسِنِیْنَ احسان کرنیوالے	قَالَ اس نے کہا				
مَعَاذَ اللّٰهِ اللہ کی پناہ	اَنْ کہ	نَاْخُذَ ہم پکڑیں	اِلَّا سوا	مَنْ جس کو	وَجَدْنَا ہم نے پایا	مَتَاعَنَا اپنا سامان	عِنْدَهٗ اسکے پاس		
اِنَّاۤ اِذًا بیشک ہم جب	لَظٰلِمُوْنَ البتہ ظالموں سے	فَلَمَّا پھر جب	اسْتَایْئَسُوْا وہ مایوس ہو گئے	مِنْهُ اس سے	خَلَصُوْا اکیلے ہو بیٹھے				
نَجِیًّا مشورہ کیا	قَالَ کہا۔ ان کا بڑا	اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا کیا تم نہیں جانتے	اَنَّ کہ	اَبَاكُمْ تمہارا باپ	قَدْ اَخَذَ لیا ہے	عَلَیْكُمْ تم سے			
مَّوْثِقًا پختہ عہد	مِنَ سے۔ کا	اللّٰهِ اللہ	وَ اور	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	مَا جو	فَرَّطْتُّمْ تقصیر کی تم نے	فِیْ بارہ میں	یُوْسُفَ یوسف	
فَلَنْ پس ہرگز نہ	اَبْرَحَ ٹلوں گا	الْاَرْضَ زمین	حَتّٰى یہاں تک	یَاْذَنَ اجازت دے	لِیْ مجھے	اَبِیْ میرا باپ	اَوْ یا		
یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ حکم دے (تدبیر نکالے اللہ) میرے لئے	وَهُوَ اور وہ	خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا	اِرْجِعُوْۤا لوٹ جاؤ تم						
اِلٰى طرف۔ پاس	اَبِیْكُمْ اپنا باپ	فَقُوْلُوْا پس کہو	یٰۤاَبَانَا اے ہمارے باپ	اِنَّ بیشک	ابْنَكَ تمہارا بیٹا	سَرَقَ چوری کی			

وَمَا شَهِدْنَا اور نہیں گواہی دی ہم نے	اِلَّا مگر	بِمَا جو	عَلِمْنَا ہمیں معلوم تھا	وَمَا كُنَّا اور ہم نہ تھے	لِلْغَيْبِ غیب کے	حٰفِظِيْنَ نگہبان
وَسْئَلِ اور پوچھ لیں آپ	الْقَرْيَةَ بستی	الَّتِيْ جو۔جس	كُنَّا ہم تھے	فِيْهَا اس میں	وَالْعِيْرَ اور قافلہ	الَّتِيْ جو۔جس
	اَقْبَلْنَا ہم آئے	فِيْهَا اس میں	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَصٰدِقُوْنَ سچے		

حضرت یوسف علیہ السلام سے بھائیوں کی منت وخوشامد

گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ جب بنیامین کے سامان سے شاہی مال برآمد ہوا اور بھائیوں کے قول واقرار کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے تو اب برادران یوسف اس عہد و پیان کو خیال کر کے جو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے بنیامین کے بحفاظت واپس پہنچانے کے متعلق کیا تھا بہت گھبرائے اور اب سوائے اس کے کوئی صورت نہ تھی کہ یوسف علیہ السلام سے رحم کی درخواست کریں چنانچہ دسوں بھائیوں نے نہایت خوشامدانہ اور عاجزانہ الفاظ میں عرض کیا کہ اے عزیز مصر اس لڑکے یعنی بنیامین کے والد بہت ضعیف اور بوڑھے شخص ہیں۔اس کا ایک سگا بھائی پہلے ہی گم ہو چکا ہے جس کے صدمہ سے پہلے ہی وہ چور ہیں۔اب اگر یہ لڑکا یہاں رہ گیا تو وہ جانبر نہ ہوسکیں گے۔اس لڑکے سے انہیں بے حد محبت ہے اس لئے ہماری درخواست والتجا ہے کہ آپ اس کو جانے کی اجازت دے دیں۔اور اس کی بجائے ہم میں سے کسی ایک کو روک لیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔آپ ہمیشہ مخلوق پر احسانات کرتے ہیں اور ہم پر خصوصی احسان فرماتے رہے ہیں امید ہے ہم کو اپنے کرم سے مایوس نہ فرمائیں گے۔آپ بڑے محسن ہیں اتنی عرض ہماری قبول فرمالیں۔حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ مَعَاذَ اللّٰہِ یعنی خدا پناہ میں رکھے کہ ہم کسی کو بے سبب دوسرے کے بدلہ میں پکڑنے لگیں۔ہم تو صرف اسی شخص کو روکیں گے جس کے پاس سے اپنی چیز ملی ہے۔یہاں احتیاط ملاحظہ ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام ''چور'' کا لفظ نہیں استعمال فرمارہے ہے بلکہ یہ فرمایا کہ جس کے پاس سے ہم نے اپنا مال پایا ہے تو آپ نے صاف جواب دے دیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔اگر ہم مجرم کے بدلے بے قصور کو پکڑیں تو تمہارے خیال اور قانون کے موافق ہم بے انصاف ٹھہریں گے۔

بڑے بھائی کا واپس جانے سے انکار

جب برادران یوسف بنیامین کے چھٹکارے سے مایوس ہو گئے تو مجمع سے ہٹ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔اکثروں کی رائے ہوئی کہ وطن واپس جانا چاہئے لیکن جو سب سے بڑا بھائی تھا اس نے کہا کہ باپ کے سامنے ہم کیا منہ لے کر جائیں گے۔جو عہد ہم سے لیا تھا اس کا کیا جواب دیں گے۔ایک تقصیر تو پہلے ہم یوسف کے معاملہ میں کر چکے ہیں جس کا اثر آج تک موجود ہے۔اب بنیامین کو چھوڑ کر سب کا چلا جانا سخت بے حمیتی ہوگی۔سو میں تو یہاں سے کسی حال میں ٹلنے والا نہیں اور میں یہیں رکا جاتا ہوں یہاں تک کہ یا تو والد صاحب میرا قصور معاف کر کے مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت دے دیں یا اس درمیان میں قدرت کی طرف سے کوئی فیصلہ ہو جاوے مثلاً تقدیر سے میں یہیں مر جاؤں یا کسی تدبیر سے بن یامین کو چھڑالوں۔لکھا ہے کہ یہ وہی بھائی تھا جس نے یوسف علیہ السلام کے معاملے میں بھی نرم مشورہ دیا تھا۔جب کہ اور بھائیوں نے قتل کرنا چاہا تھا تو اس نے روکا تھا۔

والدصاحب کے سامنے پیش کیا جانے والا عذر

تو اس بڑے بھائی نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو اور تم سب جا کر

باپ سے عرض کرو کہ ایسا واقعہ پیش آیا جس کی کوئی توقع نہ تھی۔ اور تمہارے بیٹے بنیامین نے چوری کی اور جو بات ہمارے جاننے میں آئی وہی سچ سچ آپ کے سامنے کہہ دی۔ ہم کو کچھ غیب کا علم تو تھا نہیں کہ پہلے سے جان لیتے کہ اس سے ایسی حرکت سرزد ہونے والی ہے اور یہ بھی کہنا کہ آپ مصر کے لوگوں سے اس کی تصدیق کر لیں۔ نیز اس قافلہ سے بھی کہ جس کے ساتھ مصر سے ہم یہاں آئے ہیں کہ ہم اس معاملہ میں بالکل سچے ہیں۔

چنانچہ سب سے بڑے بھائی کو وہیں چھوڑا اور خود واپس آ کر سارا ماجرا والد سے بیان کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی جدائی کا پہلے ہی صدمہ تھا اب جو یہ بھائی دوبارہ مصر سے بنیامین کے بغیر آئے تو وہ رنج تازہ ہو گیا۔ اور یعقوب علیہ السلام نے کیا جواب دیا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو اسلام کے ساتھ ایمان اور ایمان کے ساتھ اخلاص کی دولت عطا فرمائیں تا کہ ہم ہر کام میں یا اللہ آپ کی مرضیات کو پیش نظر رکھیں۔ ریا اور نمائش اور دکھاوے سے یا اللہ ہم کو بچایئے۔

حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں حق پر اور شریعت پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرماویں۔ اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی شریعت مطہرہ کے موافق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ نفس وشیطان کے فریب سے ہماری حفاظت فرماویں اور صداقت، وامانت و دیانت والی زندگی نصیب فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ

یعقوبؑ فرمانے لگے بلکہ تم نے اپنے دِل سے ایک بات بنالی ہے سو صبر ہی کرونگا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا اللہ سے اُمید ہے کہ ان سب کو مجھ تک پہنچادے گا۔

جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۸۳ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ

وہ خُوب واقف ہے بڑی حکمت والا ہے اور ان سے دوسری طرف رُخ کرلیا اور کہنے لگے ہائے یوسفؑ افسوس اور غم سے (روتے روتے) ان کی آنکھیں

عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝۸۴ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ

سفید پڑگئیں اور وہ غم سے گھٹا کرتے تھے۔ بیٹے کہنے لگے بخدا تم سدا کے سدا یوسف کی یادگاری میں لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل گھل کر دم بلب ہوجاؤ گے

حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝۸۵ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ

یا یہ کہ بالکل ہی مرجاؤ گے۔ یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں تو اپنے رنج و غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں

وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸۶ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا

اور اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اے میرے بیٹو! جاؤ یوسفؑ اور ان کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے نا اُمید

مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۷

مت ہو بیشک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ نا اُمید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

قَالَ اس نے کہا	بَلْ بلکہ	سَوَّلَتْ بنالی ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	اَنْفُسُكُمْ تمہارا دل	اَمْرًا ایک بات	فَصَبْرٌ پس صبر	جَمِيْلٌ اچھا
عَسٰى شاید	اللّٰهُ اللہ	اَنْ يَّاْتِيَنِيْ کہ میرے پاس لے آئے	بِهِمْ انہیں	جَمِيْعًا سب کو	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہ	الْعَلِيْمُ جاننے والا
الْحَكِيْمُ حکمت والا	وَتَوَلّٰى اور منہ پھیرلیا	عَنْهُمْ ان سے	وَقَالَ اور کہا	يٰٓاَسَفٰى ہائے افسوس	عَلٰى پر	يُوْسُفَ یوسف	
وَابْيَضَّتْ اور سفید ہوگئیں	عَيْنٰهُ اس کی آنکھیں	مِنَ سے	الْحُزْنِ غم	فَهُوَ پس وہ	كَظِيْمٌ گھونٹ رہا تھا	قَالُوْا وہ بولے	
تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	تَفْتَؤُا تو ہمیشہ رہے گا	تَذْكُرُ یاد کرتا	يُوْسُفَ یوسف	حَتّٰى یہاں تک کہ	تَكُوْنَ تم ہو جاؤ	حَرَضًا بیمار	
اَوْ تَكُوْنَ یا ہوجاؤ	مِنَ سے	الْهٰلِكِيْنَ ہلاک ہونیوالے	قَالَ اس نے کہا	اِنَّمَا میں تو صرف	اَشْكُوْا بیان کرتا ہوں	بَثِّيْ اپنی بیقراری	
وَحُزْنِيْ اور اپنا غم	اِلٰى طرف سامنے	اللّٰهِ اللہ	وَاَعْلَمُ اور جانتا ہوں	مِنَ سے	اللّٰهِ اللہ	مَا جو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے
يٰبَنِيَّ اے میرے بیٹو	اذْهَبُوْا تم جاؤ	فَتَحَسَّسُوْا پس کھوج لگالو	مِنْ سے (کا)	يُوْسُفَ یوسف	وَاَخِيْهِ اور اس کا بھائی		
وَلَا تَايْـَٔسُوْا اور نہ مایوس ہو	مِنْ سے	رَّوْحِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يَايْـَٔسُ مایوس نہیں ہوتے	مِنْ سے	رَّوْحِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت	
اِلَّا مگر	الْقَوْمُ لوگ	الْكٰفِرُوْنَ کافر (جمع)					

بیٹوں کی کارگزاری سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام کا جواب

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب بنیامین کو ہمراہ لے جانے سے دسوں بھائی مایوس ہو گئے تو بڑا بھائی تو مصر ہی میں رہ گیا۔ اور نو بھائی واپس کنعان آئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے تمام سرگذشت بیان کی۔ ان کو جو جواب حضرت یعقوب علیہ السلام نے دیا وہ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ پہلی بار کی بے اعتدالی سے اس مرتبہ بھی حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کا اعتبار نہ کیا اور یوسف علیہ السلام کی جدائی کا صدمہ بنیامین کے نہ آنے سے تازہ ہو گیا اور یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں تمہارے جی نے ایک بات بنالی ہے۔ حقیقت یوں نہیں ہے۔ بنیامین اور چوری؟ یہ نہیں ہو سکتا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ تم مجھ سے حفاظت کے عہد و پیمان کر کے بنیامین کو لے گئے تھے۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تو تم سے اتنا بھی نہ ہوا کہ یہ کہتے کہ اسباب میں سے یہ پیالہ برآمد ہونے سے چوری کیسے ثابت ہوئی۔ ممکن ہے کہ کسی دوسرے شخص نے اس کے اسباب میں پیالہ چھپا دیا ہو۔ تم نے پیالہ برآمد ہوتے ہی بنیامین کی چوری کا اقرار کر لیا اور خلاف قانون بادشاہ مصر کو شریعت ابراہیمی کا فتویٰ بتلا کر بھائی کو گرفتار کرا دیا۔ بادشاہ کو کیا خبر تھی کہ شریعت ابراہیمی میں چور کی یہ سزا ہے۔ تمہارے کہنے کے مطابق بادشاہ نے اس کو غلام بنا لیا۔ تم اگر فتویٰ نہ دیتے تو بادشاہ اپنے قانون پر چلتا اور بن یامین کو گرفتار نہ کرتا۔ کیونکہ مصر کے شاہی قانون میں چور کی سزا یہ نہ تھی کہ اس کو غلام بنا لیا جائے بلکہ چور سے مال مسروقہ کی دوچند قیمت لی جاتی تھی۔ پھر محض پیالہ کے برآمد ہونے سے تم نے چوری کو کیسے تسلیم کر لیا۔ چوری کے ثبوت کے لئے ایسی شہادت اور دلیل چاہئے جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔ بہر حال میں تو اس پر بھی صبر ہی کروں گا۔ کوئی حرف و شکایت زبان پر نہ لاؤں گا۔ خدا کی رحمت اور قدرت سے کیا بعید ہے کہ یوسف اور بنیامین اور وہ بھائی جو بنیامین کی وجہ سے رہ گیا ہے سب کو میرے پاس جمع کر دے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی امید

یہ بات حضرت یعقوب علیہ السلام نے حسن ظن کی بنا پر کہی کہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے عسر کے بعد یسر سختی کے بعد آسانی عطا فرماتے ہیں۔ نیز حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا کہ یوسف ابھی زندہ ہیں کیونکہ ابھی تک یوسف کے خواب کی تعبیر پوری اور ظاہر نہیں ہوئی تھی اور یوسف کا خواب بلاشبہ سچا اور صحیح ہے۔ وہ ضرور واقعہ ہو کر رہے گا اور یوسف کے رویائے صادقہ کا وقوع اور ظہور اس بات پر موقوف ہے کہ وہ ابھی صحیح سالم زندہ ہوں اور وہ مع اپنے بھائیوں کے مجھ سے ملیں۔ واضح ہو کہ یوسف علیہ السلام نے جیسا کہ شروع سورۃ ہی میں ذکر ہوا ہے یہ خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور چاند و سورج مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کی یہ تعبیر سمجھی تھی کہ گیارہ ستاروں سے مراد گیارہ بھائی ہیں اور سورج اور چاند سے مراد یوسف کے باپ اور ان کی خالہ مراد ہیں اور سجدہ سے مراد یہ ہے کہ سب ایک دن ان کے آگے جھکیں گے۔ گویا یہ خواب یوسفؑ کی اس رفعت و شان اور علو مرتبت پر دلالت کرتا تھا۔ جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے نور نبوت اور نور معرفت سے جانا کہ یوسف ابھی زندہ ہیں۔ اور حق تعالیٰ سب کے احوال سے خبردار ہے اور ہر ایک کے ساتھ اپنی حکمت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا غم اور صبر

نیا زخم کھا کر پرانا زخم ہرا ہو گیا۔ اور بے اختیار پکار اٹھے کہ ہائے

افسوس یوسف! حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں شدت غم میں روتے روتے سفید پڑ گئی تھیں اور سینہ غم کی سوزش سے جل رہا تھا۔ مگر صبر کے ساتھ اللہ پر تکیہ کئے بیٹھے تھے۔ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انبیاء کی جماعت حق تعالیٰ کی طرف سے سخت ترین امتحانوں میں مبتلا کی جاتی ہے۔ پھر امتحان کی اقسام ہیں۔ ہر نبی کو حق تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جس امتحان میں چاہے مبتلا کرے۔ یعقوب علیہ السلام کے قلب میں یوسف علیہ السلام کی فوق العادت محبت ڈال دی۔ پھر ایسے محبوب اور ہونہار بیٹے کو جو خاندان ابراہیمی کا چشم و چراغ تھا ایسے دردناک طریقہ سے جدا کیا گیا۔ غمزدہ اور زخم خوردہ یعقوب علیہ السلام کے جگر کو اس روح فرسا صدمہ نے کھا لیا تھا۔ اور اس مفارقت کا صدمہ قریب چالیس سال کے برداشت کرنا پڑا۔ مگر وہ کسی مخلوق کے سامنے نہ حرف شکایت زبان پر لاتے تھے نہ کسی سے انتقام لیتے۔ نہ غصہ نکالتے۔ غم کی بات منہ سے نہ نکلتی ہاں جب اپنے کو بہت گھونٹتے تو دل کا بخار آنکھوں کی راہ سے ٹپک پڑتا۔ بیسویں برس تک چشم گریاں اور سینہ بریاں کے باوجود ادائے فرائض و حقوق میں کوئی خلل نہ پڑنے دیا۔ ان کا دل جتنا یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتا تھا۔ اتنا ہی خدا کے حضور میں زیادہ گڑگڑاتے تھے۔ درد و غم کی شدت اور اشک باری کی کثرت جس قدر ان کی بصارت کو ضعیف کرتی اسی قدر نور بصیرت کو بڑھا رہی تھی۔ بیتابی اور اضطراب کا کیسا ہی طوفان اٹھتا دل پکڑ کر اور کلیجہ مسوس کر رہ جاتے۔ زبان سے اف نہ نکالتے۔ بنیامین کی جدائی سے جب پرانے زخم میں نیا چرکہ لگا تو اس وقت بے اختیار یَاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ آہ فراق یوسف زبان سے نکلا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایسا درد اتنی مدت تک دبا رکھنا پیغمبر کے سوا اور کس کا کام ہو سکتا ہے۔

بیٹوں کی تلقین و تسلی پر انہیں جواب

بیٹوں نے باپ کا یہ حال دیکھ کر انہیں سمجھانا شروع کیا کہ ابا جی آپ تو یوسف ہی کی یاد میں اپنے تئیں گھلا دیں گے۔ ہمیں تو ڈر ہے کہ اگر آپ کا یہی حال کچھ دنوں اور رہا تو کہیں زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ میں تم سے تو کچھ نہیں کہہ رہا میں تو اپنے رب کے پاس اپنا دکھ رو رہا ہوں اور اس کی ذات سے بہت کچھ امیدوار ہوں اور میں اللہ کی جانب سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ یوسف کا خواب سچا ہے۔ یعنی مجھ کو یقین ہے کہ یوسف ابھی تک مرا نہیں۔ کیونکہ ابھی تک اس کا خواب پورا نہیں ہوا۔ مجھے امید ہے کہ عنقریب یوسف مجھ سے ملے گا۔ اور جو خواب اللہ نے اس کو دکھلایا ہے وہ حرف بحرف اس کو پورا کرے گا۔ نیز مجھے معلوم ہے کہ صبر کا انجام کیا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ اللہ مضطر کی دعاء قبول کرتا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ خدا اپنے دعا کرنے والے بندہ کو محروم اور خالی ہاتھ نہیں چھوڑتا۔ یوسف زندہ ہے اور وہ ضرور ملے گا۔ حق تعالیٰ کی مہربانی اور فیض سے ناامید ہونا کافروں کا شیوہ ہے جنھیں اس کی رحمت واسعہ اور قدرت کاملہ کی معرفت نہیں ہوتی۔ ایک مومن کا کام تو یہ ہے کہ اگر پہاڑوں کی چٹانوں اور سمندروں کی موجوں کے برابر مایوس کن حالات پیش آئیں تب بھی خدا کی رحمت کا امیدوار رہے اور امکانی کوشش میں پست ہمتی نہ دکھلائے۔ جاؤ کوشش کر کے یوسف کا کھوج لگاؤ اور اس کے بھائی بنیامین کے چھڑانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرو۔ کچھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ ہم سب کو پھر جمع کر دے۔

حضرات انبیائے کرام علم الٰہی سے وہ چیز جانتے ہیں جو دوسرے نہیں جانتے۔ اسی لئے ابتداء میں چاہ کنعان میں تلاش کرنے کا حکم نہ دیا اور جب وقت آیا تو بالقاء الٰہی حکم دیا کہ مصر جا

کر یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔

یعقوب کا غم منصب نبوت کے خلاف نہ تھا

ان آیات کے تحت حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا حب مخلوق میں اس قدر رونا موجب وسوسہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ محبت امر اضطراری ہے اور گریہ بھی دلیل رقت قلب و ترحم ہے اور خاص کر جب کہ محبت کا سبب کوئی امر دینی ہو۔تو یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس قدر رنج و غم کرنا منصب نبوت کے خلاف ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ محبت طبعیہ ہے اور یہ حب حق کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے اور کاملین میں یہ محبت ان کو حق تعالیٰ کی رضا سے غافل نہیں کرتی بلکہ اس میں معین ہوتی ہے اور کسی کو شبہ نہ ہو کہ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ یعنی صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا۔ پھر شکایت زبان پر کیوں لائے۔ اس کا جواب خود ان آیات میں موجود ہے۔ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ یعنی شکایت الی الخلق منافی ہے صبر جمیل کے نہ کہ شکایت الی الخالق کہ عین دعا و التجا مطلوب ہے۔

ہر مصیبت کا علاج

ان آیات کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ واقعہ یعقوب علیہ السلام سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب اس کو کوئی مصیبت اور تکلیف اپنی جان یا اولاد یا مال کے بارہ میں پیش آئے تو اس کا علاج صبر جمیل اور اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہونے سے کرے اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی اقتداء کرے۔ اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اپنی مصیبت سب کے سامنے بیان کرتا پھرے اس نے صبر نہیں کیا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس صبر پر شہیدوں کا ثواب عطا فرمایا اور اس امت میں بھی جو شخص مصیبت پر صبر کرے گا اس کو ایسا ہی اجر ملے گا۔

دعا کیجئے

حضرت یعقوب علیہ السلام کے صبر و رضا کے مقام کے طفیل حق تعالیٰ ہم کو بھی دین پر استقامت نصیب فرماویں اور ہر حال میں اپنی طرف متوجہ رہنے کی توفیق عطا فرماویں اور کیسے ہی مایوس کن حالات کیوں نہ ہوں اللہ کی رحمت کے ہم امیدوار رہیں۔

یا اللہ ہم ضعیف الایمان کسی امتحان اور ابتلاء کی طاقت نہیں رکھتے۔

یا اللہ اپنے ان برگزیدہ محبین و مقبولین کے طفیل میں جو آپ کی ہر ابتلاء اور آزمائش میں کامیاب اترے ہم کو بھی ایمان کی سلامتی اور رضا بالقضا کی دولت عطا فرما اور اپنی رحمت واسعہ سے ہمارے معاملات میں آسانی و سہولت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ

پھر جب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے کہنے لگے اے عزیز ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور ہم کچھ یہ نکمی چیز لائے ہیں

فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۸۸ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ

سو آپ غلہ دے دیجئے اور ہم کو خیرات دے دیجئے بیشک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے۔ یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا وہ بھی تم کو یاد ہے جو کچھ تم

بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۸۹ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ

نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جب کہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا۔ کہنے لگے کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو انہوں نے فرمایا (ہاں) میں یوسف ہوں اور یہ (بنیامین)

اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۹۰

میرا (حقیقی) بھائی ہے ہم پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

فَلَمَّا پھر جب	دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے	عَلَيْهِ اس پر سامنے	قَالُوْا انہوں نے کہا	يٰٓاَيُّهَا اے	الْعَزِيْزُ عزیز	مَسَّنَا ہمیں پہنچی	وَاَهْلَنَا اور ہمارے گھر	
الضُّرُّ سختی	وَجِئْنَا اور ہم آئے	بِبِضَاعَةٍ پونجی کے ساتھ۔لے کر	مُّزْجٰىةٍ نکمی ناقص	فَاَوْفِ پس پوری دیں	لَنَا ہمیں	الْكَيْلَ ناپ غلہ		
وَتَصَدَّقْ صدقہ کریں	عَلَيْنَا ہم پر ہمیں	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	يَجْزِي جزا دیتا ہے	الْمُتَصَدِّقِيْنَ صدقہ کرنیوالے	قَالَ کہا	هَلْ عَلِمْتُمْ کیا تمہیں خبر ہے		
مَّا فَعَلْتُمْ کیا تم نے کیا ہے؟	بِيُوْسُفَ یوسف کے ساتھ	وَاَخِيْهِ اور اس کا بھائی	اِذْ اَنْتُمْ جب تم	جٰهِلُوْنَ نادان	قَالُوْٓا وہ بولے	ءَاِنَّكَ کیا تم ہی		
لَاَنْتَ تم ہی	يُوْسُفُ یوسف	قَالَ اس نے کہا	اَنَا يُوْسُفُ میں یوسف	وَهٰذَآ اور یہ	اَخِيْ میرا بھائی	قَدْ مَنَّ البتہ احسان کیا ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلَيْنَا ہم پر
اِنَّهٗ بیشک وہ	مَنْ يَّتَّقِ جو ڈرتا ہے	وَيَصْبِرْ اور صبر کرتا ہے	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	لَا يُضِيْعُ ضائع نہیں کرتا	اَجْرَ اجر	الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والے		

بھائیوں کا تیسری مرتبہ حضرت یوسفؑ کے پاس جانا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو حکم فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو اور یوسف (علیہ السلام) کی تلاش میں گھر سے نکلو اور بنیامین کے چھڑانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرو۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرمانے پر نو بھائی مصر کو پھر روانہ ہوئے کیونکہ ان کو یوسفؑ کا تو پتہ معلوم نہ تھا۔ اس خیال سے کہ بنیامین جس کا پتہ معلوم ہے پہلے اس کی فکر کریں اور قحط کی وجہ سے غلہ کی بھی ضرورت ہے اس کے حاصل کرنے کی بھی کوشش کریں گے۔

الغرض یہ نو بھائی پھر تیسری بار مصر پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے اور نہایت ہی خوشامدانہ اور عاجزانہ طریقہ سے کہا کہ اے عزیز مصر! آج کل قحط و ناداری کی وجہ سے ہم پر اور ہمارے گھر پر بڑی سختی گزر رہی ہے۔ سب اسباب گھر کا بک گیا۔ کچھ نکمی اور حقیر سی پونجی رہ گئی ہے وہ غلہ خریدنے کے لئے ساتھ لائے ہیں۔ آپ کے مکارم اخلاق اور گذشتہ مہربانیوں سے امید ہے کہ ہماری ناقص چیزوں کا خیال نہ فرمائیں گے اور تھوڑی قیمت میں غلہ کی مقدار گذشتہ کی طرح پوری دلوادیں گے۔ اب یہ معاملہ خرید و فروخت لین دین کا نہیں ہے۔ ہم سے قیمت ادا نہیں ہو سکتی اس لئے آپ کی خدمت میں ہماری یہ درخواست ہے کہ از راہ کرم ہمیں ضرورت مند سمجھ کر اپنی جانب سے احسان فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ و خیرات کرنے والوں کو نیک بدلہ دیتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے نام حضرت یعقوب علیہ السلام کا خط

تفسیر قرطبی و مظہری میں بروایت حضرت ابن عباسؓ نقل کیا ہے کہ اس موقع پر یعقوب علیہ السلام نے عزیز مصر کے نام ایک خط بھی لکھ کر دیا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

''من جانب یعقوب صفی اللہ ابن اسحاق ابن ابراہیم خلیل اللہ' بخدمت عزیز مصر۔ امابعد ہمارا پورا خاندان بلاؤں اور آزمائشوں میں معروف ہے۔ میرے دادا ابراہیم خلیل اللہ کا نمرود کی آگ سے امتحان لیا گیا پھر میرے والد اسحاق کا شدید امتحان لیا گیا۔ پھر میرے ایک لڑکے کے ذریعے میرا امتحان لیا گیا جو مجھ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ یہاں تک کہ اس کی مفارقت میں میری بینائی جاتی رہی۔ اس کے بعد اس کا ایک چھوٹا بھائی مجھ غم زدہ کی تسلی کا سامان تھا جس کو آپ نے چوری کے الزام میں گرفتار کرلیا اور میں بتلاتا ہوں کہ ہم اولاد انبیاء ہیں۔ نہ ہم نے کبھی چوری کی ہے نہ ہماری اولاد میں کوئی چور پیدا ہوا' والسلام۔''

حضرت یوسفؑ کا اپنے آپ کو ظاہر کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے والدین اور بھائیوں کی پریشانی کا حال سنا اور ان کی اس عاجزانہ درخواست اور نیازمندانہ طلب کی مجبور کن حالت پر غور کیا تو دل بھر آیا۔ اور جب والد کا خط پڑھا تو کانپ گئے۔ اب ضبط نہ ہوسکا کہ خود کو چھپائیں۔ شفقت اور رحمدلی کا چشمہ دل میں جوش مار کر آنکھوں سے ابل پڑا اور بے اختیار رو پڑے اور حق تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف سے اجازت ملی کہ اب اپنے آپ کو ظاہر کردیں۔

چنانچہ اب حق تعالیٰ کے حکم سے اپنے تئیں ظاہر کیا کہ میں کون ہوں اور تم نے جو میرے ساتھ معاملہ کیا تھا اس کے بعد میں کس مرتبہ پر پہنچا ہوں۔ اور اس راز کا اظہار اس طرح فرمایا کہ اپنے بھائیوں سے تعارف کی تمہید کے طور پر کہنے لگے کیا تم جانتے ہو جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ اپنی جہالت ونادانی کی حالت میں کیا تھا؟

حضرت یوسفؑ کا صبر و مروت

اللہ اکبر۔ صبر و مروت اور اخلاق کی حد ہوگئی کہ تمام عمر بھائیوں کی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ لائے۔ اتنا سوال بھی اس لئے کیا کہ وہ لوگ اپنے ذہنوں میں بیسیوں برس پہلے کے حالات کو ایک مرتبہ متحضر کرلیں تاکہ ماضی اور حال کے موازنہ سے خدا تعالیٰ کے ان احسانات کی حقیقت روشن ہو جو یوسف علیہ السلام پر ان مصائب وحوادث کے بعد ہوئے۔ پھر سوال کا پیرایہ ایسا نرم اختیار فرمایا جس میں ان کے جرم سے زیادہ معذرت کا پہلو نمایاں ہے یعنی جو حرکت اس وقت تم سے صادر ہوئی ناسمجھی اور بے وقوفی سے ہوگئی۔

بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا

بھائیوں نے اس موقع پر غیر متوقع گفتگو سنی تو چونکے کہ اتنی مدت کے بعد یہ کون گھر کا بھیدی نکل آیا۔ پھر عزیز مصر کو یوسف کے قصہ سے کیا مطلب؟ غیر معمولی مہربانیاں اور بنیامین کے ساتھ خصوصی برتاؤ پہلے سے دیکھ ہی رہے تھے۔ اس سوال نے دفعۃً ان کا ذہن اس طرف منتقل کردیا کہ کہیں یوسف جسے ہم نے مصری قافلہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا یہی تو نہیں ہے۔ اس حیرانی اور پریشانی میں تھے کہ ہم عزیز مصر کے دربار میں کھڑے ہیں اس سے باتیں کررہے ہیں یہ بے محل یوسف کا ذکر کیسا؟ اب صورت شکل اور گفتگو کے طرز انداز کو دوسری نیت سے دیکھا تو یوسفؑ کی شکل نگاہ کے سامنے پھر گئی اور سمجھ گئے کہ بیشک یہ یوسفؑ ہے مگر حالت موجودہ کے پیش نظر قدرتی طور پر یہ جرأت نہیں کہ یہ کہہ اٹھیں کہ تو یوسفؑ ہے؟ بلکہ ایسے موقع کے مناسب لب ولہجہ سے کہنے لگے کہ کیا آپ واقعی یوسف ہی ہیں؟ آپ نے اس سوال

کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ ہاں میں یوسف ہی ہوں اور یہ بنیامین میرا حقیقی بھائی ہے۔ جس سے مجھ کو جدا کیا تھا۔ آج میرے پاس بیٹھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل وکرم کیا۔ جدائی کو ملاپ سے' ذلت کو عزت سے' تکلیف کو راحت سے' تنگی کو عیش سے بدل دیا۔ جو غلام بنا کر چند دراہم میں فروخت کیا گیا تھا آج خدا نے اسے ملک مصر کی حکومت بخشی۔ تقویٰ اور صبر رائیگاں نہیں جاتے۔ نیک کاری بے پھل لائے نہیں رہتی۔

آیات مذکورہ کے احکام ومعارف

۱۔ اِنَّ اللّٰہَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صدقہ وخیرات کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرماتے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ صدقہ وخیرات کی ایک جزا تو عام ہے جو مومن ہو یا کافر ہر ایک کو دنیا میں ملتی ہے اور وہ ہے رد بلا اور دفع مصائب اور ایک جزاء آخرت کے ساتھ مخصوص ہے یعنی عطائے جنت اور وہ صرف اہل ایمان کا حصہ ہے۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے قَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا فرمانے سے معلوم ہوا کہ جب انسان کسی تکلیف یا مصیبت میں گرفتار ہو اور پھر اللہ تعالیٰ اس سے نجات عطا فرما کر اپنی نعمت سے نوازیں تو اب اس گذشتہ مصائب کا ذکر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے اس انعام واحسان ہی کا ذکر کرنا چاہئے جو اب حاصل ہوا ہے مصیبت سے نجات اور انعام الٰہی کے حصول کے بعد بھی پچھلی تکلیف ومصیبت کو روتے رہنا ناشکری ہے۔ ایسے ہی ناشکر کو قرآن کریم میں کنود فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌ کنود اس شخص کو کہتے ہیں جو احسانات کو یاد نہ رکھے۔ صرف تکلیفوں اور مصیبتوں کو یاد رکھے۔ اسی لئے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے عمل سے عرصہ دراز تک جن مصیبتوں سے سابقہ پڑا تھا ان کا اس وقت کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ اللہ جل شانہٗ کے انعام واحسان ہی کا ذکر فرمایا۔

۳۔ اِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ سے معلوم ہوا کہ تقویٰ یعنی گناہوں سے بچنا اور تکلیفوں میں حکم خداوندی پر صبر وثبات یہ دو صفتیں ایسی ہیں جو انسان کو ہر بلا اور مصیبت سے نکال دیتی ہیں۔ قرآن کریم نے کئی مواقع میں انہی دو صفتوں پر انسان کی فلاح اور کامیابی کا مدار رکھا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ صبر وتقویٰ کی دولت ہم کو بھی عطا فرمائیں اور ہر حال میں صبر وشکر کی توفیق نصیب فرماویں۔

یا اللہ! ہم کو بھی محسنین کے گروہ میں شامل فرمالیجئے۔ یا اللہ!! ہمیں بھی درگزر کرنے اور انتقام نہ لینے کی خصلت جو آپ کو پسند ہے عطا فرمادیجئے اور اپنے کرم سے ہماری ہر مشکل کو آسان فرمادیجئے اور اپنی نعمت واحسان کو یاد رکھنے اور اس پر شکر ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمادیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط

وہ کہنے لگے کہ بخدا کچھ شک نہیں تم کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت عطا فرمائی اور بے شک ہم خطاوار تھے۔ یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ تم پر آج کوئی الزام نہیں

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ

اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ اب تم میرا یہ کرتا لیتے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو۔

اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع

اُن کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ اور اپنے باقی گھر والوں کو بھی سب کو میرے پاس لے آؤ۔

قَالُوْا کہنے لگے	تَاللّٰہِ اللہ کی قسم	لَقَدْ اٰثَرَکَ تجھے پسند کیا فضیلت دی	اللّٰہُ اللہ	عَلَیْنَا ہم پر	وَاِنْ اور بیشک	کُنَّا ہم تھے	لَخٰطِئِیْنَ خطا کار	
قَالَ اس نے کہا	لَاتَثْرِیْبَ ملامت نہیں	عَلَیْکُمْ تم پر	اَلْیَوْمَ آج	یَغْفِرُ بخشے	اللّٰہُ اللہ	لَکُمْ تم کو	وَھُوَ اور وہ	اَرْحَمُ سب سے زیادہ مہربان
الرّٰحِمِیْنَ مہربانی کرنے والے	اِذْھَبُوْا تم جاؤ	بِقَمِیْصِیْ میری قمیص لے کر	ھٰذَا یہ	فَاَلْقُوْہُ پس اس کو ڈالو	عَلٰی پر	وَجْہِ چہرہ	اَبِیْ میرے باپ	
	یَاْتِ آئے گا	بَصِیْرًا بینا ہوکر	وَاْتُوْنِیْ اور میرے پاس آؤ۔ لے آؤ	بِاَھْلِکُمْ اپنے گھر والوں کو	اَجْمَعِیْنَ تمام۔ سارے			

بھائیوں کا اعتراف جرم
اور حضرت یوسف علیہ السلام کا درگزر فرمانا

جب بھائیوں کو معلوم ہوا کہ یہی یوسف ہیں۔ اعتراف خطا وجرم کے سوا ان کو کیا چارہ تھا۔ بھائیوں نے شرم وندامت سے آنکھیں نیچی کرلیں اور سر جھکا لئے اور کہنے لگے کہ بخدا اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ہر حیثیت سے ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم سرتاپا قصوروار تھے۔ اللہ نے ہم میں سے تم ہی کو پسند کیا اور اپنے انعام واکرام سے مالا مال فرمایا۔

اس وقت وہ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے کھڑے تھے۔ جنہوں نے ہمیشہ بغض وعداوت برتی تھی جو پہلے آپ کی جان کے درپے ہوئے تھے اور پھر چند درہموں کے عوض بیچ کر آپ کو جلاوطن کر دیا تھا۔ آج ان کے سر آپ کے سامنے جھکے ہوئے تھے اور وہ خود اپنی زبان سے اپنے جرم کا اقبال کر رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سوتیلے بھائیوں کی اس خستہ حالی اور پشیمانی کو دیکھا تو آپ کی اخلاقی برتری اور پیغمبرانہ رحمت وشفقت اس کو برداشت نہ کرسکی اور عفو ودرگزر اور حلم وکرم کے ساتھ فوراً یہ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا میں تمہارے سر اب کوئی الزام نہیں لگاتا۔ میرا دل تمہاری طرف سے صاف ہے۔ میں تمہارا ویسا ہی احترام کرتا ہوں جیسا بڑے بھائیوں کا ہونا چاہئے۔ اب تم سے گذشتہ باتوں کی کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ میں تمہاری سب غلطیاں معاف کرچکا ہوں اب ہم سب کو یہ تمام داستان فراموش کر دینی چاہئے۔ میں بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہاری اس غلطی کو معاف فرمادے کیونکہ وہی سب سے بڑھ کر رحیم وکریم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی

حضرت یوسف علیہ السلام نے انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود انہیں بالکل معاف فرمادیا۔ اس واقعہ کے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال بعد تاریخ نے اپنے آپ کو ایک بار پھر دہرایا جب یہی الفاظ سرزمین مکہ میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان کے وطنی بھائیوں کے لئے جاری ہوئے جو ہمیشہ

آپ کے خون کے پیاسے اور ایذا رسانی کے درپے رہے اور بالآخر برادران یوسف کی طرح آپ کو گھر سے بے گھر کر کے دم لیا اور ہجرت پر مجبور کیا۔ جب اس مکہ کی سرزمین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاتح اعظم کی حیثیت سے داخل ہوئے تو برادران یوسف کی طرح شکست خوردہ قریش سرنگوں کھڑے ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایک ایک ظلم کا بدلہ لینے پر قادر تھے تو آپ نے ان سے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا" قریش نے عرض کیا کہ "آپ ایک عالی ظرف اور کریم بھائی ہیں اور ایک کریم بھائی کے بیٹے ہیں"۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں وہی جواب دیتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو دیا تھا یعنی لَاتَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج تم پر کوئی گرفت نہیں جاؤ ہم نے معاف کیا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی)

بھائیوں کو مصر بھیجنا کہ سب کنبہ کو لے آؤ

جب یوسف علیہ السلام بھائیوں کو تسلی دے چکے تو فرمایا کہ میں بحالت موجودہ کنعان کا سفر نہیں کر سکتا۔ تم جاؤ اور والدین اور اپنے سب متعلقین کو یہاں لے آؤ۔ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کا کنبہ اچھا خاصہ وسیع ہو چکا تھا۔ بہوئیں پوتے پوتیاں سب ملا کر ستر نفوس تھے۔ آپ نے فرمایا کہ سارے گھر والوں کو ساتھ لے کر میرے پاس چلے آؤ۔ پھر چونکہ والد بزرگوار کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کو وحی سے یا بھائیوں کی زبانی معلوم ہو چکا تھا کہ والد کی بینائی مفارقت میں نہیں رہی۔ اس لئے سب سے پہلے اس کی فکر ہوئی اس لئے اپنا قمیص دے کر بھائیوں سے فرمایا کہ یہ لیتے جاؤ اور ان کے چہرہ پر ڈال دینا اور آنکھوں کو لگا دینا۔ اللہ کے فضل سے ان کی بینائی بحال ہو جائے گی۔ یہ یوسف علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا اور ان کو باذن خداوندی معلوم ہو گیا تھا کہ جب ان کا کرتہ والد کے چہرہ پر ڈالا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی بینائی بحال کر دیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ

جس سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی

بعض ائمہ تفسیر نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس لانے کے لئے جو کرتہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو دیا تھا یہ اس کرتہ کی خصوصیت تھی کیونکہ یہ عام کپڑوں کی طرح نہ تھا۔ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جنت سے اس وقت لایا گیا تھا جب ان کو برہنہ کر کے نمرود نے آگ میں ڈالا تھا۔ پھر یہ جنت کا لباس ہمیشہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس محفوظ رہا۔ اور ان کی وفات کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملا۔ آپ نے اس کو ایک بڑی متبرک شے کی حیثیت سے ایک نلکی میں بند کر کے یوسف علیہ السلام کے گلے میں بطور تعویذ کے ڈال دیا تھا تا کہ نظر بد سے محفوظ رہیں۔ برادران یوسف نے جب ان کا کرتہ والد کو دھوکہ دینے کے لئے اتار لیا جس میں خون کسی جانور کا لگا کر والد سے کہا تھا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا اور یوسف علیہ السلام برہنہ کر کے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو اس وقت جبرئیل امین تشریف لائے اور گلے میں پڑی ہوئی نلکی کھول کر اس سے یہ کرتا برآمد کیا اور یوسف علیہ السلام کو پہنا دیا۔ اور ان کے پاس برابر محفوظ چلا آیا۔ اس وقت بھی جبرئیل امین نے یوسف علیہ السلام کو بتلایا تھا کہ یہ جنت کا لباس ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ نابینا کے چہرہ پر ڈالدو تو وہ بینا ہو جاتا ہے اور فرمایا اس کو اپنے والد کے پاس بھیج دیجئے جن سے اسکو چہرہ پر ڈالتے ہی وہ بینا ہو جائیں گے۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو یہ کرتا دیا کہ گھر پہنچ کر

حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ پر ڈال دیں۔

قدرت الٰہی کی حکمتیں

معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے ہر کام کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ کوئی کام جلدی ہو جاتا ہے کوئی دیر میں۔ دیر میں اور مصلحتوں کے علاوہ بعض دفعہ اپنے خاص بندوں کا امتحان مقصود ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے صبر و تحمل سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑے اجر کے مستحق ہوں اور ان کے درجات بڑھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان میں (جو موجودہ ملک شام ہے) اور حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں موجود ہیں قافلوں کی آمد و رفت بھی جاری ہے لیکن سالہا سال تک نہ ان کی خبر انکو ملتی ہے نہ ان کی خبر ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کو ایک مدت تک حضرت یعقوب علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا رکھنا تھا۔ تاکہ وہ بیٹے کی جدائی کا صدمہ جھیلیں اور اس کے ساتھ ہی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اور اس سے ان کے درجات بڑھیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ! یہ آپ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہمت مردانہ اور قوت قلب تھی کہ باوجود چاروں طرف سے مخالفین سے گھرے ہونے کے آپ نے تبلیغ دین کا حق ادا فرمایا۔ اور صبر و استقامت کے ساتھ فرائض تبلیغ انجام دیتے رہے۔

اللہ تعالیٰ ہم ضعیف الایمان لوگوں کو ابتلاء و آزمائش سے مامون فرماویں اور اللہ تعالیٰ ہم کو بھی درگزر کرنے اور معاف کرنے کی خصلت و عادت نصیب فرماویں اور ہر حال میں اپنی مرضیات کی توفیق نصیب فرماویں۔

یا اللہ! ہماری ہر مشکل اور سختی کو اپنی رحمت سے دور فرما اور ہمارے تمام معاملات میں سہولت اور آسانی فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ

اور جب قافلہ چلا تو اُن کے باپ نے کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں کہ مجھ کو تو یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ بخدا

اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ

آپ تو اپنے اُسی پُرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں۔ پس جب خوشخبری لانے والا آ پہنچا۔ تو اُس نے وہ کرتہ اُن کے مُنہ پر لا کر ڈال دیا۔ پس فوراً ہی اُن کی آنکھیں کھل گئیں۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ

آپ نے (بیٹوں سے) فرمایا کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ سب بیٹوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی دُعائے مغفرت کیجئے

اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

ہم بیشک خطاوار تھے۔ یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دُعائے مغفرت کروں گا بیشک وہ غفور رحیم ہے۔

وَلَمَّا اور جب	فَصَلَتِ جدا جدا روانہ ہوا	الْعِيْرُ قافلہ	قَالَ کہا	اَبُوْهُمْ ان کا باپ	اِنِّيْ بیشک میں	لَاَجِدُ البتہ پاتا ہوں	رِيْحَ ہوا۔خوشبو	
يُوْسُفَ یوسف	لَوْلَآ اگر نہ	اَنْ کہ	تُفَنِّدُوْنِ مجھے بہک گیا جانو	قَالُوْا وہ کہنے لگے	تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	اِنَّكَ بیشک تو	لَفِيْ میں	ضَلٰلِكَ اپنا وہم
الْقَدِيْمِ پرانا	فَلَمَّآ پھر جب	اَنْ کہ	جَآءَ آیا	الْبَشِيْرُ خوشخبری دینے والا	اَلْقٰىهُ اس نے وہ (کرتہ) ڈالا	عَلٰى پر	وَجْهِهٖ اس کا منہ	
فَارْتَدَّ تو لوٹ کر ہو گیا	بَصِيْرًا دیکھنے والا	قَالَ بولا	اَلَمْ اَقُلْ کیا میں نے تمہیں کہا تھا	لَّكُمْ تم سے	اِنِّيْٓ اَعْلَمُ بیشک میں جانتا ہوں			
مِنَ طرف (سے)	اللّٰهِ اللہ	مَا جو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے	قَالُوْا وہ بولے	يٰٓاَبَانَا اے ہمارے باپ	اسْتَغْفِرْ لَنَا ہمارے لئے بخشش مانگ		
ذُنُوْبَنَآ ہمارے گناہ	اِنَّا بیشک ہم	كُنَّا تھے	خٰطِـِٕيْنَ خطا کار (جمع)	قَالَ اس نے کہا	سَوْفَ جلد	اَسْتَغْفِرُ میں بخشش مانگوں گا	لَكُمْ تمہارے لئے	
رَبِّيْٓ اپنا رب	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہ	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان				

حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ کی خوشبو پالینا

برادران یوسف کا قافلہ پیراہن یوسف لے کر کنعان کو چلا تو ادھر خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام کو قدرت الٰہی نے شمیم یوسف سے مہکا دیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے پوتوں اور گھر والوں سے فرمایا کہ اگر تم یہ نہ کہو کہ بڑھاپے میں عقل ماری گئی تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھ کو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ گھر والے کہنے لگے بخدا تم تو اپنے اسی پرانے خیال میں پڑے ہو یعنی اس قدر عرصہ گزر جانے کے بعد بھی جبکہ یوسف کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا۔ تمہیں یوسف ہی کی رٹ لگی ہوئی ہے۔ یوسف کی محبت اس کے زندہ ہونے اور دوبارہ ملنے کا یقین آپ کے دل میں جاگزین ہے وہی پرانے خیالات ہیں جو یوسف کی خوشبو بن کر دماغ میں آتے ہیں واقع میں نہ خوشبو ہے نہ کچھ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام خاموش ہو رہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا لوٹ آنا

ادھر بیٹوں کا قافلہ مصر سے جب بخیریت پہنچ گیا اور برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ارشاد کے موافق ان کا پیرہن یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر ڈال دیا۔ قمیص کے منہ پر ڈالتے ہی یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی بحال ہوگئی اور دوبارہ حسب سابق نظر آنے لگا۔ اللہ کا شکر ادا کیا اور بیٹوں کو یاد دلایا کہ اللہ کی مہربانی سے کام اس طرح انجام پایا کرتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت ہے کہ جب برادران یوسف قمیص لے کر آئے اور یعقوب علیہ السلام کے چہرہ پر ڈالا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا کہ یوسف کیسے ہیں یعنی ان کو کس حال میں پایا۔ انہوں نے بتلایا کہ وہ مصر کے بادشاہ ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس کو نہیں پوچھتا کہ وہ بادشاہ ہیں یا فقیر پوچھنا یہ ہے کہ ان کو کون سے دین پر پایا؟ انہوں نے کہا دین اسلام پر۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اب نعمت پوری ہوئی۔

بیٹوں کی معذرت خواہی

بیٹوں نے جب سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ یوسف کو تلاش کرو۔ اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ ہم سب کو پھر اکٹھا کردے۔ دیکھ لو وہی صورت ہوئی اور اسی لئے میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے دیکھو آخر اللہ تعالیٰ میری امید راست لایا۔ برادران یوسف کے لئے یہ وقت بھی بہت کٹھن تھا۔ شرم وندامت میں غرق سر جھکائے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے باپ آپ خدا کی جناب میں ہمارے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا فرمایئے کیونکہ اب تو یہ ظاہر ہو چکا کہ ہم نے آپ کو جو کچھ یوسفؑ کے معاملہ میں تکلیف دی اس میں بلاشبہ ہم سخت خطا کار اور قصوروار ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا جواب

اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میں اپنے رب سے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا۔ بے شک وہ غفور الرحیم ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ برادران یوسف نے مصر میں اپنی خطا کا اعتراف کرتے ہوئے یوسف علیہ السلام سے بھی مغفرت کی دعا کی استدعا کی تھی اور کنعان میں اپنے والد یعقوب علیہ السلام سے بھی یہی درخواست کی مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے تو اسی وقت ان کی بات منظور کرلی اور فوراً يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ اللہ تمہاری مغفرت فرمائے کہہ دیا مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ نہیں کیا بلکہ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ میں عنقریب تمہارے لئے مغفرت طلب کروں گا کہہ کر صرف توقع ہی دلائی۔ اس فرق کی یہ وجہ لکھی ہے کہ برادران یوسف کی ان تمام خطا کاریوں کا معاملہ براہ راست حضرت یوسف علیہ السلام سے تعلق رکھتا تھا اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اخلاق کریمانہ کی راہ سے اسی وقت ان کو اطمینان کر دیا مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ سمجھ کر کہ چونکہ اس معاملہ کا تعلق یوسف علیہ السلام سے ہے اس لئے اس کی مرضی بھی معلوم کر لینا ضروری ہے۔ اس لئے اس طرح جواب دیا کہ توقع اور امید تک بات رہے اور ساتھ ہی اپنی طبیعت کا رجحان بھی ظاہر کر دیا کہ ان کی خواہش یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطا کاریوں کو معاف کردے۔

بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے آئندہ کے لئے جو وعدہ دعائے مغفرت کا فرمایا تو آپ کو قبولیت کی گھڑی کا انتظار تھا کہ اس وقت اپنے خدا کے آگے تمہارے لئے ہاتھ اٹھاؤں گا یعنی جمعہ کی شب یا تہجد کے وقت کا انتظار تھا۔

ایک اہم معاشرتی اور شرعی قانون

یہاں جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادوں نے حقیقت واقعہ ظاہر ہو جانے کے بعد جو اپنے بھائی اور والد سے معافی مانگی تو اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے ہاتھ یا زبان سے کسی شخص کو ایذا پہنچی یا اس کا کوئی حق اس کے ذمہ رہا تو اس پر لازم ہے کہ فوراً اس حق کو ادا کردے یا اس سے معاف کرالے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کسی دوسرے کا کوئی حق مالی واجب ہو یا اس کو کوئی ایذا ہاتھ سے یا زبان سے پہنچائی ہو تو اس کو چاہئے کہ آج اس کو ادا کردے یا معافی مانگ کر اس سے سبکدوشی حاصل کرے قبل اس کے کہ قیامت کا وہ دن آجائے جہاں کسی کے پاس کوئی مال حق ادا کرنے کے لئے نہ ہوگا اس لئے اس کے اعمال صالحہ مظلوم کو دے دیئے جائیں گے اور یہ خالی رہ جائے گا اور اگر اس کے پاس اعمال صالحہ بھی نہیں تو دوسرے کے جو گناہ ہیں اس کے سر پر ڈال دیئے جائیں گے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (از معارف القرآن)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْہِ اَبَوَیْہِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ ؕ﴿۹۹﴾

پھر جب یہ سب کے سب یوسفؑ کے پاس پہنچے۔ تو اُنہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا سب مصر میں چلیے خدا کو منظور ہے تو امن چین سے رہیے۔

وَرَفَعَ اَبَوَیْہِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ یٰٓاَبَتِ ھٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ

اور اپنے والدین کو تخت (شاہی) پر اُونچا بٹھایا اور سب کے سب اُن کے آگے سجدہ میں گر گئے اور یوسفؑ نے کہا اے میرے باپ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر

مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَھَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِکُمْ

جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا۔ جس کو میرے رب نے سچا کر دیا اور خدا نے میرے ساتھ احسان کیا کہ ایک تو اس نے مجھے قید سے نکالا اور دُوسرا یہ کہ تم سب کو

مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ

باہر سے یہاں لایا (یہ سب کچھ) بعد اس کے ہوا کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان میں فساد ڈلوا دیا تھا۔ بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے۔

اِنَّہٗ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ﴿۱۰۰﴾

بلاشبہ وہ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔

فَلَمَّا پھر جب	دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے	عَلٰی یُوْسُفَ یوسف پر (پاس)	اٰوٰٓی اس نے ٹھکانہ دیا	اِلَیْہِ اپنے پاس	اَبَوَیْہِ اپنے ماں باپ	وَقَالَ اور کہا			
اُدْخُلُوْا تم داخل ہو	مِصْرَ مصر	اِنْ اگر	شَآءَ اللّٰہُ اللہ نے چاہا	اٰمِنِیْنَ امن (دلجمی) کے ساتھ	وَرَفَعَ اور اونچا بٹھایا	اَبَوَیْہِ اپنے ماں باپ			
عَلَی پر	الْعَرْشِ تخت	وَخَرُّوْا اور وہ گر گئے	لَہٗ اس کیلئے (آگے)	سُجَّدًا سجدہ میں	وَقَالَ اور اس نے کہا	یٰٓاَبَتِ اے میرے ابا	ھٰذَا یہ		
تَاْوِیْلُ تعبیر	رُءْیَایَ میرا خواب	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	قَدْ جَعَلَھَا اسکو کردیا	رَبِّیْ میرا رب	حَقًّا سچا	وَ اور	قَدْ اَحْسَنَ بیشک اس نے احسان کیا		
بِیْ مجھ پر	اِذْ جب	اَخْرَجَنِیْ مجھے نکالا	مِنَ سے	السِّجْنِ قید خانہ	وَجَآءَ اور لے آیا	بِکُمْ تم سب کو	مِنَ سے	الْبَدْوِ گاؤں	مِنْ بَعْدِ اسکے بعد
اَنْ کہ	نَّزَغَ جھگڑا ڈال دیا	الشَّیْطٰنُ شیطان	بَیْنِیْ میرے درمیان	وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ اور میرے بھائیوں کے درمیان	اِنَّ بیشک	رَبِّیْ میرا رب			
لَطِیْفٌ عمدہ تدبیر کرنیوالا	لِمَا یَشَآءُ جس کیلئے چاہے	اِنَّہٗ بیشک	ھُوَ وہ	الْعَلِیْمُ جاننے والا	الْحَکِیْمُ حکمت والا				

حضرت یعقوب و دیگر کنبہ والوں کا مصر پہنچنا اور ان کا استقبال

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا کہ جب بھائیوں پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظاہر فرما دیا اور ہدایت کی کہ سب گھر والوں کو کنعان سے مصر لے آؤ۔ تو بھائیوں نے یہی کیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے سب خاندان کو لے کر مصر روانہ ہو گئے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اطلاع ہوئی کہ آپ کے والد خاندان سمیت مصر کے قریب پہنچ گئے تو آپ فوراً استقبال کے لئے باہر نکلے اور حکم شاہی سے شہر کے تمام امراء اور ارکان دولت بھی آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب مدت دراز کے بچھڑے ہوئے لخت جگر کو دیکھا تو سینہ سے چمٹا لیا اور جب یہ مسرت افزا اور رقت آمیز ملاقات ہو چکی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کیا کہ اب آپ عزت و احترام اور امن و حفاظت کے ساتھ شہر میں تشریف لے چلیں یعنی مصر کے دار السلطنت میں۔ حضرت یوسف علیہ السلام والد ماجد

اور تمام خاندان کو بڑے کروفر کے ساتھ شاہی سواریوں میں بٹھا کر شہر دارالسلطنت میں لائے اور شاہی محل میں اتارا۔

خواب کی تعبیر

جب ان تمام باتوں سے فراغت پائی تو اب ارادہ کیا کہ دربار منعقد کریں تاکہ مصریوں کا بھی بزرگ باپ اور خاندان سے تعارف ہو جائے اور تمام درباری ان کے عزت و احترام سے آگاہ ہو جائیں۔ چنانچہ دربار منعقد ہوا تمام درباری اپنی مقررہ نشستوں پر بیٹھ گئے حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے آپ کے والدین کو تخت شاہی پر جگہ دی گئی لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقی والدہ کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا مگر ان کے انتقال کے بعد یعقوب علیہ السلام نے مرحومہ کی بہن سے نکاح کر لیا تھا جو یوسف علیہ السلام کی خالہ ہونے کی حیثیت سے بھی مثل والدہ کے تھیں اور والد کے نکاح میں ہونے کی حیثیت سے بھی والدہ ہی کہلانے کی مستحق تھیں۔ باقی تمام خاندان نے حسب مراتب نیچے جگہ پائی۔ جب یہ سب انتظامات مکمل ہو گئے تب حضرت یوسف علیہ السلام شاہی محل سے نکل کر تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس وقت تمام درباری حکومت کے دستور کے مطابق تخت شاہی کے سامنے تعظیم کے لئے سجدہ میں گر پڑے اور اس صورت کو دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کے تمام خاندان نے بھی یہی عمل کیا۔ اور درباریوں کا ساتھ دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کو فوراً اپنے بچپنے کا خواب یاد آ گیا اور اپنے والدین سے کہنے لگے کہ ابا جی! لیجئے میرے خواب کی تعبیر ظاہر ہو گئی۔ یہ ہیں گیارہ ستارے اور چاند سورج جو میرے سامنے سجدہ میں ہیں۔ میرے رب نے اس خواب کو سچا کر دکھایا اور اس کا انجام ظاہر ہو گیا۔ یہ خدا کا احسان عظیم ہے کہ اس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا اور اس کا احسان یہ بھی ہے کہ اس نے مجھے قید خانہ سے نجات دی اور تم سب کو یہاں لا کر مجھ سے ملا دیا اور اس جھگڑے کے بعد جو شیطان نے ہم بھائیوں میں ڈال دیا تھا جب کہ کوئی امید دوبارہ ملنے کی نہ رہی تھی کیسے اسباب ہمارے ملاپ کے فراہم کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ فرماتا ہے اس کے ویسے ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے اور اسے آسان و سہل کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے اور اپنے کاموں میں بڑی حکمت والا ہے۔

شریعت محمدیہ میں تعظیمی سجدہ جائز نہیں ہے

یہاں ایک بات یہ ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ محض ایک گذشتہ واقعہ کی حکایت ہے۔ اسلامی احکام کی تشریح نہیں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کے بیٹوں کا یہ سجدہ تعظیم کا سجدہ تھا جو بقول علامہ ابن کثیرؒ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد تک جائز رہا لیکن اس ملت اسلامیہ اور شریعت محمدیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات کے سوا کسی اور کے لئے سجدہ کو مطلقاً حرام قرار دیا اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسے اپنے لئے ہی مخصوص کر لیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت معاذؓ ملک شام گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ شامی لوگ اپنے بڑوں اور پیشواؤں کو سجدہ کرتے ہیں۔ جب یہ لوٹے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ آپ نے پوچھا معاذ یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اہل شام کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سجدہ کرے بہ سبب اس حق کے کہ جو مرد کا عورت پر ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت سلمانؓ نے اپنے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ کے سامنے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا سلمان مجھے سجدہ نہ کرو۔ سجدہ اس خدا کو کرو جو ہمیشہ رہنے والا ہے اور جس کو کبھی فنا نہیں۔

پیغمبرانہ اولوالعزمی

اب یہاں ان آیات میں یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کے سامنے جو اپنی سرگذشت بیان فرمائی وہ قابل غور ہے۔ آج اگر کسی کو اتنے مصائب کا سامنا کرنا پڑے جتنے یوسف علیہ السلام پر گزرے اور والدین سے اتنی طویل مفارقت اور مایوسی کے بعد

ملنے کا اتفاق ہو تو وہ والدین کے سامنے اپنی سرگذشت کیا بیان کرے گا کتنا روئے گا اور رلائے گا اور کتنے دن رات مصائب کی داستان سنانے میں صرف کرے گا مگر یہاں طرفین میں اللہ کے رسول اور پیغمبر ہیں۔ان کا طرز عمل ملاحظہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی سرگذشت قید خانہ سے شروع کی اور قید خانہ میں داخل ہونے اور وہاں کی تکالیف کا نام نہیں لیا۔ بلکہ قید خانہ سے نکلنے کا ذکر اللہ کے شکر واحسان کے ساتھ بیان کیا۔ گویا سرگذشتہ کے پہلے جملہ میں قید خانہ سے نجات اور اس پر شکر الٰہی کے ضمن میں یہ بتلا دیا کہ میں کسی وقت قید خانہ میں بھی رہا ہوں۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یوسف علیہ السلام نے جیل خانہ سے نکلنے کا ذکر کیا لیکن بھائیوں نے جس کنوئیں میں ڈالا تھا اس کا اس حیثیت سے بھی ذکر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کنوئیں سے نکالا۔ وجہ یہ کہ بھائیوں کی خطا آپ پہلے معاف کر چکے تھے اور فرما چکے تھے۔ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ یعنی آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔اس لئے مناسب نہ سمجھا کہ اب اس کنوئیں کا کسی طرح ذکر آئے تا کہ بھائی شرمندہ نہ ہوں۔ اس کے بعد دوسرے جملہ میں والدین سے ملاقات کا ذکر اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ کیا کہ کنعان کے ایک دیہات سے مصر میں پہنچا دیا اور تیسرے جملہ میں بھائیوں کے ظلم وجور کو شیطان کے حوالہ کر کے اس طرح بے باق کر دیا کہ میرے بھائی تو ایسے نہ تھے کہ جو یہ کام کرتے شیطان نے ان کو دھوکہ میں ڈال کر یہ فساد کرا دیا۔ یعنی میرے اور بھائیوں کے درمیان جو جھگڑا پیدا ہوا وہ سب شیطان کا ڈالا ہوا تھا۔ شیطان اگر درمیان میں نہ گھستا تو بھائی مجھ سے ہرگز نہ جھگڑتے۔ سبحان اللہ! کیا حسن خلق ہے! یہ ہے شان نبوت کہ مصائب اور تکالیف پر صرف صبر ہی نہیں بلکہ ہر جگہ شکر کا پہلو نکال لیتے ہیں گویا یوسف علیہ السلام نے اپنی داستان مصائب کو تین جملوں میں ختم کر کے اللہ کی عظمت بڑائی اور احسان کو اس طرح ذکر فرمایا۔

اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ

"یعنی بیشک میرا پروردگار جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے کام کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو اس کی لطیف تدبیر سے سب آسان ہو جاتا ہے بیشک وہی علم والا اور حکمت والا ہے وہ ہر چیز کی حکمت اور مصلحت کو خوب جانتا ہے۔ اس کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہے"۔ اب چاہ کنعان سے لے کر اس وقت تک ۴۰ سال گزرے اور قسم قسم کے ابتلا پیش آئے۔ جن کی حکمتیں اور مصلحتیں اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اہل تاریخ کا بیان ہے کہ یعقوب علیہ السلام مصر میں یوسف علیہ السلام کے پاس ۲۴ برس تک نہایت خوشحالی اور فارغ البالی اور کمال راحت وعشرت کے ساتھ رہے۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ ان کے جسد کو شام کی مقدس زمین میں ان کے باپ اسحاق علیہ السلام کی قبر کے پاس دفن کرنا چنانچہ جب یعقوب علیہ السلام نے مصر میں وفات پائی تو یوسف علیہ السلام ان کی وصیت کے موافق ایک تابوت میں ان کے جسد مبارک کو رکھ کر شام لے گئے اور دفن سے فارغ ہو کر مصر واپس آ گئے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا یقین کامل ہم کو بھی نصیب [illegible] اور اپنی نعمتوں کا شکرگزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں۔ یا اللہ! آپ ہی ہر کام میں تدبیر لطیف فرمانے والے ہیں۔ یا اللہ! ہمارے تمام دین دنیا کے کاموں کی تدبیر لطیف فرما کر راست فرما دیجئے۔ اور حسن خاتمہ کی دولت سے ہم سب کو نواز دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمایا اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے

اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

تو میرا کارساز ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اُٹھالے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کرلے۔

رَبِّ اے میرے رب	قَدْ اٰتَيْتَنِيْ تو نے مجھے عطا کیا	مِنَ سے-ایک	الْمُلْكِ ملک	وَعَلَّمْتَنِيْ اور مجھے سکھایا	مِنْ سے	تَاْوِيْلِ انجام نکالنا (تعبیر)	
الْاَحَادِيْثِ باتیں (خواب)	فَاطِرَ پیدا کرنیوالا	السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	وَالْاَرْضِ اور زمین	اَنْتَ تو	وَلِيّٖ میرا کارساز	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	
وَ اور	الْاٰخِرَةِ آخرت	تَوَفَّنِيْ مجھے اٹھا	مُسْلِمًا فرمانبرداری کی حالت میں	وَاَلْحِقْنِيْ اور مجھے ملا	بِالصّٰلِحِيْنَ صالح (نیک بندوں کے) ساتھ		

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو سات سال کی عمر میں بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا۔ پھر قریب چالیس سال باپ سے جدا رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دوبارہ سب کو ملایا تو سب مل جل کر ۲۴ سال تک حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر میں رہے۔ اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔ جب کہ آپ کی عمر ۱۴۷ سال کی تھی۔ جب مصر میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ مجھے ملک شام میں پہنچا کر ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس دفن کرنا۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ آپ کی نعش کو مصری طریقہ کے مطابق حنوط کیا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام مع خاندان کے افراد اور اکابرین مصر کے آپ کی نعش کو لے کر کنعان تشریف لائے اور جسم اطہر کو اپنے برگزیدہ دادا اسحاقؑ اور پردادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں سپردخاک کردیا۔

الغرض حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپ ملک شام میں دفن کئے گئے۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام ۲۳ سال دین ودنیا کی نعمتوں سے مالا مال رہے۔ پھر یوسف علیہ السلام کو بھی آخرت کا شوق ہوا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی جو اس آیت میں بیان فرمائی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا میں حسن خاتمہ کی دعاء خاص طور پر قابل نظر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص ومقبول بندوں کا یہ رنگ ہوتا ہے کہ کتنے ہی درجات عالیہ دنیا اور آخرت کے ان کو نصیب ہوں اور کتنے ہی جاہ ومنصب ان کے قدموں میں ہوں وہ کسی وقت ان پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ ہر وقت اس کی دعائیں مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ظاہری وباطنی نعمتیں موت تک برقرار رہیں بلکہ ان میں اضافہ ہوتا رہے۔ یوسف علیہ السلام کی یہ دعاء تمنائے موت نہ تھی کہ فی الوقت مجھ کو موت آجائے بلکہ مطلب یہ تھا کہ جب وقت مقرر پر میری موت آئے تو وہ موت دین اسلام ہی پر آئے اور الحاق صالحین مجھے میسر ہو بہرحال یہ موت کی دعاء نہیں بلکہ حسن خاتمہ کی دعا ہے اور یہ دعاء ہر مسلمان کو مانگنی چاہئے حسن خاتمہ کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں۔ امام المفسرین امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں اکثر اسی دعا کا ورد رکھتا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات

لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کل ۱۱۰ برس کی عمر

پائی۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بھائیوں کو یا ان کی اولاد کو وصیت فرمائی کہ اگر کبھی تم لوگ مصر کو چھوڑ کر اپنے آبائی ملک شام کو جانے لگو تو میری لاش اپنے ہمراہ لے جانا۔ حسن عقیدہ کی وجہ سے اہل مصر نے آپ کی لاش کو سنگ مرمر کے تابوت میں رکھ کر دریائے نیل کے وسط میں ایک ٹیلہ پر دفن کیا تا کہ اس کی برکت سے دریائے نیل کے ذریعہ تمام مصر سیراب ہوتا رہے۔

قوم بنی اسرائیل کی مصر میں آبادی

بعد وفات یوسف علیہ السلام کے سلطنت مصر سلاطین مصر ہی کی طرف منتقل ہوگئی کیونکہ یوسف علیہ السلام کو گو اختیار سلطنت حاصل ہو گئے تھے مگر باضابطہ تو پہلا بادشاہ ہی بادشاہ رہا تھا اسی لئے یوسف علیہ السلام عزیز مصر کہلاتے تھے۔ چنانچہ انہی سلاطین مصر کے سلسلہ میں تقریباً ۴۰۰ سال بعد وہ فرعون پیدا ہوا جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اور ان برادران یوسف علیہ السلام کی اولاد میں وہ بنی اسرائیل ہوئے جو موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں مصر میں تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا اور آپ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپ کی نعش کا تابوت بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا اور بالآخر یہ مقدس امانت ارض مقدس میں سپرد خاک کی گئی۔ یوسف علیہ السلام کے وقت میں بادشاہ مصر بنی اسرائیل پر بڑا مہربان تھا مگر جو فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا وہ بنی اسرائیل کا سخت دشمن تھا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے فضل و کرم سے ہم کو نبی آخر الزمان اشرف الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرما کر شرف بخشا ہے تو ہم کو اپنے رسول پاک کا اتباع کامل نصیب فرماویں۔ حضور کی سچی محبت وعظمت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہماری دنیا میں بھی کارسازی فرمایئے اور آخرت میں بھی ہمارا بیڑا پار لگایئے۔

یا اللہ! دنیا میں ہم کو اسلام اور ایمان کی زندگی نصیب فرمایئے۔ اور آخرت میں صالحین کے ساتھ ہمارا حشر فرمایئے۔

یا اللہ! آپ نے ہم کو جو ظاہری و باطنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کو مرتے دم تک برقرار رکھئے اور ان میں اپنی رحمت سے اضافہ فرمایئے۔ اور ان پر شکر کی توفیق مرحمت فرمایئے۔

یا فاطر السمٰوٰت والارض. انت و لینا فی الدنیا والاٰخرۃ توفنا مسلماً و الحقنا بالصّٰلحین . آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ

(اے نبیؐ) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو یہ قصہ بتلاتے ہیں اور آپ اُن کے پاس اُس وقت موجود نہ تھے جبکہ اُنہوں نے اپنا ارادہ پختہ کرلیا تھا اور وہ

يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ

تدبیریں کررہے تھے۔اور اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے گو آپ کا کیسا ہی جی چاہتا ہو۔اور آپ اُن سے اس پر کچھ معاوضہ تو نہیں چاہتے۔

اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ

یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کیلئے نصیحت ہے۔اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمان میں اور زمین میں جن پر اُن کا گذر ہوتا رہتا ہے

عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا

اور وہ اُن کی طرف توجہ نہیں کرتے۔اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔سو کیا پھر بھی اس بات سے مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں

اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

کہ اُن پر خدا کے عذاب کی کوئی ایسی آفت آپڑے جو انکو محیط ہوجائے یا اُن پر اچانک قیامت آجاوے اور انکو خبر بھی نہ ہو۔

ذٰلِكَ یہ	مِنْ سے	اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ غیب کی خبریں	نُوْحِيْهِ ہم وہ وحی کرتے ہیں	اِلَيْكَ تمہاری طرف	وَمَا كُنْتَ اور تم نہ تھے	لَدَيْهِمْ انکے پاس	
اِذْ جب	اَجْمَعُوْا انہوں نے جمع کیا	اَمْرَهُمْ اپنا کام	وَهُمْ اور وہ	يَمْكُرُوْنَ چال چل رہے تھے	وَمَا اور نہیں	اَكْثَرُ النَّاسِ اکثر لوگ	
وَلَوْ اگرچہ	حَرَصْتَ تم چاہو	بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	وَمَا تَسْئَلُهُمْ اور تم نہیں مانگتے ان سے	عَلَيْهِ اس پر	مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر		
اِنْ هُوَ یہ نہیں	اِلَّا مگر	ذِكْرٌ نصیحت	لِلْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں کیلئے	وَ اور	كَاَيِّنْ کتنی ہی	مِنْ اٰيَةٍ نشانیاں	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں
وَالْاَرْضِ اور زمین	يَمُرُّوْنَ وہ گزرتے ہیں	عَلَيْهَا ان پر	وَهُمْ لیکن وہ	عَنْهَا اس سے	مُعْرِضُوْنَ منہ پھیرنے والے	وَمَا يُؤْمِنُ اور ایمان نہیں لاتے	
اَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر	بِاللّٰهِ اللہ پر	اِلَّا مگر	وَهُمْ اور وہ	مُشْرِكُوْنَ مشرک (جمع)	اَفَاَمِنُوْا پس کیا وہ بے خوف ہوگئے	اَنْ تَاْتِيَهُمْ کہ ان پر آئے	
غَاشِيَةٌ چھا جانیوالی (آفت)	مِنْ سے	عَذَابِ اللّٰهِ اللہ کا عذاب	اَوْ یا	تَاْتِيَهُمُ ان پر آ جائے	السَّاعَةُ گھڑی (قیامت)	بَغْتَةً اچانک	
وَهُمْ اور وہ	لَا يَشْعُرُوْنَ انہیں خبر نہ ہو						

یہ واقعہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے

قصہٗ یوسف علیہ السلام کے خاتمہ پر اب ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سرگذشت میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہ سرتاسر غیب کی باتیں ہیں۔حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کے یہ سارے واقعات آپ کو معلوم نہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ انہیں ظاہر کیا۔برادران یوسف جب ان کے باپ سے جدا کرنے اور کنوئیں میں ڈالنے کی تدبیریں اور مشورہ کررہے تھے تو آپ ان کے پاس موجود نہ تھے کہ ان کی باتیں سنتے اور حالات کا معائنہ کرتے۔پھر ایسے صحیح واقعات بجز وحی الٰہی کے آپ کو کس نے بتائے۔

سینکڑوں برس پہلے کا واقعہ ہے اور عرب میں عام طور پر لوگ اس سے واقف نہ تھے۔ پھر آپ رسمی طور پر لکھے پڑھے بھی نہ تھے۔ نہ کسی ظاہری معلم نہ استاد سے پڑھنے پڑھانے کی نوبت آئی۔ نہ ان حقائق کی اتنی تفصیل گذشتہ کتابوں میں ہے۔ ایسی صورت میں یہ تفصیلی واقعات سوائے خدائے ذوالجلال کے کس نے معلوم کرائے گویا یہ بات قرآن کی حقانیت اور آپ کی صداقت کی واضح دلیل ہے مگر اس کے باوجود اکثر لوگ تصدیق نہ کریں گے۔ باوجودیکہ آپ کی صداقت پر ایسے واضح دلائل موجود ہیں پھر بھی جو ایمان لانے والے نہیں وہ کسی طرح ایمان لانے والے نہیں۔

منکرین کے ایمان نہ لانے سے آپ کا کوئی نقصان نہیں ہوا

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے کہ جو آپ کو نہیں مانتے نہ مانیں۔ آپ کا کیا نقصان ہے۔ کچھ تبلیغ کا معاوضہ یا تنخواہ تو آپ ان سے چاہتے نہیں کہ وہ بند کرلیں گے۔ نصیحت اور فہمائش تھی سو وہ ہوگئی اور ہو رہی ہے آپ ہدایت و رہنمائی کا کوئی معاوضہ تو ان سے طلب نہیں کرتے۔ نہ عزت نہ حکومت نہ مال نہ کوئی اور ذاتی فائدہ جو کچھ آپ کہتے ہیں انہی کے فائدہ کے لئے کہتے ہیں۔ عذاب الٰہی سے بچانے کے لئے یہ قرآن نازل کیا گیا ہے اس میں تمام دنیا کی ہدایت کے لئے قوانین نصیحت موجود ہیں۔ تو چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ راہ راست پر آتے۔ نصیحت حاصل کرتے۔ عبرت پکڑتے اور نجات حاصل کرتے مگر انتہائی حماقت ہے کہ ایسی صورت میں بھی آپ کی نصیحت و تعلیم کی یہ لوگ یعنی مشرکین مکہ قدر نہیں کرتے۔ اگر آپ یہ چاہیں کہ منکرین حق آپ کی سچائی کی یہ واضح دلیل دیکھ کر ایمان لے آئیں تو جو ماننے والے نہیں وہ کبھی نہیں مانیں گے۔

مشرکین و منکرین کو تنبیہ

یہاں بظاہر ان آیات میں خطاب تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر تنبیہ مقصود ہے مشرکین مکہ کی جنہوں نے نبوت کی آزمائش اور امتحان کے لئے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اگر تم نبی ہو تو بتاؤ بنی اسرائیل کے مصر جانے کا کیا واقعہ ہے۔ اس کے جواب میں ان کو وہیں اسی وقت پورا قصہ سنا دیا گیا مگر یہ اپنا منہ مانگا ثبوت مل جانے پر بھی مان کر نہیں دیتے تو کتنی بڑی ہٹ دھرمی ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جیسے یہ لوگ منکر نبوت ہیں اسی طرح باوجود دلائل کے منکر توحید بھی ہیں۔ قدرت کی بہت سی نشانیاں، وحدانیت کی بہت سی گواہیاں دن رات ان منکرین کے سامنے ہیں۔ آسمان کے ہر ستارے سے، سمندر کے ہر قطرے سے، زمین کے ہر ذرہ سے۔ پہاڑوں کے پتھر سے، درختوں کے ہر پتہ سے اللہ کی ربوبیت والوہیت ٹپک رہی ہے اور توحید کے دلائل موجود ہیں مگر یہ منکرین غفلت کی حالت میں ہر چیز کی طرف سے گزر جاتے ہیں اور قدرت کی خاموش آواز کو کان دھر کر نہیں سنتے اور توحید الٰہی میں غور وفکر نہیں کرتے۔ کیا یہ اتنا وسیع آسمان کیا یہ اس قدر پھیلی ہوئی زمین کیا یہ روشن ستارے۔ یہ گردش والا چاند و سورج، یہ درخت، یہ پہاڑ، یہ کھیتیاں اور سبزیاں، یہ تلاطم برپا کرنے والے سمندر اور یہ ہمہ وقت چلنے والی ہوائیں یہ مختلف قسم کے رنگا رنگ کے میوے۔ یہ الگ الگ غلہ و اناج۔ کیا قدرت کی یہ بے شمار نشانیاں ایک عقلمند کے اس قدر بھی کام نہیں آسکتیں۔ کہ وہ ان سے اپنے خدا کی ذات کو پہچان لے اور اس کی صفات وقدرت کا قائل ہو جائے۔

گویا ایک مختصر سے جملہ سے منکرین کو ان کی غفلت پر متنبہ کیا جا رہا ہے کہ زمین اور آسمان کی ہر چیز بجائے خود محض ایک چیز ہی نہیں ہے بلکہ ایک نشانی بھی ہے جو حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ جو لوگ ان چیزوں کو محض چیز ہونے کی حیثیت سے دیکھتے ہیں وہ انسانوں کا سا دیکھنا نہیں بلکہ جانوروں کا سا دیکھنا دیکھتے ہیں۔ درخت کو درخت پہاڑ کو پہاڑ پانی کو پانی تو جانور بھی دیکھتا ہے اور اپنی اپنی ضرورت کے لحاظ سے ہر جانور ان چیزوں کا مصرف بھی جانتا ہے مگر جس مقصد کے لئے انسان کو حواس کے ساتھ سوچنے والا دماغ بھی دیا گیا ہے وہ صرف اسی حد تک نہیں ہے کہ آدمی ان چیزوں کو

دیکھے اوران کا مصرف اور استعمال معلوم کرے بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی حقیقت کی جستجو کرے اوران نشانیوں کے ذریعہ سے اپنے معبود حقیقی کا سراغ لگائے اوراس کی معرفت حاصل کرے۔

توحید کے بعض دعویدار مشرک ہیں

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کے شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔پس بدون توحید کے خدا کا ماننا مثل نہ ماننے کے ہے۔مشرکین عرب سے پوچھا جاتا کہ تم کو کس نے پیدا کیا ہے۔اور آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ سب کا خالق اللہ ہے لیکن پھر بھی اس کے سوا دوسروں کواس کے ساتھ اس کا شریک ٹھہرانے اور صفات الٰہیہ کا وجود غیر اللہ میں بھی مانتے اور اسی لئے بت پرستی کرتے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت کا اشارہ قریش مکہ کے حق میں ہوا تھا مگر اکثر مفسرین کا یہ خیال ہے کہ آیت کا مورد کوئی خاص نہیں اور خاص ہو بھی تب بھی حکم عام ہے۔اس طرح خواہ وہ مشرکین عرب ہوں جو بت پرستی کرتے تھے یا صابئ ہوں جو ستارہ پرست تھے۔ یا مجوسی ہوں جو آتش پرست تھے یا یہودی ہوں جو حضرت عزیر کو ابن اللہ یقین کرتے تھے۔یا عیسائی ہوں جو حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا جانتے تھے۔سب اس آیت کے ذیل میں داخل ہیں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قیامت تک جو شخص بھی صفات الٰہیہ کا وجود کسی غیر میں ثابت کرے اور تصرفات خداوندی کا مالک دوسروں کو جانے۔ایسا شرک آمیز ایمان کسی طور پر قابل قبول نہیں۔اور نہ لائق اعتبار ہے۔پس یہ لوگ اللہ کے ساتھ بھی کفر کرتے ہیں اور نبوت کے ساتھ بھی کفر کرتے ہیں۔

مشرکین کے لئے وعید

آگے وعید اور ترہیب کے طور پر فرمایا کہ کیا ان مشرکوں کو اس بات کا خوف نہیں کہ دنیا ہی میں اللہ کی طرف سے کوئی عذاب آسکتا ہے جس کو ان کے باطل معبود دفع نہیں کر سکتے۔یا موت کا وقت آجائے اور ان کو اس کی کسی علامت کا پیشتر سے احساس بھی نہ ہو اس وقت یہ کیا کر سکتے ہیں اور کس طرح عذاب الٰہی سے بچ سکتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان مشرکین کو ڈرنا اور کفر کو چھوڑ دینا چاہئے۔

خلاصۂ آیات

یہاں اس بات کا صاف اعلان کیا گیا ہے کہ قرآن پاک کل دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے۔کسی قوم اور کسی ملک کی تخصیص نہیں۔اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام عالم کے لئے ہے خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی۔نیز ان آیات میں قدرت پر گہری نظر ڈالنے' اور ان سے معرفت الٰہی حاصل کرنے کی لطیف تعلیم دی گئی ہے اور شرک آمیز ایمان کے نا قابل اعتبار ہونے کی صراحت فرمائی گئی ہے۔اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر کسی فعل یا عقیدہ میں شرک کی بو بھی آتی ہو تو اس سے گریز کریں تا کہ کہیں ان کی توحید شرک آمیز نہ ہو جائے اور پھر تمام کیا کرایا برباد ہو جائے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے جب ہمیں اپنے فضل وکرم سے اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے تو اس پر ہم کو استقامت نصیب فرمائیں۔اور توحید حقیقی جو ہر طرح کے شرک سے بالکل پاک ہو ہم کو نصیب فرمائیں اور اس دنیا میں بھی اپنے عذاب سے محفوظ فرماویں۔اور آخرت میں بھی مامون فرماویں یا اللہ! ہم کو دنیا میں ہر شے سے آپ کی معرفت نصیب ہو اور آپ کے ذکر وفکر کی توفیق دائمی نصیب ہو۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ

آپ فرمادیجئے کہ یہ میرا طریق ہے میں خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں دلیل پر قائم ہوں میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی اور اللہ (شرک سے) پاک ہے

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ

اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے جتنے (رسول) بھیجے سب آدمی ہی تھے جن کے پاس ہم وحی بھیجتے تھے۔

مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

تو کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے (کافر) ہوگزرے ہیں اور البتہ عالم آخرت ان لوگوں کیلئے نہایت

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَايْــــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا

بہبودی کی چیز ہے جو احتیاط رکھتے ہیں سو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ یہاں تک کہ جب پیغمبر مایوس ہوگئے۔ اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہوگیا۔

اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ

کہ ہمارے فہم نے غلطی کی اُن کو ہماری مدد پہنچی پھر ہم نے جس کو چاہا وہ بچالیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا۔

الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى

ان (انبیاء وامم سابقین) کے سابقہ قصہ میں سمجھ دار لوگوں کیلئے عبرت ہے یہ قرآن (جس میں یہ قصے ہیں) کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں

وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

بلکہ اس سے پہلے جو کتابیں ہوچکی ہیں یہ اُن کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر (ضروری) بات کی تفصیل کرنے والا ہے اور ایمان والوں کیلئے ذریعۂ ہدایت اور رحمت ہے۔

قُلْ آپ کہہ دیں	هٰذِهٖ یہ	سَبِيْلِيْ میرا راستہ	اَدْعُوْٓا میں بتلاتا ہوں	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	عَلٰى بَصِيْرَةٍ دانائی پر (سمجھ بوجھ کے مطابق)	اَنَا میں	
وَمَنِ اور جو جس	اتَّبَعَنِيْ میری پیروی کی	وَ اور	سُبْحٰنَ اللّٰهِ اللہ پاک ہے	وَمَآ اَنَا اور میں نہیں	مِنَ سے	الْمُشْرِكِيْنَ مشرک جمع	وَ اور
مَآ اَرْسَلْنَا ہم نے نہیں بھیجا	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	اِلَّا مگر۔صرف	رِجَالًا مرد	نُّوْحِيْٓ ہم وحی بھیجتے تھے	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	مِنْ سے	
اَهْلِ الْقُرٰى بستیوں والے	فَلَمْ يَسِيْرُوْا پس انہوں نے سیر نہیں کی	فِي الْاَرْضِ زمین (ملک) میں	فَيَنْظُرُوْا پس وہ دیکھتے	كَيْفَ کیسا۔کیا	كَانَ ہوا		
عَاقِبَةُ انجام	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	وَ اور	لَدَارُ الْاٰخِرَةِ البتہ آخرت کا گھر	خَيْرٌ بہتر	لِّلَّذِيْنَ ان کیلئے جو	
اتَّقَوْا انہوں نے پرہیز کیا	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ پس کیا تم سمجھتے نہیں	حَتّٰٓى یہاں تک	اِذَا جب	اسْتَايْــــَٔسَ مایوس ہونے لگے	الرُّسُلُ رسول (جمع)		
وَظَنُّوْٓا اور انہوں نے گمان کیا	اَنَّهُمْ کہ وہ	قَدْ كُذِبُوْا ان سے جھوٹ کہا گیا	جَاۗءَهُمْ اُن کے پاس آئی	نَصْرُنَا ہماری مدد	فَنُجِّيَ پس بچادیے گئے		
مَنْ جنہیں	نَّشَاۗءُ ہم نے چاہا	وَ اور	لَا يُرَدُّ نہیں پھیرا جاتا	بَاْسُنَا ہمارا عذاب	عَنِ سے	الْقَوْمِ قوم	الْمُجْرِمِيْنَ مجرم (جمع)
لَقَدْ البتہ	كَانَ ہے	فِيْ میں	قَصَصِهِمْ ان کے قصے	عِبْرَةٌ عبرت نصیحت	لِّاُولِي الْاَلْبَابِ عقلمندوں کے لئے	مَا كَانَ نہیں ہے	حَدِيْثًا بات
يُّفْتَرٰى بنائی ہوئی							

وَلٰكِنْ اور لیکن	تَصْدِيْقَ تصدیق	الَّذِيْ وہ جو	بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے (اپنے سے) پہلی	وَتَفْصِيْلَ اور تفصیل (بیان)	كُلِّ ہر	شَيْءٍ بات
وَهُدًى اور ہدایت	وَرَحْمَةً اور رحمت	لِّقَوْمٍ لوگوں کے لئے	يُّؤْمِنُوْنَ جو ایمان لاتے ہیں			

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی وضاحت

یہ سورۂ یوسف مکیہ کی خاتمہ کی آیات ہیں۔اب واضح الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا حکم دیا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صاف طور پر کہہ دیجئے کہ خالص توحید کا اقرار اور شرک سے بیزاری یہی میری راہ زندگی ہے۔یہی میری سنت اور یہی میرا طریق ہے۔اللہ کی ذات وصفات پر ایمان لانے کی ہی میں دعوت دیتا ہوں اور میں بھی اسی عقیدہ وعمل پر قائم ہوں یعنی میں تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں کہ سب خیالات واوہام کو چھوڑ کر ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف آئیں۔اس کی توحید اس کی صفات وکمالات اور اس کے احکام وغیرہ کی صحیح معرفت صحیح راستہ سے حاصل کریں۔میں اور میرے پیروکار ساتھی اسی سیدھے راستہ پر حجت وبرہان اور بصیرت ووجدان کی روشنی میں چل رہے ہیں۔ہماری یہ راہ زندگی اور دعوت توحید ایمان بلا سوچے سمجھے اندھا دھند نہیں بلکہ خوب سوچ کر دلائل وبراہین کی روشنی میں ہم نے اس کو اختیار کیا اور دانش وبصیرت کے ساتھ ہی دوسروں کو اس راہ پر چلنے کو بلاتے ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ کو تمام عیوب ونقائص سے پاک اور ہر قسم کے شرک سے مبرا جانتے ہیں اور کسی طرح ہم مشرکوں کے گروہ میں سے ہونا پسند نہیں کرتے۔

کافروں کے ایک شبہ کا جواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کافروں کو شبہ تھا اور کہتے تھے کہ اللہ کا پیغمبر کوئی انسان ہو یہ کسی طرح ہو نہیں سکتا۔خدا کا پیغام آدمی کے پاس کس طرح آسکتا ہے۔آدمی آدمی ہے اور خدا خدا ہے۔کفار کے اس شبہ کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے آدمیوں ہی کو پیغمبر بنایا تھا پہلے بھی آسمان کے فرشتوں کو نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا۔انبیائے سابقین انہی انسانی بستیوں کے رہنے والے مرد تھے۔جن کے پاس اللہ تعالیٰ وحی بھیجتے چلے آئے ہیں اور وہ آدمی بھی انہیں بستیوں کے رہنے والے تھے۔کسی اجنبی نوع کے افراد نہ تھے۔نہ انسانیت عامہ سے کوئی جداگانہ شکل رکھتے تھے۔پھر ان کے موافق بھی ہوئے اور مخالف بھی۔کچھ لوگوں نے ان کی ہدایت کے موافق عمل کیا۔شرک ومعاصی کو ترک کیا اور ممنوعات سے گریز کیا۔کچھ لوگوں نے سرکشی کی پھر نافرمانوں کا کیا انجام ہوا؟ اس کو ذرا چل کر یعنی شام، عراق، فلسطین وغیرہ میں دیکھو انبیاء کے جھٹلانے والوں کا کیا نتیجہ ہوا؟ حالانکہ دنیا میں کافروں کو بھی بسا اوقات عیش نصیب ہو جاتا ہے لیکن آخرت کی بہتری تو خالص انہی کے لئے ہے جو شرک وکفر سے پرہیز کرتے ہیں۔گویا یہ تنبیہ ہے کفار مکہ کو کہ اگلوں کے احوال سے عبرت حاصل کریں۔اور اس بات کو سمجھو کہ آخرت کی بھلائی اور نیکی انہیں کے لئے ہے جو شرک اور کفر سے پرہیز کرتے ہیں اور توحید اختیار کرتے ہیں۔تو جو لوگ ہدایت انبیاء پر چلے اور ایمان کیساتھ تقویٰ اختیار کیا ان کو تو دنیوی اور اخروی فلاح حاصل ہوئی۔

کافروں کا انجام

اور جو سرکش ایمان نہ لائے اور فوری عذاب بھی ان پر نازل نہیں ہوا اور وہ برابر کفر پر جمے رہے ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان کی یہ حالت ہوئی کہ انبیا نے انتہائی تبلیغ کی۔خدا کے احکام پہنچائے۔نافرمانی اور فرمانبرداری کے نتائج دکھائے۔مگر سرکش طبقہ سرکشی سے باز نہ آیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ پیغمبروں کو ان کے ایمان کی طرف سے ناامیدی ہوگئی اور پیغمبروں نے یقین کرلیا

کہ اب یہ ہماری رسالت کی تصدیق نہ کریں گے اس وقت اللہ تعالیٰ کی مدد اور غضب کا دریا جوش میں آیا۔ غیب سے انبیاء کی مدد کی گئی۔ جن لوگوں کو بچانا مقصود تھا ان کو بچالیا گیا اور باقی گروہ کو غضب کے عذاب میں مبتلا کیا گیا۔

قرآن میں مذکورہ واقعات کا مقصد

خاتمہ پر آخری آیت میں بتلایا گیا کہ نبیوں کے واقعات' ایمان والوں کی نجات' کافروں کی ہلاکت کے قصے جو قرآن پاک میں بیان کئے گئے ہیں یہ عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت و نصیحت والے ہیں اور اس سے عقلمندوں کو سبق لینا چاہئے کہ کفرو بداعمالی کا نتیجہ برا اور ایمان و عمل صالح کا انجام اچھا ہے اور یہ قرآن جس میں یہ قصے ہیں کوئی تراشی ہوئی اور بناوٹی بات تو ہے نہیں۔ بلکہ تمام پہلی سچائیوں کی تصدیق کرنے والا اور ہر ضروری چیز کو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ جن قواعد وضوابط کی زندگی میں ضرورت پڑتی ہے سب کو قرآن نے بیان کیا ہے اور حق و باطل' خیر وشر کا امتیاز کر دیا۔ سیدھا راستہ بتادیا اور کجراہی سے بچنے کا حکم دیا۔ مفید اور مضر میں فرق کر دیا۔ اب جو لوگ اس کو سچا مان کر اس کے اصول پر چلیں گے ان کے لئے قرآن رحمت مجسم ہے۔ ان کے ظاہری و باطنی اخلاق کا تزکیہ ہو جائے گا کا۔ بی و کامرانی کی راہیں ان کے سامنے کھل جائیں گی اور دین و دنیا کی فلاح ان کو حاصل ہوگی۔ گویا چار خصوصی اوصاف قرآن پاک کے یہاں بیان کئے گئے ہیں ایک گذشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور یہ اس کے آسمانی کتاب ہونے کی دلیل ہے۔ دوسرے قرآن کے اندر اصلاح عقائد کے اصول اور عملی زندگی کو شائستہ بنانے کے کل قوانین وقواعد صاف صاف موجود ہیں۔ تیسرے قرآن لوگوں کو ہدایت کی تعلیم دیتا ہے' سچائی کی تلقین کرتا ہے اور نیک بننے کی ترغیب دیتا ہے۔ چوتھے جو لوگ اس کو سچا جانتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں ان کی دونوں جہان کی زندگیاں سدھر جاتی ہیں۔ قرآن ان کے لئے رحمت مجسم ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے اپنی رحمت سے ہم کو قرآن جیسی کتاب سے نوازا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اشرف الانبیاء والمرسلین کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ یا اللہ ہم کو ان نعمتوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنی کتاب کی سچی عظمت اور محبت عطا فرما اور ظاہر میں اور باطن میں قرآن پاک کا اتباع نصیب فرما۔ اور دین و دنیا میں اس کو ہمارے لئے باعث رحمت وہدایت بنا۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

المرا۔ یہ آیتیں ہیں ایک بڑی کتاب (یعنی قرآن) کی اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ بالکل سچ ہے اور لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے۔

يُؤْمِنُوْنَ ۝۱ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

اللہ ایسا (قادر) ہے کہ اُس نے آسمانوں کو بدون ستون کے اُونچا کھڑا کر دیا چنانچہ تم آسمانوں کو دیکھ رہے ہو پھر عرش پر قائم ہوا

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگا دیا۔ ہر ایک ایک وقتِ معین پر چلتا رہتا ہے وہی (اللہ) ہر کام کی تدبیر کرتا ہے (اور) دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے

لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲

تا کہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا یقین کر لو۔

الٓمّٓرٰ الف لام میم را	تِلْكَ یہ	اٰيٰتُ آیتیں	الْكِتٰبِ کتاب	وَالَّذِيْٓ اور وہ جو کہ	اُنْزِلَ اُتارا گیا	اِلَيْكَ تمہاری طرف	مِنْ رَّبِّكَ تمہارے رب کی طرف سے
الْحَقُّ حق	وَلٰكِنَّ اور لیکن (مگر)	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے	اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْ وہ جس نے	رَفَعَ بلند کیا	
السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	بِغَيْرِ عَمَدٍ کسی ستون کے بغیر	تَرَوْنَهَا تم اسے دیکھتے ہو	ثُمَّ پھر	اسْتَوٰى قرار پکڑا	عَلَى الْعَرْشِ عرش پر		
وَسَخَّرَ اور کام پر لگایا	الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	كُلٌّ ہر ایک	يَّجْرِيْ چلتا ہے	لِاَجَلٍ ایک مدت	مُّسَمًّى مقررہ	يُدَبِّرُ تدبیر کرتا ہے
الْاَمْرَ کام	يُفَصِّلُ وہ بیان کرتا ہے	الْاٰيٰتِ نشانیاں	لَعَلَّكُمْ تا کہ	تم بِلِقَآءِ ملنے کا	رَبِّكُمْ اپنا رب	تُوْقِنُوْنَ تم یقین کر لو	

سورۂ رعد کا زمانۂ نزول' وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کے دوسرے رکوع کی ایک آیت میں رعد کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں بادل کی گرج۔ علامت کے طور پر یہی سورۃ کا نام ہو گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور قیام مکہ کے آخری دور کی سورتوں میں سے ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی تیرہویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۹۰ لکھا ہے۔

اس میں چھ رکوع ۴۳ آیات۔ ۸۶۳ کلمات اور ۳۶۱۴ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

سورۂ رعد کا موضوع

تمام مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید' رسالت' وحی' آخرت' جزا و سزا وغیرہ کا بیان ہے۔ اس سورۃ کا مدعا پہلی ہی آیت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں وہ سب حق ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ مگر یہ اکثر لوگوں کی غلطی اور ہٹ دھرمی ہے کہ اسے قبول نہیں کرتے اور غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔ اس سورت میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یہ قرآن سراسر سچی اور اصلی باتوں پر منحصر ہے اور سراسر حقیقت کا اظہار ہے۔ یہ انسان کے پاس اس کے پیدا کرنے والے اور پالنے والے احکم الحاکمین کا پیغام لے کر آیا ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کتاب دے کر تمام انسانوں کی

ہدایت کے لئے بھیجا ہے اس لئے بتایا گیا ہے کہ اس کی سچائی میں شبہ مت کرو۔ یہ کتاب بتاتی ہے کہ عالم کی تمام چیزوں کا بنانے والا اور پیدا کرنے والا ایک اللہ عزوجل ہے۔ لیکن جائے تعجب ہے کہ اکثر لوگ ایسی جامع اور کامل کتاب کو بھی نہیں مانتے اور جو اس کتاب کو نہیں مانتا آخر وہ پھر کس کتاب کو مانے گا۔ اس سلسلہ میں بار بار مختلف طریقوں سے توحید و رسالت کی حقانیت ثابت کی گئی ہے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لئے کہا گیا کہ لوگوں کو چاہئے کہ اس کتاب پر ایمان لائیں۔ درمیان میں جا بجا مخالفین اور منکرین نبوت کے شبہات و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ اور ان کے شبہات کو رفع کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس سورۃ میں اللہ کی وحدانیت اور اس کی صفات کی تشریح کی گئی ہے اور پھر انسان کے لئے اللہ و رسول، قرآن، ملائکہ، آخرت، جنت، دوزخ پر ایمان لانا اس کی نجات کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

الٓمّٓرٰ کی وضاحت

سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات الٓمّٓرٰ سے کی گئی ہے۔ حروف مقطعات کی تشریح ابتدائے سورۂ بقرہ اور گذشتہ سورتوں کے بیان میں ہو چکی ہے۔ جس کا خلاصہ یہی ہے کہ ان حروف کے اندر جو حقائق پوشیدہ ہیں ان کا واقعی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ یا اللہ! تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ عام امت کو اس کے معنی کا علم نہیں دیا گیا اور عام امت کو اس کی تحقیق میں پڑنا مناسب بھی نہیں۔ جس جس سورۃ کے اول میں یہ حروف مقطعات آئے ہیں وہاں عموماً یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن کلام خدا ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ چنانچہ یہاں بھی ان حروف کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ جو کچھ اس سورۃ میں پڑھا جانے والا ہے وہ عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں۔ یہ کتاب جو آپ پر پروردگار کی طرف سے اتاری گئی ہے یقیناً حق و صواب ہے لیکن جائے تعجب ہے کہ ایسی صاف اور واضح حقیقت کے ماننے سے بھی بہت لوگ انکار کرتے ہیں مشرکین مکہ اور عام کفار کا خیال تھا کہ قرآن کلام الٰہی نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نعوذ باللہ اپنے دل و دماغ سے تراشیدہ اور گھڑا ہوا ہے۔ اس خیال کو قرآن پاک میں جا بجا حق تعالیٰ نے رد فرمایا ہے یہاں بھی اسی کا ازالہ کیا گیا ہے۔

قرآن کی حقانیت

اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی تفہیم

اور سورۃ کی ابتداء ہی اس اعلان کے ساتھ ہوتی ہے کہ قرآن الہامی کتاب ہے اللہ کی جانب سے نازل ہوئی ہے اور امر حق ہے۔ اس طرح حقیقت قرآن واضح فرما دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ہستی۔ اس کی وحدانیت، کمال قدرت اور عظمت و سلطنت اور آخرت کی زندگی پر ان اور اگلی آیات میں استدلال کیا جا رہا ہے اور یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ آسمان و زمین کی ہر چیز کسی ایسی ہستی کی موجودگی کی شہادت دے رہی ہے۔ جس نے جو کچھ بنایا ہے عجیب مصلحتوں اور حکمتوں کے ساتھ بنایا ہے اور یہاں کا ذرہ ذرہ اس کی تدبیر اور انتظام سے چل رہا ہے اور جس نے ایسی عظیم الشان مخلوق کو پیدا کیا ہے اسے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

تخلیق ارض و سماء سے قدرت الٰہی پر استدلال

چنانچہ بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلا ستون کے بلند فرمایا یعنی اس دنیا کی ایسی عظیم الشان بلند او رمضبوط چھت اللہ تعالیٰ نے بنائی جسے تم دیکھتے ہو اور لطف یہ کہ کوئی ستون یا کھمبا دکھائی نہیں دیتا جس پر اتنی بڑی ڈاٹ کھڑی کی گئی۔ بجز اس کے کیا کہا جائے کہ محض قدرت خداوندی کے سہارے اس کا قیام ہے۔ قرآن پاک میں ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمان کا تھامنا اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ آسمان بلا کسی روک تھام کے محض اللہ کی قدرت سے رکا ہوا ہے۔ اسی طرح سے زمین بلا ستون خالص خدا کی قدرت سے قائم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عرش پر جلوہ افروزی

پھر بتایا گیا کہ عرش پر جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اللہ تعالیٰ اس طرح قائم اور جلوہ فرما ہوا جو اس کی شان کے لائق ہے یہ جملہ

یعنی ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ قرآن پاک میں حسب موقع سات جگہ آیا ہے (۱) سورۂ اعراف میں (۲) سورۂ یونس میں (۳) آیات زیر تفسیر یعنی سورۂ رعد میں (۴) سورۂ طٰہٰ میں (۵) سورۂ فرقان میں (۶) سورۂ سجدہ میں (۷) سورۂ حدید میں۔ اس جملہ کی ضروری تشریح سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں کی جا چکی ہے۔

یہ جملہ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ متشابہات میں سے ہے۔ خدا تعالیٰ کا عرش عظیم پر جلوہ اور قائم فرما ہونا اس کی شان کے لائق ہے جس کی حقیقت خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور عرش پر قائم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ خداوند قدوس بادشاہ کی طرح تخت پر بیٹھا ہوا ہے کیونکہ یہ تو صفت جسم ہے جو وضع اور ہیئت کے ساتھ موصوف ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ عرش پر قائم ہونے یا قرار پانے سے یہ مراد ہے کہ عرش سے لے کر فرش تک اور فرش سے لے کر تحت الثریٰ تک سب اسی کے قبضہ قدرت و تصرف میں ہے۔ اور یہ جملہ اللہ تعالیٰ کے تخت حکومت پر ایسی طرح قابض ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کوئی حصہ اور گوشہ اس کے اقتدار سے باہر نہ رہے اور نہ قبضہ و تسلط میں کسی قسم کی مزاحمت اور گڑبڑی پائی جائے۔ سب کام اور انتظام برابر ہو۔ حق تعالیٰ کے اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ میں یہ حقیقت اور غرض و غایت بدرجۂ کمال موجود ہے یعنی آسمان و زمین پر کامل قبضہ و اقتدار اور ہر قسم کے مالکانہ و شہنشاہانہ تصرفات کا حق بے روک ٹوک اسی کو حاصل ہے۔

چاند و سورج وغیرہ سے آخرت پر استدلال

آگے فرمایا گیا کہ چاند اور سورج سب فرمان الٰہی کے تابع ہیں اور ان کی رفتار مقدار مقررہ پر ہے یعنی مقررہ رفتار سے نہ کوئی آگے ہٹتا ہے نہ پیچھے ہٹتا ہے۔ ہر ایک کی چال اور منازل کے درجات مقررہ ہیں۔ اور قیامت تک اسی چال سے چلتے رہیں گے۔ اسی طرح تمام عالم کی چیزوں کے لئے اس نے قاعدہ اور قانون مقرر کر رکھے ہیں جن کے مطابق ہر چیز اپنا اپنا کام انجام دے رہی ہے۔ اس مکمل اور حیرت انگیز نظام کی نشانیاں اللہ عزوجل نے تفصیل کے ساتھ ظاہر کر دی ہیں تا کہ ان کو دیکھ کر انسانوں کو اللہ کے پاس جانے کا یقین ہو جائے۔ یہاں جن آثار کائنات کو پیش کیا گیا ہے ان کی یہ شہادت تو بالکل ظاہر ہے کہ اس عالم کا خالق اور مدبر ایک ہی ہے لیکن یہ بات کہ موت کے بعد دوسری زندگی۔ اور عدالت الٰہی میں انسان کی حاضری اور جزا و سزا کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبریں دی ہیں ان کے برحق ہونے پر بھی یہی آثار شہادت دیتے ہیں اور اس حقیقت پر خصوصیت کے ساتھ متنبہ کیا گیا ہے کہ اپنے رب کی ملاقات کا یقین بھی تم کو انہی نشانیوں پر غور کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ جب اس عظیم الشان نظام سے ہم کو یہ شہادت ملتی ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا کمال درجہ کا حکیم ہے تو اس کی حکمت سے یہ بات بہت بعید معلوم ہوتی ہے کہ وہ انسان کو ایک ذی عقل و شعور اور صاحب اختیار و ارادہ مخلوق بنانے کے بعد اور اپنی زمین کی بے شمار چیزوں پر تصرف کی قدرت عطا کرنے کے بعد اس کے کارنامۂ زندگی کا حساب نہ لے۔ ظالموں سے باز پرس اور مظلوموں کی دادرسی نہ کرے۔ نیکو کاروں کو جزا اور بدکاروں کو سزا نہ دے اور اس انسان سے کبھی یہ پوچھے ہی نہیں کہ جو بیش قیمت امانتیں میں نے تیرے سپرد کی تھیں ان کے ساتھ تو نے کیا معاملہ کیا۔ ایک باخبر مدبر، منصف اور طاقت ور گورنمنٹ باغیوں اور مجرموں کو ہمیشہ کے لئے یونہی آزاد نہیں چھوڑے رکھتی۔ اسی طرح وفادار، امن پسند رعایا کی راحت رسانی سے چشم پوشی نہیں اختیار کرتی۔ تو پھر کیسے ممکن ہے کہ خداوند قدوس جو زمین و آسمان کے تخت کا تنہا مالک اور اپنی تدبیر و حکمت سے تمام مخلوقات کا انتظام اس خوش اسلوبی سے قائم رکھنے والا ہو وہ مطیع اور عاصی کو یونہی مہمل چھوڑ دے۔ ضرور ہے کہ ایک دن وفاداروں کو وفاداری کا صلہ ملے اور مجرم اپنی سزا کو پہنچیں۔ پھر جب اس زندگی میں مطیع اور عاصی کے درمیان ہم ایسی صاف تفریق نہیں دیکھتے تو یقیناً ماننا پڑے گا کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے جس میں سب کو آسمانی عدالت کے سامنے حاضر ہو کر عمر بھر کے اعمال کا پھل چکھنا ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ

اور وہ ایسا ہے کہ اُس نے زمین کو پھیلایا۔اور اس (زمین) میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کیے

فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ وَفِی الْاَرْضِ

شب (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو چھپا دیتا ہے ان امور (مذکورہ) میں سوچنے والوں کیلئے (توحید پر) دلائل (موجود) ہیں اور زمین میں

قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ

پاس پاس (اور پھر) مختلف قطعے ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جن میں بعضے تو ایسے ہیں کہ ایک تنہ سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں اور بعضے میں دو تنے نہیں ہوتے'

وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾

سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے۔اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں'ان امور میں سمجھداروں کے واسطے دلائل ہیں۔

وَهُوَ اور وہی	الَّذِیْ وہ۔جس	مَدَّ پھیلایا	الْاَرْضَ زمین	وَجَعَلَ اور بنایا	فِیْهَا اس میں	رَوَاسِیَ پہاڑ جمع	وَاَنْهٰرًا اور نہریں	وَ اور	مِنْ سے
كُلِّ ہرایک	الثَّمَرٰتِ پھل	جَعَلَ بنایا	فِیْهَا اس میں	زَوْجَیْنِ جوڑے	اثْنَیْنِ دو دو قسم	یُغْشِی وہ ڈھانپتا ہے	الَّیْلَ رات	النَّهَارَ دن	
اِنَّ بیشک	فِیْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰیٰتٍ نشانیاں	لِقَوْمٍ لوگوں کے لئے	یَتَفَكَّرُوْنَ جو غور و فکر کرتے ہیں	وَفِی اور میں	الْاَرْضِ زمین	قِطَعٌ قطعات	
مُتَجٰوِرٰتٌ پاس پاس	وَجَنّٰتٌ اور باغات	مِنْ سے۔کے	اَعْنَابٍ انگور (جمع)	وَزَرْعٌ اور کھیتیاں	وَنَخِیْلٌ اور کھجور	صِنْوَانٌ ایک جڑ سے دوشاخ والی			
وَغَیْرُ اور بغیر	صِنْوَانٍ دوشاخوں والی	یُسْقٰی سیراب کیا جاتا ہے	بِمَآءٍ پانی سے	وَاحِدٍ ایک	وَنُفَضِّلُ اور ہم فضیلت دیتے ہیں	بَعْضَهَا ان کا ایک			
عَلٰی پر	بَعْضٍ دوسرا	فِی میں	الْاُكُلِ ذائقہ	اِنَّ بیشک	فِیْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰیٰتٍ نشانیاں	لِقَوْمٍ لوگوں کے لئے	یَعْقِلُوْنَ عقل سے کام لیتے ہیں

زمین کی تخلیق سے قدرت الٰہی پر استدلال

گذشتہ آیت میں توحید کا مضمون شروع ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اونچے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کرنے والا چاند اور سورج کو مقررہ رفتار اور معین وقت تک چلانے والا۔ عالم کا انتظام کرنے والا محض اللہ تعالیٰ ہی ہے لہذا وہی لائق پرستش و الوہیت ہے۔ گذشتہ آیت میں بلند آسمانوں کا ذکر ہوا تھا اور آسمانوں کے ساتھ چاند سورج کا بیان ہوا تھا۔ اب زمین اور زمین کے مختلف احوال اور اس سے تعلق رکھنے والی مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ گویا اللہ! عزوجل کی پہچان اور اس کی ہستی کی شہادت کی نشانیاں انسان کے گرد ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ اوپر نظر اُٹھایئے تو آسمان چاند' سورج اور بے شمار ستارے زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ ہمارا بنانے والا بڑی قدرت و حکمت والا ہے۔ نیچے عالم دنیا پر نظر ڈالو تو اس زمینی نظام میں بہت سی نشانیاں ہیں جو اللہ کے پہچاننے کے لئے کافی ہیں۔

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے کیسی وسیع زمین پھیلائی پھر اس میں جگہ جگہ اپنے اپنے مقام پر جمے ہوئے پہاڑ بنائے۔ ساتھ ہی اس میں دریا' ندی' نالے جاری کئے۔ تو گویا زمین پہاڑ اور دریاؤں کا موجود ہونا ہی اللہ کے وجود کی روشن دلیل ہے۔ پھر مزید غور کرو گے تو دیکھو گے کہ تمہارے کام کی ساری چیزیں بھی اسی زمین میں پیدا ہوتی ہیں۔ کبھی تم نے سوچا کہ انہیں کون پیدا کرتا ہے۔ انسان زیادہ سے زیادہ ہل چلا لیتا ہے بیج ڈال دیتا ہے اور کبھی

کبھی پانی بھی دے دیتا ہے۔ لیکن آگے انسان بالکل بے بس ہے یہ اللہ ہی ہے کہ اس سے پھل پیدا کرتا ہے اور پھل بھی طرح طرح اور قسم قسم کے یعنی کسی کو شیریں کسی کو ترش' کوئی چھوٹا کوئی بڑا۔ پھر ہر نوع کے پھل کی دو صفتیں پیدا کیں یعنی نر و مادہ جدید سائنسی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس عالم میں کوئی پھول اور پھل ایسا نہیں جس میں دونوں صفتیں نر و مادہ نہ پائی جاتی ہوں۔ پھر دن رات کے نظام کی طرف خیال کرو اللہ نے شب و روز کا سلسلہ قائم کیا۔ دن کی روشنی کو رات کی تاریکی سے وہی چھپاتا ہے۔ اور رات کی تاریکی کو دور کر کے دن کی روشنی سے وہی اجالا کرتا ہے۔ کیا یہ آپ ہی آپ ہوتا رہتا ہے؟ نہیں ان سب انتظامات اور تصرفات کے اندر نشانیاں ہیں جنہیں وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن میں سوچ و فکر کی عادت موجود ہے ان کا غور و فکر ان کو اس نتیجہ پر پہنچا کر رہتا ہے کہ ان سب کا بنانے والا پھر ان میں ایک دوسرے سے تعلق اور ربط پیدا کرنے والا ایک اللہ ہی ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے یہ سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔ پھر زمین ایک ہے لیکن اس کے ٹکڑے مختلف ہیں باوجودیکہ باہم متصل ہیں مگر خاصیت' کیفیت' مزاج اور قابلیت میں جدا جدا ہیں۔ کوئی ٹکڑا شور ہے کوئی قابل زراعت کوئی سخت کوئی نرم کوئی سیاہ کوئی سرخ ایک ٹکڑا پتھریلا ہے تو دوسرا ریتلا تیسرا چکنی مٹی کا کسی ٹکڑے کا آدھا حصہ خراب ہے آدھا اچھا غرض باوجودیکہ مادہ کی یکسانی کے خواص جدا جدا ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ صرف اللہ کی قدرت علم و حکمت اور اختیار و ارادہ کے سبب سے پھر زمین پر مختلف اقسام کے درخت ہیں۔ باغ ہیں طرح طرح کی کھیتیاں ہیں ایک جڑ سے دو شاخہ نکلتا ہے کبھی تنہ ایک ہوتا ہے اور اوپر چل کر دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ہر شاخ کی شکل جدا پھلوں کی مقدار' نوعیت اور کیفیت میں بھی فرق۔ کوئی خوشبو دار اور لذیذ ہے کوئی بدبودار اور بدمزہ باوجودیکہ غذا سب کی ایک ہے۔ ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ ایک ہی سورج سے گرمی حاصل کرتے ہیں۔ زمین بھی ایک ہی ہے پھر یہ انواع اور اقسام کے پھل پیدا ہونا اللہ کی مشیت اور قدرت کی نشانی نہیں تو کیا ہے؟ یہ سب براہین قدرت ہیں۔ دلائل ربوبیت ہیں۔ شواہد صنعت ہیں۔ آثار الوہیت ہیں۔ لیکن کوتاہ فہم' کور بصیرت اور کند ذہن رکھنے والوں کے لئے نہیں بلکہ ہوش و حواس' بصیرت و دانش رکھنے والوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ سوچتے ہیں سمجھتے ہیں اور غور کرتے ہیں اور مصنوعات سے صانع پر استدلال کرتے ہیں جس سے اس نتیجہ پر پہنچنا اٹل ہے کہ اللہ موجود ہے اور قادر مطلق ہے۔

انسان کی مختلف طبیعت

بعض علمائے تابعین سے منقول ہے کہ یہی مثال بنی آدم کی ہے۔ باوجودیکہ سب کی اصل ایک ہے مگر خیر و شر' ایمان و کفر میں مختلف ہیں۔ کوئی خبیث ہے اور کوئی طیب اور جس طرح پانی زمین کے مختلف قطعات میں مختلف اثر پیدا کرتا ہے اسی طرح کلام الٰہی مختلف قلوب میں مختلف اثر پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ خود قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا یعنی یہ قرآن مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے اور یہی قرآن ظالموں کو خسارہ میں بڑھاتا ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی توحید و معرفت کاملہ ہم کو بھی نصیب فرمائیں اور ہم کو وہ دل و دماغ عطا فرما دیں کہ جو ہر شے میں اللہ رب العزت کی قدرت و حکمت کو دیکھیں۔ یا اللہ! یہ وسیع زمین جو آپ نے پھیلا رکھی ہے اور جس پر پہاڑ جما دیئے ہیں اور جس میں دریا' ندی نالے بہا رکھے ہیں اور جس زمین سے طرح طرح کے پھل پھلا رکھے ہیں۔ باغات کھیتیاں اور چمن پیدا کر رہے ہیں یہ سب آپ کے وجود عالی کی روشن نشانیاں ہیں۔ یا اللہ! اپنی ان مصنوعات پر غور و فکر کرنے اور اس کے نتیجہ میں اپنی توحید کو مضبوط کرنے کی سمجھ اور توفیق ہم کو عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور اگر آپ کو تعجب ہوتو واقعی اُن کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم خاک ہوگئے کیا پھر ہم (ازسرنو پیدا ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے

كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۵

اپنے رب کے ساتھ کفر کیااور ایسے لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے۔اور ایسے لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ

اور یہ لوگ عافیت سے پہلے آپ سے مصیبت کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے (اور کفار پر) واقعات عقوبت گذر چکے ہیں۔اور یہ بات بھی یقینی ہے

لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۶ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ

کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجودان کی بیجا حرکتوں کے معاف کردیتا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب سخت سزا دیتا ہے۔اور یہ کفار یوں کہتے ہیں

كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۷

کہ ان پر خاص معجزہ (جو ہم چاہتے ہیں) کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کیلئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔

وَاِنْ اور اگر	تَعْجَبْ تم تعجب کرو	فَعَجَبٌ تو عجب	قَوْلُهُمْ انکا کہنا	ءَاِذَا کیا جب	كُنَّا ہو گئے ہم	تُرٰبًا مٹی	ءَاِنَّا کیا ہم یقیناً	لَفِيْ خَلْقٍ زندگی پائینگے
جَدِيْدٍ نئی	اُولٰٓئِكَ وہی	الَّذِيْنَ جو لوگ	كَفَرُوْا منکر ہوئے	بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے	وَاُولٰٓئِكَ اور وہی ہیں	الْاَغْلٰلُ طوق جمع	فِيْٓ میں	اَعْنَاقِهِمْ انکی گردنیں
وَاُولٰٓئِكَ اور وہی ہیں	اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخ والے	هُمْ وہ	فِيْهَا اس میں	خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے	وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ اور وہ تم سے جلدی مانگتے ہیں			
بِالسَّيِّئَةِ برائی۔عذاب	قَبْلَ الْحَسَنَةِ بھلائی رحمت سے پہلے	وَ اور۔حالانکہ	قَدْ خَلَتْ گزر چکی ہیں	مِنْ سے	قَبْلِهِمْ ان سے قبل	الْمَثُلٰتُ سزائیں		
وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	لَذُوْ مَغْفِرَةٍ البتہ مغفرت والا	لِّلنَّاسِ لوگوں کیلئے	عَلٰى پر	ظُلْمِهِمْ ان کا ظلم	وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	
لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ البتہ سخت عذاب دینے والا	وَيَقُوْلُ اور کہتے ہیں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا۔کافر	لَوْ کیوں	لَآ اُنْزِلَ نہ اتری	عَلَيْهِ اس پر			
اٰيَةٌ کوئی نشانی	مِنْ سے	رَبِّهٖ اس کا رب	اِنَّمَآ اسکے سوا نہیں	اَنْتَ تم	مُنْذِرٌ ڈرانے والے	وَ اور	لِكُلِّ قَوْمٍ ہر قوم کے لئے	هَادٍ ہادی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کفار کے تین شبہات

کفار مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر تین شبہات تھے اور ان تینوں شبہات کے جوابات مع وعید وتہدید کے ان آیات میں دیئے گئے ہیں۔ پہلا شبہ کفار کا یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تعلیم دیتے ہیں کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا اور یہ عقل میں نہیں آتا کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ تو یہ کیسے نبی ہیں جو محال اور ناممکن کی خبر دیتے ہیں اور اس پر ایمان لانے کو کہتے ہیں۔ دوسرا شبہ یہ تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو انکار نبوت پر جس عذاب کی آپ وعید سناتے ہیں وہ عذاب کیوں نہیں آتا؟ تیسرا شبہ یہ تھا کہ جن معجزات کی ہم فرمائش کرتے ہیں وہ کیوں نہیں ظاہر کئے جاتے۔ ان تینوں شبہات کے جوابات ان آیات میں دیئے گئے ہیں۔

پہلے شبہ کا جواب

پہلا شبہ یعنی آخرت اور بعث بعد الموت سے انکار کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ نادان و نافہم جو بڑے تعجب کے لہجہ میں کہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہم مر کر ایک بار خاک ہو گئے تو دوبارہ پھر مجسم ہو کر برآمد ہوں۔ تو دراصل حیرت اور تعجب کے قابل تو خود یہ ان کا انکار ہے یہ نادان اتنا نہیں سوچتے کہ جب خود انہی کے اقرار کے مطابق خدا مخلوق کو محض عدم سے پیدا کر چکا ہے اور برابر پیدا کرتا رہتا ہے تو اس کے لئے ان کا اعادہ یعنی دوبارہ پیدا کر دینا اور شکل دے دینا کیا مشکل ہے؟ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کر کے یہ لوگ دراصل خداوند قدوس کی شہنشاہی سے منکر ہیں تو ایسے باغیوں کا انجام یہی ہونا ہے کہ گلے میں طوق اور ہاتھ پیر میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر ابدی جیل خانہ میں ڈال دیئے جائیں جو حقیقت میں ایسے ہی مجرموں کے لئے بنایا گیا ہے۔

دوسرے شبہ کا جواب

اس کے بعد دوسرے شبہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ کفار کہتے تھے کہ اگر آپ نبی ہیں تو جلدی عذاب منگا دیجئے۔ اس کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ پہلے بہتیری قوموں پر عذاب آچکے ہیں۔ تم پر عذاب آجانا کیا مشکل ہے مگر بات صرف اتنی ہے کہ پروردگار اپنی شان حلم اور عفو سے ہر چھوٹے بڑے جرم پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کے ظلم و ستم دیکھتا اور درگزر کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ جب مظالم اور شرارتوں کا سلسلہ حد سے گزر جاتا ہے تو پھر اس کے تباہ کن عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔

سب سے بڑھ کر امید افزا آیت

حضرت ابن عباسؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں سب سے بڑھ کر پر امید اور پر تسلی یہی آیت ہے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ اور بیشک آپ کا پروردگار لوگوں کے حق میں باوجود ان کی زیادتیوں کے صاحب مغفرت ہے۔

تیسرے شبہ کا جواب

تیسرا شبہ کفار کا یہ تھا کہ جو معجزہ و نشانی ہم طلب کرتے ہیں وہ کیوں نہیں ظاہر کیا جاتا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ فرمائشی معجزات کا پورا کرنا یہ پیغمبر اور نبی کے اختیار میں نہیں۔ یہ تو خدائے ذوالجلال کا کام ہے۔ وہ جو معجزہ پیغمبر کی تصدیق کے لئے چاہے دکھلائے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت ثابت کرنے کے لئے صدہا معجزات ظاہر فرمائے اور کفار نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر یہ لوگ ضدی و عنادی ہیں کہ جو معجزہ انہیں دکھایا جاتا ہے اسے جادو کہہ دیتے ہیں۔ اور نئے معجزہ کی فرمائش کرتے ہیں اس لئے ان کی ہر ہر بات پر معجزہ دکھانا بالکل عبث ہے۔ الغرض نبی کا فرض اسی قدر ہے کہ خیر خواہی کی بات سنا دیں اور برائی کے مہلک انجام سے لوگوں کو آگاہ کر دیں۔ پہلے بھی ہر قوم کی طرف ہادی یعنی راہ بتانے والے اور نذیر یعنی ڈرانے والے آتے رہے ہیں ان میں سے یہ کسی کا دعویٰ نہیں کہ جو معجزہ معاندین طلب کریں گے وہ ضرور دکھلا کر رہیں گے۔ ہاں خدا کی راہ دکھانا ان کا کام تھا۔ وہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے۔ البتہ گذشتہ انبیاء وہ خاص خاص قوم کے لئے ہادی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی ہر قوم کے لئے ہادی ہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید و رسالت پر ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ حق تعالیٰ ہم کو اپنی تابعداری کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ اور جو اللہ اور رسول کے احکام ہم تک پہنچیں بلا چوں و چرا اور شک و شبہ کے بغیر دل و جان سے ان کو تسلیم کر کے ان پر عمل پیرا ہونے کی سعادت نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ

اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے اور ہر شے اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے ہے۔

بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ

وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا عالیشان ہے۔تم میں سے جو کوئی بات چپکے سے کہے

وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝۱۰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ

اور جو پکار کر کہے اور جو شخص کہیں رات میں چھپ جاوے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب برابر ہیں ہر شخص کیلئے کچھ فرشتے ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے

يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا

کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا

بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝۱۱

جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدل دیتے۔اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت نہیں۔اور کوئی خدا کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا۔

اَللّٰهُ الله	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا تَحْمِلُ جو پیٹ میں رکھتی ہے	كُلُّ اُنْثٰى ہر مادہ	وَمَا اور جو	تَغِيْضُ سکڑتا ہے	الْاَرْحَامُ رحم جمع	وَمَا اور جو	
تَزْدَادُ بڑھتا ہے	وَكُلُّ اور ہر	شَيْءٍ چیز	عِنْدَهٗ اس کے نزدیک	بِمِقْدَارٍ ایک اندازہ سے	عٰلِمُ الْغَيْبِ جاننے والا ہر غیب			
وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	الْكَبِيْرُ سب سے بڑا	الْمُتَعَالِ بلند مرتبہ	سَوَآءٌ برابر	مِّنْكُمْ تم میں	مَنْ جو	اَسَرَّ آہستہ کہے	الْقَوْلَ بات	
وَمَنْ اور جو	جَهَرَ بِهٖ پکار کر-اسکو	وَمَنْ اور جو	هُوَ وہ	مُسْتَخْفٍ چھپ رہا ہے	بِالَّيْلِ رات میں	وَسَارِبٌ اور چلنے والا	بِالنَّهَارِ دن میں	
لَهٗ اسکے	مُعَقِّبٰتٌ پہرے دار	مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ اس (نسان) کے آگے سے	وَ اور	مِنْ خَلْفِهٖ اس کے پیچھے سے	يَحْفَظُوْنَهٗ وہ اسکی حفاظت کرتے ہیں			
مِنْ سے	اَمْرِ اللّٰهِ اللہ کا حکم	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَا يُغَيِّرُ نہیں بدلتا	مَا جو	بِقَوْمٍ کسی قوم کے پاس	حَتّٰى یہاں تک کہ	يُغَيِّرُوْا وہ بدل لیں
مَا جو	بِاَنْفُسِهِمْ اپنے دلوں میں (اپنی حالت)	وَاِذَآ اور جب	اَرَادَ ارادہ کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	بِقَوْمٍ کسی قوم سے	سُوْٓءًا برائی	فَلَا مَرَدَّ تو نہیں پھرنا	
لَهٗ اسکے لئے	وَمَا اور نہیں	لَهُمْ انکے لئے	مِّنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	مِنْ وَّالٍ کوئی مددگار				

علم الٰہی کا کمال

ان آیات میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ وہ چیزیں جانتے ہیں تم نہیں جانتے مثلاً یہ وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچہ کیسا ہے۔نر ہے مادہ ہے۔پورا ہے ادھورا ہے خوبصورت ہے یا بدصورت ایک ہے یا زیادہ پوری مدت میں پیدا ہوگا یا کم زیادہ میں۔زندہ ہوگا یا مردہ غرض وہ ہر چیز کو ہر حالت میں اس کے اندازہ اور استعداد کے موافق قائم رکھتا ہے اور ہر مخفی چیز سے واقف ہے اور ہر کھلی چیز کو بھی جانتا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش ۴۰ دن تک اس کی ماں

کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے پھر اتنے ہی دنوں تک بصورت جمے ہوئے خون کے رہتا ہے پھر اتنے ہی دنوں تک وہ گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خالق کل ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے۔ جسے چار باتوں کے لکھنے کا حکم ہوتا ہے اس کا رزق' عمر' نیک وبد ہونا۔ غرض ہر حالت' ہر کیفیت اور ہر نوعیت مقدر ہے اور کوئی چیز اس کے احاطۂ علمی سے خارج نہیں۔ لہٰذا اس نے اپنے علم کے بموجب ہر چیز کا مخصوص اندازہ کر لیا اور وہی مخصوص اندازہ اس کے لئے مقدر فرما دیا۔

انسانوں کے اقوال وافعال کا علم

علم الٰہی کا عموم بیان کر کے بلحاظ مناسبت مقام انسانوں کی نسبت فرمایا جاتا ہے کہ تمہارے ہر قول وفعل کو ہمارا علم محیط ہے جو بات تم دل میں چھپاؤ یا آہستہ کہو اور جو علانیہ پکار کر کہو نیز جو کام رات کے اندھیرے میں پوشیدہ ہو کر کرو اور جو دن دہاڑے بر سر بازار کرو۔ دونوں کی حیثیت علم الٰہی کے اعتبار سے یکساں ہے۔

انتظامات الٰہیہ کا کمال

آگے اللہ تعالیٰ کے کمال انتظام کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو ہر حال میں براہ راست خود دیکھ رہا ہے اور وہ اس کی تمام حرکات وسکنات سے واقف ہے بلکہ مزید برآں اللہ کے مقرر کئے ہوئے نگران فرشتے بھی ہر شخص کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور اس کے پورے کارنامہ زندگی کا ریکارڈ محفوظ کرتے جاتے ہیں۔ تو گویا خدا کے فرشتے بطور نگہبان اور محافظ کے بندوں کے ارد گرد مقرر ہیں جو انہیں آفتوں اور تکلیفوں سے بچاتے رہتے ہیں اور ان کے اعمال لکھتے جاتے ہیں جو پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ رات کے الگ دن کے الگ اور جیسے کہ دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں اعمال لکھنے پر مقرر ہیں۔ داہنے والا نیکیاں لکھتا ہے بائیں جانب والا برائیاں لکھتا ہے۔ یہ فرشتے انسان سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ اسی طرح دو فرشتے اس کے آگے پیچھے ہیں جو اس کی حفاظت اور حراست کرتے رہتے ہیں۔ یہ بدلتے رہتے ہیں رات کے الگ دن کے الگ۔ پس ہر انسان ہر وقت چار فرشتوں میں رہتا ہے۔ دو کاتب اعمال دائیں بائیں اور دو نگہبانی کرنے والے آگے پیچھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ تم میں فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں۔ رات کے اور دن کے اور ان کا میل صبح اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے۔ جب فرشتے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں تو باوجود علم کے اللہ تبارک وتعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گئے تو انہیں نماز میں پایا اور آئے تو نماز میں چھوڑ آئے۔ اسی بناء پر علماء نے لکھا ہے کہ بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر تھوڑی دیر مسجد میں ٹھہرنا مستحب ہے تاکہ دن رات دونوں باریوں کے فرشتے گواہی دیں کہ ہم نے فلاں فلاں بندوں کے مسجد میں پایا۔

حق جل شانہٗ نے اس عالم کو عالم اسباب بنایا ہے۔ ہر چیز کے لئے ظاہر میں ایک سبب ظاہری پیدا کیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کچھ باطنی اسباب و ذرائع بھی پیدا کئے ہیں جن کو ہماری آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں۔ انہی باطنی اسباب میں یہ ملائکہ ہیں جو ہماری حفاظت کا ایک باطنی سبب ہیں۔ غیبی طور پر اللہ تعالیٰ نے ان ملائکہ حفاظت کو ہم سے بلائیں دفع کرنے کا ایک سبب و ذریعہ بنایا ہے۔ مومن کا کام یہ ہے کہ ان کے وجود پر ایمان لائے جیسے ہم کراماً کاتبین کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ نہ وہ ہمیں نظر آتے ہیں نہ ان کی کتابت کی حقیقت اور کیفیت کا ہم کو علم ہے۔ یہ تو بندوں کی سامان حفاظت کا ذکر تھا۔

مصائب کی وجوھات

اب آگے ان آفتوں اور مصیبتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو بداعمالیوں کی وجہ سے بندوں پر نازل ہوتی ہیں۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے جو ہمیشہ اس کی طرف

سے ہوتی رہتی ہے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا۔ جب تک اپنی روش وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ بدلے۔ جب وہ اپنی روش اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدل دیتے ہیں اور بجائے شکر نعمت کے کفران نعمت اور غفلت و معاصی میں مبتلا ہو جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آفت و مصیبت آتی ہے۔ جب بندے اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کا سا معاملہ کرنے لگتے ہیں۔ بندے جب اپنی حالت بدل دیتے ہیں کہ بجائے طاعت کے معصیت کرنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے اپنے فضل وعنایت کو اٹھا لیتے ہیں جب کسی قوم میں علانیہ طور پر فسق و فجور اور بدکاری شائع ہو جائے تو وہ قوم بالآخر تباہی کا منہ دیکھتی ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے اور تاریخ اس کی گواہ ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ کرے۔ یعنی قوم کی بدنیتی اور بداعمالی پر اپنی نعمت چھین کر ان کی ذلت وخواری کا ارادہ فرمائیں تو پھر وہ برائی کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی۔ نہ کسی کی مدد اس وقت کام دیتی ہے سوائے خدا کے کوئی مددگار نہیں ہوتا جو بلا کو دفع کر سکے۔ حتیٰ کہ وہ فرشتے جو ان کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں وہ بھی تھوڑی دیر کے لئے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ انسان کی حفاظت کے لئے کچھ غیبی فرشتے ہر وقت مقرر رہتے ہیں اور ان کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے اور جب تک انسان خود اپنی حالت نہ بگاڑے اللہ تعالیٰ اس کو برباد نہیں کرتا۔ جب وہ خود اسباب ہلاکت فراہم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی نعمت چھین لیتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے جو ظاہری و باطنی دینی و دنیوی نعمتیں ہم کو عطا کر رکھی ہیں ان پر حقیقی شکر گزاری کی ہم کو توفیق بھی عطا فرمائیں تا کہ ان نعمتوں میں ترقی ہو۔

یا اللہ! امت مسلمہ کے حق میں خیر کا فیصلہ فرما دیجئے۔ اور ہمارے بگڑے ہوؤں کو سنورنے کی توفیق عطا فرما دیجئے اور دشمنان دین اسلام کے لئے عقوبت کے فیصلہ فرما دیجئے اور ان پر ایسی سزائیں جاری فرما دیجئے کہ جو کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچ سکے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ

وہ ایسا ہے کہ تم کو بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور اُمید بھی ہوتی ہے اور وہ بادلوں کو بلند کرتا ہے جو پانی سے بھرے ہوتے ہیں۔ اور رعد (فرشتہ) اس کی

الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ

تعریف کے ساتھ اسکی پاکی بیان کرتا ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے

وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ

اور وہ لوگ اللہ کے باب جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا شدید القوت ہے۔ سچا پکارنا اُسی کے لئے خاص ہے۔ اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں

مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ

وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے جتنا پانی اُس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو تاکہ وہ اسکے

بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا

منہ تک (اُڑ کر) آجاوے اور وہ اس کے منہ تک آنے والا نہیں۔ اور کافروں کی (اُن سے) درخواست کرنا محض بے اثر ہے۔ اور اللہ ہی کے سامنے سب سرخم کئے ہوئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں

وَكَرْهًا وَظِلَالُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدة

اور جتنے زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقتوں میں۔

هُوَ وہ	الَّذِي وہ جو کہ	يُرِيكُمْ تمہیں دکھاتا ہے	الْبَرْقَ بجلی	خَوْفًا ڈرانے کو	وَطَمَعًا امید دلانے کو	وَيُنْشِئُ اور اٹھاتا ہے	
السَّحَابَ بادل	الثِّقَالَ بوجھل	وَيُسَبِّحُ اور پاکیزگی بیان کرتی ہے	الرَّعْدُ گرج	بِحَمْدِهِ اسکی تعریف کے ساتھ	وَالْمَلَائِكَةُ اور فرشتے		
مِنْ سے	خِيفَتِهِ اس کے ڈر سے	وَيُرْسِلُ اور وہ بھیجتا ہے	الصَّوَاعِقَ گرجنے والی بجلیاں	فَيُصِيبُ پھر گراتا ہے	بِهَا اسے	مَنْ جس	
يَشَاءُ وہ چاہتا ہے	وَهُمْ اور وہ	يُجَادِلُونَ جھگڑتے ہیں	فِي اللَّهِ اللہ کے بارے میں	وَهُوَ اور وہ	شَدِيدُ سخت	الْمِحَالِ پکڑ	
لَهُ اس کو	دَعْوَةُ پکارنا	الْحَقِّ حق	وَالَّذِينَ اور جن کو	يَدْعُونَ وہ پکارتے ہیں	مِنْ دُونِهِ اس کے سوا	لَا يَسْتَجِيبُونَ وہ جواب نہیں دیتے	
لَهُمْ ان کو	بِشَيْءٍ کچھ بھی	إِلَّا مگر	كَبَاسِطِ جیسے پھیلا دے	كَفَّيْهِ اپنی ہتھیلیاں	إِلَى الْمَاءِ پانی کی طرف	لِيَبْلُغَ تاکہ پہنچ جائے	
فَاهُ اسکے منہ تک	وَمَا اور نہیں	هُوَ وہ	بِبَالِغِهِ اس تک پہنچنے والا	وَمَا اور نہیں	دُعَاءُ پکار (جمع)	الْكَافِرِينَ کافر (جمع)	إِلَّا سوائے
فِي میں	ضَلَالٍ گمراہی	وَلِلَّهِ اور اللہ ہی کو	يَسْجُدُ سجدہ کرتا ہے	مَنْ جو	فِي میں	السَّمَاوَاتِ آسمانوں	وَالْأَرْضِ اور زمین
طَوْعًا خوشی سے	وَكَرْهًا یا ناخوشی سے	وَظِلَالُهُمْ اور ان کے سائے	بِالْغُدُوِّ صبح	وَ اور	الْآصَالِ شام		

قدرت الٰہیہ کا کمال

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے کمال عظمت، قدرت وہیبت کا بیان فرمایا جارہا ہے۔ مقصود جس سے وہی توحید الوہیت کا ثابت کرنا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ الوہیت کا استحقاق اسی کو ہوسکتا ہے جس کی طاقت وقدرت سب سے بڑی ہو۔ جس میں نفع ونقصان پہنچانے کی قوت ہو۔ جو

مربی بھی ہو اور مصیبت کے وقت کام بھی آ سکے۔ چنانچہ ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ صفات بلاشرکت غیرے بیان فرما کر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ وہی معبود برحق اور الٰہ مطلق ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ تم بجلی کو چمکتے ہوئے دیکھتے ہو۔ تمہارے دل اس سے دہشت بھی کھاتے ہیں اور اس سے بارش کی امید بھی ہوتی ہے جس سے بڑے بڑے فائدے پہنچنے کی امید رکھتے ہو۔ اللہ اس کے ساتھ بھاری موسلادھار مینہ والے بادل آسمان پر اٹھاتا ہے۔ کڑک اور گرج کی آواز سنتے ہو۔ یہ رعد فرشتہ ہے جو اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بجلی کے کوڑے سے بادلوں کو ہانکتا ہے۔ رعد کی تسبیح اگرچہ انسان اور دیگر حیوانات نہیں سمجھتے۔ مگر ہیبت ناک آواز سب سنتے ہیں۔ بادل کی گرج اللہ کی قدرت و یکتائی کو بزبان حال بیان کرتی ہے اور دوسرے فرشتے اللہ کے ڈر سے اس کی تسبیح میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ غرض یہ کہ برق و رعد اس کے قہر کی نشانیاں ہیں جس سے بندوں کو ڈراتا ہے۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ گرج کے ساتھ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بجلی گرا بھی دیتا ہے۔ مضبوط پہاڑ، مضبوط مکان۔ اور سبز درخت کوئی چیز بھی اگر اس پر بجلی گر جائے تو سالم نہیں بچتی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی جبروتی طاقت ہے کہ دشمن اس کے قبضہ سے نکل نہیں سکتا۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ایک متکبر رئیس کے پاس دعوت اسلام کا پیغام بھیجا وہ متکبر بولا کہ اللہ کا رسول کون ہے؟ اور اللہ کیا چیز ہے؟ سونے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا؟ تیسری مرتبہ جب اس نے یہ گستاخانہ الفاظ کہے تو فوراً ایک بادل اٹھا اور اس پر بجلی گری جس سے اس کی کھوپڑی اڑ گئی۔ اور جل کر ہلاک ہو گیا۔

انسان کی ناشکری و گمراہی

آگے بتلایا جاتا ہے کہ باوجود ان کھلم کھلا نشانیوں کے لوگ اللہ کی توحید کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ دنیا کی اکثر مشرک قومیں بجلی کی کڑک و گرج کو کسی دیوتا کے حربہ کی طرف منسوب کرتی ہیں۔ حالانکہ جس خدا کے نظام کائنات کی کارفرمائیاں اتنی عجیب اور عظیم ہوں اور جس کا اختیار اور اقتدار اتنا ہمہ گیر اور کامل ہو یہ نادان اسی خدا کے مقابلہ میں دوسروں کو لاتے ہیں اور اس کی ذات و صفات میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ وہ معبودان باطلہ جن کی پرستش اہل کفر و شرک کرتے ہیں ان کے اندر ہمہ گیر قدرت اور جبروتی طاقت ہونا تو درکنار اتنی بھی ان کو قدرت نہیں کہ اپنے پرستاروں اور پکارنے والوں کی دعا ہی قبول کر سکیں اور کسی قسم کا نفع پہنچا سکیں یا نقصان پہنچا سکیں یا نقصان دفع کر سکیں۔ حقیقی دعا صرف اللہ ہی کے حضور میں ہو سکتی ہے۔ سننے کی قوت، قبول کرنے کی قوت اسی اکیلے میں ہے اس کے علاوہ کسی اور سے دعا مانگنا حماقت محض نہیں تو اور کیا ہے۔ کسی اور میں کوئی اختیار ہی کب ہے؟ غیر خدا کے آگے عرض و نیاز کرنے اور داد فریاد کرنے کی مثال دی ہے کہ جیسے کوئی احمق پیاسا پانی جیسی بے جان اور بے ارادہ چیز کی طرف اسی امید پر ہاتھ پھیلائے رہے کہ پانی از خود اس کے منہ تک پہنچ کر اس کی پیاس بجھا دے گا تو اس سے بڑھ کر حماقت کیا ہو گی۔

عقلمند کائنات میں غور کر کے معرفت الٰہی حاصل کرتے ہیں

اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ عالم میں انواع و اقسام کی مخلوقات ہے اور ساری کی ساری اللہ کے مقرر کردہ نظام کے تابع ہے۔ کوئی چیز اس قانون قدرت کے باہر نہیں جا سکتی جو اس کے لئے مقرر ہے۔ کوئی اللہ کو مانے یا نہ مانے لیکن ہے اس کے حکم کے ماتحت۔ شعور رکھنے والی مخلوق ہو یا بے شعور سب قانون قدرت کے زیر حکم ہیں۔ کسی چیز کی ذات ہو یا اس کا سایہ کوئی ضابطۂ الٰہی سے خارج نہیں۔ تو بعض

عقلمند عالم کے اس عجیب نظام کو دیکھ کر اللہ کو پہچان لیتے ہیں۔اور اسکو دل سے مان لیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جب ہم قدرت کے مکمل نظام سے نکل نہیں سکتے تو پھر اس کے قائم کرنے والے کا زبان سے اقرار کیوں نہ کریں اور دل سے اس کو یکتا اور وحدہٗ لاشریک لہٗ کیوں نہ مانیں۔چنانچہ وہ اپنی پیشانی عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے زمین پر رکھتے ہیں بعض لوگ جو اللہ کی ذات کو اس پر بھی نہیں پہچانتے لیکن وہ بھی اس کے مقرر کئے ہوئے قانون کے سامنے زبردستی سر جھکائے ہوئے ہیں۔اسی طرح زمین والوں کی پرچھائیاں بھی صبح و شام زمین پر پڑتی ہیں اور اپنی اس روش کو بدل نہیں سکتیں۔یعنی وہ بھی اللہ کے قانون سے باہر نہیں جاسکتیں۔

خلاصۂ آیات

یہاں نہایت بلیغ طرز بیان میں توحید کی تبلیغ فرمائی جارہی ہے اور تمام کائنات کے تابع حکم الٰہی ہونے کا اظہار فرمایا گیا اور غیر اللہ سے مدد مانگنے والوں کی حماقت کا اظہار کیا گیا اور اس امر کی صراحت فرمائی گئی کہ کل دنیا اللہ کے زیر حکم ہے کوئی بالارادہ اطاعت کرتا ہے کوئی بلا ارادہ اپنی فطرت کے لحاظ سے کیونکہ مخلوق اپنے ارادہ کو بدل سکتی ہے اپنی فطرت کو نہیں بدل سکتی پس عقلمند ہیں وہ لوگ جو بالقصد اور اپنے ارادہ سے اطاعت اپنے خالق کی اختیار کریں ورنہ نیچرل اطاعت تو تمام مخلوق ہی کرتی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی حقیقی معرفت ہم سب کو نصیب فرمائیں اور ہم کو اپنی اطاعت کاملہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ! ہر معاملہ میں ہم آپ ہی سے مدد کے طلب کرنے والے ہوں اور حقیقی نفع پہچاننے والے اور نقصان سے بچانے والا آپ ہی کی ذات کو یقین کرنے والے ہوں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا

آپ کہیئے کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہے آپ یہ کہیئے کہ کیا پھر بھی تم نے خدا کے سوا دوسرے مددگار قرار دے رکھے ہیں

يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ

جو خود اپنی ذات کے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ آپ یہ بھی کہیئے کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوسکتا ہے یا کہیں

تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ

تاریکی اور روشنی برابر ہوسکتی ہے۔ یا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ انہوں نے بھی کسی چیز کو پیدا کیا ہو جیسا خدا پیدا کرتا ہے پھر انکو پیدا (کرنا) ایک سا معلوم ہوا ہو۔

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۱۶ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی واحد ہے غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے پانی نازل فرمایا پھر نالے اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے

اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِی النَّارِ ابْتِغَآءَ

پھر وہ سیلاب خس وخاشاک کو بہا لایا جو اس کے اوپر ہے اور جن چیزوں کو آگ کے اندر زیور یا اور اسباب بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں

حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ

اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل (اوپر آجاتا) ہے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی اسی طرح کی مثال بیان کر رہا ہے سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے

جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۱۷ؕ

اور جو چیز لوگوں کے کار آمد ہے وہ دنیا میں رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان کیا کرتے ہیں۔

قُلْ پوچھیں آپ	مَنْ کون	رَبُّ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کارب	وَالْاَرْضِ اور زمین	قُلِ کہہ دیں	اللّٰهُ اللہ	قُلْ کہہ دیں	
اَفَاتَّخَذْتُمْ تو کیا تم بناتے ہو	مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوا	اَوْلِيَآءَ حمایتی	لَا يَمْلِكُوْنَ وہ بس نہیں رکھتے	لِاَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں کیلئے			
نَفْعًا کچھ نفع	وَلَا ضَرًّا اور نہ نقصان	قُلْ کہہ دیں	هَلْ کیا	يَسْتَوِی برابر ہوتا ہے	الْاَعْمٰى نابینا اندھا	وَ اور	الْبَصِيْرُ بینا دیکھنے والا
اَمْ یا	هَلْ کیا	تَسْتَوِی برابر ہوجائیگا	الظُّلُمٰتُ اندھیرے جمع	وَالنُّوْرُ اور اُجالا	اَمْ کیا	جَعَلُوْا وہ بناتے ہیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے
شُرَكَآءَ شریک	خَلَقُوْا انہوں نے پیدا کیا ہے	كَخَلْقِهٖ اسکے پیدا کرنے کی طرح	فَتَشَابَهَ تو مشتبہ ہوگئی	الْخَلْقُ پیدائش	عَلَيْهِمْ اُن پر		
قُلِ کہہ دیں	اللّٰهُ اللہ	خَالِقُ پیدا کرنیوالا	كُلِّ شَیْءٍ ہر شے	وَهُوَ اور وہ	الْوَاحِدُ یکتا	الْقَهَّارُ زبردست غالب	
اَنْزَلَ اس نے اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	فَسَالَتْ سو بہہ نکلے	اَوْدِيَةٌ ندی نالے	بِقَدَرِهَا اپنے اپنے اندازہ سے		
فَاحْتَمَلَ پھر اٹھا لایا	السَّيْلُ نالہ	زَبَدًا جھاگ	رَّابِيًا پھولا ہوا	وَمِمَّا اور اس سے جو	يُوْقِدُوْنَ تپاتے ہیں	عَلَيْهِ اس پر	
فِی النَّارِ آگ میں	ابْتِغَآءَ حاصل کرنے "بنانے" کو	حِلْيَةٍ زیور	اَوْ یا	مَتَاعٍ اسباب	زَبَدٌ جھاگ	مِثْلُهٗ اسی جیسا	كَذٰلِكَ اسی طرح

يَضْرِبُ بیان کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الْحَقَّ حق	وَالْبَاطِلَ اور باطل	فَأَمَّا سو	الزَّبَدُ جھاگ	فَيَذْهَبُ دور ہو جاتا ہے	جُفَاءً سوکھ کر
وَأَمَّا اور لیکن	مَا يَنفَعُ جو نفع پہنچاتا ہے	النَّاسَ لوگ	فَيَمْكُثُ تو ٹھہرا رہتا ہے وہ	فِي الْأَرْضِ زمین میں	كَذَٰلِكَ اسی طرح		
يَضْرِبُ بیان کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الْأَمْثَالَ مثالیں					

مشرکین کی لاجوابی

گذشتہ آیات سے برابر توحید کی حقیقت کا بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ جس سے شرک کا بطلان بطور خود ثابت ہو جاتا ہے۔ اب مشرکین پر اتمام حجت کے لئے ان سے مناظرہ کا حکم دیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے کہیے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ مشرکین عرب باوجودیکہ بت پرستی کرتے تھے مگر قائل وہ بھی اس بات کے تھے کہ زمین اور آسمان کا رب اللہ ہے۔ لہٰذا اس سوال کا جواب وہ انکار کی صورت میں نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ یہ انکار خود ان کے اپنے عقیدے کے خلاف تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر وہ اقرار کی صورت میں بھی اس کا جواب دینے سے کتراتے تھے۔ کیونکہ اقرار کے بعد توحید کا ماننا لازم آجاتا تھا اور شرک کے لئے کوئی معقول بنیاد باقی نہیں رہتی تھی۔ اس لئے وہ اس سوال کے جواب میں چپ سادھ جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان سے پوچھیے زمین وآسمان کا خالق کون ہے؟ کائنات کا رب کون ہے؟ تم کو رزق دینے والا کون ہے؟ پھر حکم دیا جاتا ہے کہ اے نبی آپ خود اس سوال کے جواب میں کہہ دیجئے کہ آسمان اور زمین کا رب اللہ ہے۔ یعنی اے مشرکین جب تم خود ربوبیت کا اقرار صرف خدا کے لئے کرتے ہو تو پھر مدد کے لئے دوسرے حمایتی کہاں سے تجویز کر لئے حالانکہ وہ ذرہ برابر نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ اے مشرکین ذرا سوچو تو سہی کہ کتنی نامعقول بات ہے۔

مومن ومشرک کا فرق

پھر توحید پر قائم رہنے والے مومن اور مشرک کے درمیان فرق بتلایا جاتا ہے۔ جیسے بینا اور نابینا اور توحید وشرک کا مقابلہ ایسا سمجھو جیسے نور وظلمات تو کیا ایک اندھا مشرک جو شرک کی اندھیریوں میں پھنسا ہو وہ ایک مومن جو نور ایمان سے آراستہ ہے برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز دونوں ایک نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ پھر مشرکین سے ایک سوال اور کیا جاتا ہے کہ جیسی مخلوقات خدا تعالیٰ نے پیدا کی کیا تمہارے باطل معبودوں نے بھی کوئی ایسی چیز پیدا کی ہے؟ وہ تو ایک مکھی کا پر اور ایک مچھر کی ٹانگ بھی نہیں بنا سکتے۔ بلکہ تمام چیزوں کی طرح خود بھی اسی زبردست اکیلے خدا کی مخلوق ہیں۔ پھر ایسی عاجز ومجبور چیزوں کو خدائی کے تخت پر بٹھانا کس قدر گستاخی کور شور چشمی ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اعلان کر دیں کہ ہر چیز کا بنانے والا اللہ ہے اور وہ ذات وصفات میں یکتا ہے اور کوئی اس کے برابر نہیں وہ سب پر غالب ہے اور اس کے سوا جو ہے وہ مغلوب ہے اور مغلوب خدا معبود نہیں ہو سکتا۔ تو یہاں استحقاق الوہیت کے عام ضابطہ کا بیان فرمایا گیا ہے کہ جو خالق، مربی اور نفع نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو وہی معبود واِلٰہ ہونے کا مستحق ہے۔

حق وباطل کے فرق کی دو مثالیں

ایک مثال تو یہ ہے کہ آسمان سے بارش اتری جس سے ندی نالے بہہ پڑے ہر نالہ میں اس کے ظرف اور گنجائش کے موافق پانی جاری ہوا۔ چھوٹے میں کم بڑے میں زیادہ۔ پانی جب زمین پر رواں ہوا تو کوڑا کرکٹ اور گھاس پھونس پانی کی سطح پر بہا لایا۔ دوسری مثال یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ جیسے تیز آگ میں چاندی، تانبا، لوہا اور دوسری دھاتیں پگھلاتے ہیں تاکہ زیور برتن اور ہتھیار

وغیرہ تیار کریں اس میں بھی میل کچیل اور جھاگ اوپر اٹھتا ہے مگر تھوڑی دیر بعد میل کچیل علیحدہ کر دیا جاتا ہے اور جو اصلی اور کارآمد چیز تھی وہی باقی رہ جاتی ہے جس سے مختلف طور پر لوگ نفع اٹھاتے ہیں۔ یہی مثال حق و باطل کی سمجھ لو۔ جب وحی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو انسانوں کے قلوب اپنے اپنے ظرف و استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں۔ پھر حق و باطل جب باہم بھڑ جاتے ہیں تو جس طرح میل کچیل یا کوڑا کرکٹ اوپر آ جاتا ہے اور بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبا لیتا ہے لیکن ایسا عارضی ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد جو اصلی کارآمد چیز تھی وہی رہ جاتی ہے۔

یہاں دو مثالیں دی گئی ہیں اور ان کے ذریعہ سے سمجھایا گیا کہ جب حق و باطل دنیا میں باہم ٹکراتے ہیں اور دونوں کا مقابلہ ہوتا ہے تو گو تھوڑی دیر کے لئے باطل اونچا اور اوپر ہوتا نظر آتا ہے لیکن آخر کار باطل کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر اور غالب ہو کر رہے گا۔ کسی مومن کو باطل کی عارضی نمائش سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ انجام کار حق ہی خالص چیز کی طرح ثابت و قائم رہے گا۔ تو سمجھانا ان مثالوں سے یہ مقصود ہے کہ گو حق کے ساتھ دنیا میں باطل بھی موجود ہے لیکن جس طرح تم پانی اور سونے چاندی وغیرہ کو نافع سمجھ کر ان کی قدر کرتے ہو اور کوڑا کرکٹ اور میل کچیل کی پرواہ نہیں کرتے یونہی تم حق کی قدر کرو کیونکہ وہ نافع ہے اور باطل کو میل کچیل کی طرح دور ہونے دو اور اس کی پروا نہ کرو۔

یہاں اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ناحق اور کفر کا اگرچہ عارضی چند روزہ تسلط ہو جائے تو اہل ایمان کو اس سے شکستہ دل نہ ہونا چاہئے تھوڑی مدت میں حق نمایاں ہو کر رہے گا اور پھر حق کا ظہور دیرپا ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو توحید اور ایمان و اسلام کی دولت سے نوازا۔ اور شرک و کفر کی لعنت سے بچایا۔

یا اللہ! ہم کو تازیست حق پر قائم رہنے اور اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرما اور باطل سے گریز اور بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہر طرح کے نفع و نقصان کا اختیار آپ ہی کے دست قدرت میں ہے۔ ہم کو اس پر یقین کامل نصیب فرما اور نفع و نقصان کے ہر معاملہ میں اپنی ہی ذات عالی کی طرف رجوع ہونے کی ہم کو توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ! بیشک حق اور باطل دنیا میں آپ ہی کی حکمت و مشیت سے دونوں چل رہے ہیں یا اللہ اس وقت باطل کو جو عارضی فروغ جہاں نصیب ہوا اس کو دور فرما اور حق کو غلبہ عطا فرما۔

یا اللہ! باطل کو میل کچیل کی طرح پھینکا جانا نصیب فرما اور حق کو قابل قدر جان کر اس کو اپنانا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰىؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ

جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا اُن کے واسطے اچھا بدلہ ہے۔اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا ان کے پاس اگر تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں

جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ

اور اس کے ساتھ اُسی کی برابر اور بھی ہو تو وہ سب اپنی رہائی کیلئے دے ڈالیں۔ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا۔اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔اور وہ برا قرار گاہ ہے۔

الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰىؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص اس کی طرح ہوسکتا ہے جو کہ اندھا ہے پس نصیحت تو سمجھ دار

اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾

ہی لوگ قبول کرتے ہیں۔یہ سمجھدار لوگ ایسے ہیں کہ اللہ سے جو کچھ اُنہوں نے عہد کیا ہے اسکو پورا کرتے ہیں اور اس عہد کو توڑتے نہیں۔

لِلَّذِيْنَ ان کے لئے جنہوں نے	اسْتَجَابُوْا انہوں نے مان لیا	لِرَبِّهِمْ اپنے رب (کا حکم)	الْحُسْنٰى بھلائی	وَالَّذِيْنَ اور جن لوگوں نے				
لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا نہ مانا	لَهٗ اس کا حکم	لَوْ اگر	اَنَّ یہ کہ	لَهُمْ انکے لئے انکا	مَا فِي الْاَرْضِ جو کچھ زمین میں	جَمِيْعًا سب	وَمِثْلَهٗ اور اس جیسا	
مَعَهٗ اسکے ساتھ	لَافْتَدَوْا کہ فدیہ میں دیدیں	بِهٖ اس کو	اُولٰٓئِكَ وہی ہیں	لَهُمْ ان کیلئے	سُوْٓءُ برا	الْحِسَابِ حساب	وَمَاْوٰىهُمْ اور ان کا ٹھکانہ	
جَهَنَّمُ جہنم	وَبِئْسَ اور برا	الْمِهَادُ بچھانا (جگہ)	اَفَمَنْ پس کیا جو	يَعْلَمُ جانتا ہے	اَنَّمَا کہ جو	اُنْزِلَ اُتارا گیا	اِلَيْكَ تمہاری طرف	
مِنْ سے	رَّبِّكَ تمہارا رب	الْحَقُّ حق	كَمَنْ اُس جیسا	هُوَ وہ	اَعْمٰى اندھا	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	يَتَذَكَّرُ سمجھتے ہیں	اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل والے
الَّذِيْنَ وہ جو کہ	يُوْفُوْنَ پورا کرتے ہیں	بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ کا عہد	وَ اور	لَا يَنْقُضُوْنَ وہ نہیں توڑتے	الْمِيْثَاقَ پختہ قول وقرار			

اہل حق واہل باطل کی علامات

گذشتہ آیات میں دو مثالوں کے ذریعے حق و باطل کا حال بیان فرمایا گیا تھا۔ اب اہل حق اور اہل باطل کی علامات و صفات اور ان کے اچھے برے اعمال اور ان کی جزاوسزا کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔

کہ جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی دعوت کو برضا ورغبت قبول کیا یعنی توحید کو اختیار کرلیا اور رسالت کو بھی مان لیا اور غیر اللہ سے منہ موڑ کر اللہ کے ہو رہے اور جو آب ہدایت اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کیا تھا اس کو نوش جان کیا اور شبہات و وساوس کا جو میل کچیل اور خس وخاشاک اس میں سے باہر سے آ لگا تھا اس کو ہدایت کے اوپر سے اتار کر پھینک دیا تو ایسے لوگوں کے لئے بہتری ہی بہتری ہے۔ دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔اور انجام میں اچھا بدلہ یعنی جنت مقرر ہے۔اور جن لوگوں نے اللہ کی دعوت حق کو قبول نہیں کیا اور اپنی کفر ومعصیت پر قائم رہے نہ رسول پاک کو مانا نہ قرآن کی صداقت کا اقرار کیا۔ نہ عقائد اسلامیہ کی تصدیق کی تو ان لوگوں کا نتیجہ بہت برا ہوگا۔ یہاں دنیا میں تو خیر جس طرح گزرے لیکن آخرت میں ان کی گھبراہٹ اور پریشانی کا یہ عالم ہوگا کہ اگر تمام دنیا کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوں بلکہ اسی قدر اور بھی تو تمنا کریں گے کہ ہم سب فدیہ میں دے کر اس پریشانی اور عذاب آخرت سے چھوٹ جائیں۔ مگر یہ کہاں ممکن ہوگا۔اول تو ان کے پاس مال کہاں دھرا ہوگا اور اگر بفرض محال ہو بھی تو قبول کہاں سے ہوسکتا ہے۔ پھر جب ان

کے حساب کا وقت آئے گا تو ان کا حساب بھی سخت ہوگا۔ یعنی سختی سے ان کے اعمال کا محاسبہ اور مناقشہ ہوگا اور ذرہ ذرہ پر مواخذہ اور باز پرس ہوگی اور بات بات پر پوری طرح پکڑے جائیں گے۔ پھر نتیجہ میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ کافر چونکہ چشم بصیرت سے کورا ہے اس لئے اس کو راہ ہدایت نظر نہیں آتی اور مومن بینا اور عاقل ہے وہ اپنی عقل سے حق و باطل کا فرق سمجھتا ہے اور چشم بصیرت سے آیات بینات کو دیکھتا ہے۔ ایماندار آنکھوں والے ہیں اور کافر اندھے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ بینا اور نابینا برابر نہیں۔ اسی طرح سمجھو کہ مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جن کی آنکھوں میں بینائی ہے اور جن کی عقلیں خالص ہیں وہی نور بصیرت سے اشیاء کے حقائق اور دقائق کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں عقلمند اور سمجھدار یہی لوگ ہیں۔

عقلمندوں کی صفات

اب ان اہل عقل کی صفات ذکر فرمائی جاتی ہیں کہ وہ کیسے ہوتے ہیں۔ ان کے اعمال کیا ہوتے ہیں۔ دنیا میں ان کی سیرت اور کردار کا کیا رنگ ہوتا ہے۔ ان اہل عقل سمجھدار اور فہیم لوگوں کی پہلی شناخت اور صفت یہ بتلائی گئی کہ وہ لوگ اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اس سے مراد وہ تمام عہد و پیمان ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے لئے ہیں جن میں سب سے پہلا وہ عہد ربوبیت ہے جو ازل میں تمام ارواح کو حاضر کر کے لیا گیا تھا۔ الست بربکم یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ جس کے جواب میں سب نے یک زبان ہو کر کہا تھا۔ بلیٰ یعنی کیوں نہیں آپ ضرور ہمارے رب ہیں۔ اسی طرح تمام احکام الٰہیہ کی اطاعت۔ تمام فرائض کی ادائیگی اور تمام ناجائز چیزوں سے اجتناب کی منجانب اللہ وصیت اور بندوں کی طرف سے اس کا اقرار مختلف آیات قرآن میں مذکور ہے۔

دوسری صفت یہ بتلائی گئی کہ وہ کسی عہد و میثاق کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اس میں وہ عہد و پیمان بھی داخل ہیں جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں جن کا ذکر اوپر پہلی صفت میں ہوا اور وہ عہد بھی شامل ہیں جو امت کے لوگ اپنے نبی اور رسول سے کرتے ہیں اور وہ معاہدہ بھی شامل ہیں جو ایک انسان دوسرے انسان سے کرتا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ تازیست ہم کو بھی اہل حق میں شامل رکھیں اور اہل باطل سے علیحدہ رکھیں یا اللہ ہمارا حساب آسان اور پردہ پوشی کے ساتھ فرمائیگا اور ہم سب کو اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرمایئے گا۔

یا اللہ! ہم کو اپنے کئے ہوئے عہد کو ہمہ وقت یاد رکھنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور بدعہدی کی مذموم خصلت سے کامل طور پر بچنے کی توفیق و ہمت عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾

اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور سخت حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا

اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے رب کی رضامندی کے جویاں رہ کر مضبوط رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چپکے سے

وَّعَلَانِیَۃً وَّیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ

اور ظاہر کر کے بھی خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حُسنِ سلوک سے ٹال دیتے ہیں اُس جہان میں نیک انجام ان لوگوں کے واسطے ہے۔یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں

یَّدْخُلُوْنَھَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِھِمْ وَاَزْوَاجِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ

جن میں وہ لوگ بھی داخل ہوں گے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو لائق ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے اور فرشتے ان کے پاس

عَلَیْھِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ ﴿۲۴﴾

ہر دروازہ سے آتے ہوں گے۔کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے۔

وَ اور	الَّذِیْنَ وہ جو کہ	یَصِلُوْنَ جوڑے رکھتے ہیں	مَا جو	اَمَرَ اللّٰہُ اللہ نے حکم دیا	بِہٖ اس کا	اَنْ کہ	یُّوْصَلَ جوڑا جائے	وَ اور
یَخْشَوْنَ وہ "ڈرتے" ہیں	رَبَّھُمْ اپنا رب	وَیَخَافُوْنَ اور خوف کھاتے ہیں	سُوْٓءَ برا	الْحِسَابِ حساب	وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ جو	صَبَرُوا انہوں نے صبر کیا		
ابْتِغَآءَ حاصل کرنے کیلئے	وَجْہِ خوشی	رَبِّہِمْ اپنا رب	وَاَقَامُوا اور انہوں نے قائم کی	الصَّلٰوۃَ نماز	وَ اور	اَنْفَقُوْا خرچ کیا	مِمَّا اس سے جو	
رَزَقْنٰھُمْ ہم نے انہیں دیا	سِرًّا پوشیدہ	وَّعَلَانِیَۃً اور ظاہر	وَیَدْرَءُوْنَ اور ٹال دیتے ہیں	بِالْحَسَنَۃِ نیکی سے	السَّیِّئَۃَ برائی			
اُولٰٓئِکَ وہی ہیں	لَھُمْ ان کیلئے	عُقْبَی الدَّارِ آخرت کا گھر	جَنّٰتُ باغات	عَدْنٍ ہمیشگی	یَدْخُلُوْنَھَا اور اس میں داخل ہونگے			
وَمَنْ اور جو	صَلَحَ نیک ہوئے	مِنْ سے "میں"	اٰبَآئِھِمْ انکے باپ دادا	وَاَزْوَاجِھِمْ اور ان کی بیویاں	وَذُرِّیّٰتِھِمْ اور ان کی اولاد			
وَالْمَلٰٓئِکَۃُ اور فرشتے	یَدْخُلُوْنَ داخل ہوں گے	عَلَیْھِمْ ان پر	مِنْ سے	کُلِّ بَابٍ ہر دروازہ	سَلٰمٌ سلامتی	عَلَیْکُمْ تم پر		
بِمَا اس لئے کہ	صَبَرْتُمْ تم نے صبر کیا	فَنِعْمَ پس خوب	عُقْبَی الدَّارِ آخرت کا گھر					

عقلمندوں کی مزید صفات

گذشتہ آیات میں دو صفات اور شناخت سمجھدار اور عقلمند یعنی مؤمنین کی بیان کی گئی تھیں۔اول یہ کہ سمجھدار لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ انہوں نے عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں دوسرے یہ کہ جو عہد کرتے ہیں اس کو توڑتے نہیں۔

اب یہاں ان آیات میں ان کی مزید چند صفات اور آخرت کا انجام بیان فرمایا گیا ہے۔

صلہ رحمی کرنا

تیسری صفت بتلائی جاتی ہے کہ جس چیز کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس کو جوڑے رکھتے ہیں۔اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے رشتہ اور قرابتداری کے حقوق کی نگہداشت مراد ہے یعنی

صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے تعلقات اسی طرح قائم کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

اللہ جل شانہ نے اپنے پاک کلام قرآن مجید میں متعدد جگہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں خصوصیت سے صلہ رحمی کی تاکیدیں فرمائی ہے اور تعلقات کے توڑنے پر خصوصی وعیدیں فرمائی ہیں قرآن پاک میں کئی جگہ صلہ رحمی بالخصوص والدین کے حقوق کی رعایت کا حکم دیا گیا ہے اور اسی طرح قطع رحمی بالخصوص والدین کے ساتھ بدسلوکی پر سخت تنبیہ بھی فرمائی گئی ہے۔

خوف خداوندی

چوتھی صفت بیان کی گئی کہ وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تصور کر کے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ اس لئے جو نیکیاں کرتے ہیں وہ فرمان خدا سمجھ کر کرتے ہیں اور جو بُرائیاں چھوڑتے ہیں وہ خدا کی نافرمانی سمجھ کر چھوڑتے ہیں۔

خوف آخرت

پانچویں صفت بتلائی گئی کہ وہ آخرت کے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔ یعنی یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ جب آخرت میں ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا تو کیا صورت پیش آوے گی۔

صبر و استقلال

چھٹی صفت یہ بیان کی گئی کہ اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہر تکلیف و مصیبت پر صبر کرتے ہیں اور ان ممنوعات سے نفس کو روکتے ہیں جن کی خواہش ہوتی ہو یعنی اپنے جذبات و میلانات کو حدود شرعیہ کا پابند بناتے ہیں۔ کسی سختی سے گھبرا کر یا کسی لالچ میں آ کر طاعت کے راستہ سے قدم نہیں ہٹاتے اور نہ معصیت کی طرف جھکتے ہیں اور یہ سب صبر و استقلال محض حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ دکھلاوے یا اس لئے نہیں کہ دنیا انہیں بہت صابر اور مستقل مزاج کہے اور نہ اس لئے کہ بجز صبر کے چارہ نہ رہا تھا۔ مجبور ہو گئے تو صبر کر کے بیٹھ رہے مثلاً کوئی شخص چوری کی نیت سے کسی مکان میں داخل ہو گیا مگر وہاں چوری کا موقع نہ ملا صبر کر کے واپس آ گیا۔ تو غیر اختیاری صبر کوئی مدح و ثواب کی چیز نہیں۔ ثواب جبھی ہے کہ جب گناہ سے بچنا خدا کے خوف اور اس کی رضا جوئی کے سبب ہو۔

نمازوں کی پابندی

ساتویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں یعنی ٹھیک وقت پر پابندی کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں۔ ظاہری و باطنی آداب و رعایت کے ساتھ۔

صدقات و خیرات کرنا

آٹھویں صفت یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس میں سے صدقات خیرات زکوٰۃ غرض جملہ مالی حقوق ادا کرتے ہیں۔ فقراء محتاج مساکین اپنے ہوں یا غیر ہوں ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہتے۔ اور چھپے کھلے دن رات وقت بے وقت برابر راہ اللہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ حسب موقع و مصلحت کبھی اس خرچ کا اظہار بھی کر دیتے ہیں اور کبھی اسے مخفی بھی رکھتے ہیں۔

برائی کا جواب بھلائی سے دینا

نویں صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ بدسلوکی کو اچھے برتاؤ سے دفع کرتے ہیں۔ یعنی برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں سختی کے مقابلہ میں نرمی برتتے ہیں۔ کوئی ظلم کرتا ہے تو یہ معاف کرتے ہیں بشرطیکہ معافی سے برائی کے ترقی کرنے کا اندیشہ نہ ہو۔ بدی سے بچ کر نیکی اختیار کرتے ہیں اگر کبھی کوئی برا کام ہو جاتا ہے تو اس کے مقابلہ میں بھلا کام یعنی توبہ اور اس گناہ کی تلافی کر لیتے ہیں اسی معنی میں ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم اپنے طرز عمل کو لوگوں کے طرز عمل کا تابع بنا کر نہ رکھو۔ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اگر لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھلائی کریں گے اور لوگ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے۔ تم اپنے نفس کو ایک

قاعدہ کا پابند بناؤ۔ اگر لوگ نیکی کریں تو تم نیکی کرو اور اگر لوگ تم سے بدسلوکی کریں تو تم ظلم نہ کرو۔

مذکورہ صفات والوں کا انجام

اہل فہم و دانش کی یہ صفات بیان کر کے ان کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو آخرت میں آرام و راحت کی دائمی زندگی نصیب ہوگی۔ یعنی جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ آگے جنت کی بشارت کے ساتھ ایک مزید خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ ایسے کاملین کو جن کی صفات اوپر بیان ہوئیں جنت میں ایک نعمت و مسرت یہ حاصل ہوگی کہ وہ اور ان کے ماں باپ اولاد بیویاں جو اپنی نیکی کی بدولت دخول جنت کے لائق ہوں سب اکٹھے رہیں گے۔ حتیٰ کہ ان متعلقین میں سے اگر کوئی کم رتبہ کا ہوگا تو حق تعالیٰ اپنی نوازش و مہربانی سے درجہ بڑھا کر ان متعلقین کو بھی اس مرد کامل کے پاس پہنچا دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل صالح موجود ہو تو تعلق قرابت سے جنت کے درجات میں ترقی ممکن ہے۔ یہاں آیت میں وَمَنْ صَلَحَ اور جو نیک ہوئے کی شرط نے یہ صاف کر دیا کہ اہل جنت سے مطلق قرابت کا تعلق مغفرت کے لئے کافی نہیں۔ مغفرت تو ایمان پر مرتب ہو گی البتہ جنت میں ترقی درجات و مراتب کی گنجائش اعزہ و اقربا کی شفاعت کی بناء پر ہے۔ اور اللہ کے مقبول بندوں کی رعایت و برکت سے بلند مقام پر پہنچا دیا جائے گا۔

آخر میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان کاملین کی تعظیم و تکریم کے لئے فرشتے ہر طرف سے آ آ کر سلام کریں گے۔ اور مبارکباد دیں گے اور کہیں گے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ یعنی فرشتے کہیں گے تم نے دنیا میں اللہ کے احکام بجالانے میں اور وہاں کی عارضی تکلیفیں اٹھانے میں جو صبر سے کام لیا تھا اس کے بدلہ میں یہاں کی سلامتی، خوشی اور دائمی راحت مبارک ہو اور یہ گھر اس دنیا سے کتنا اچھا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبور شہداء پر تشریف لے جاتے تو یہی آیت پڑھتے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ یعنی سلامتی تم پر تمہارے صبر کے بدلے سو عاقبت کا گھر خوب ملا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی ان مومنین کاملین کے گروہ میں شامل فرمائیں جن کی صفات ان آیات میں بیان ہوئیں۔ یا اللہ! ہمیں بھی ان خصائل محمودہ اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دے۔ جن کا مطالبہ یہ قرآنی آیات کر رہی ہیں۔ یا اللہ! جس انجام کی بشارت ان آیات میں دی گئی ہے۔ وہ حسن انجام ہم سب کو نصیب فرما اور ہمارے ماں باپ، بیوی بچوں اور عزیز و اقربا کو بھی اپنے کرم سے جنت میں ہمارے ساتھ رہنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ

اور جو لوگ خداتعالیٰ کے معاہدوں کو اُن کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور خداتعالیٰ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے

اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ

ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کیلئے اُس جہان میں خرابی ہوگی اللہ جس کو چاہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

زیادہ رزق دیتا ہے اور تنگی کردیتا ہے اور یہ (کفار) لوگ دنیوی زندگی پر اتراتے ہیں۔ اور یہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بجز ایک متاع قلیل کے اور کچھ بھی نہیں۔

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	يَنْقُضُوْنَ توڑتے ہیں	عَهْدَ اللّٰهِ اللہ کا عہد	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مِيْثَاقِهٖ اس کو پختہ کرنا	وَيَقْطَعُوْنَ اور وہ کاٹتے ہیں		
مَا جو	اَمَرَ اللّٰهُ اللہ نے حکم دیا	بِهٖ اس کا	اَنْ کہ	يُّوْصَلَ وہ جوڑا جائے	وَيُفْسِدُوْنَ اور وہ فساد کرتے ہیں	فِى الْاَرْضِ زمین میں	اُولٰٓئِكَ یہی ہیں
لَهُمُ ان کے لئے	اللَّعْنَةُ لعنت	وَلَهُمْ اور ان کے لئے	سُوْٓءُ الدَّارِ برا گھر	اَللّٰهُ اللہ	يَبْسُطُ کشادہ کرتا ہے	الرِّزْقَ رزق	
لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لئے وہ چاہتا ہے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے	وَفَرِحُوْا اور وہ خوش ہیں	بِالْحَيٰوةِ زندگی سے	الدُّنْيَا دنیا	وَمَا اور نہیں		
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	فِى (مقابلہ) میں	الْاٰخِرَةِ آخرت	اِلَّا صرف	مَتَاعٌ متاع حقیر			

بے عقلوں و بدبختوں کی صفات وانجام

گذشتہ آیات میں اہل دانش، مومنین، کاملین کی صفات اور خوبیاں اور ان کا آخری انجام بیان فرمایا گیا تھا۔ اب ان کے مقابل کم فہم، بدبخت کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان کی خصلتیں اور آخری انجام بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان بدبختوں کا کام یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بدعہدی کریں۔ جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم تھا انہیں توڑیں یعنی قرابت، رشتہ داری، دوستی کا لحاظ نہ کرنا، ہر قسم کے قول وقرار کو توڑنا، ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر امن عامہ کو تباہ کرنا، مخلوق پر ظلم کرنا، دوسروں پر اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے نہ رکنا گویا نیکوں کی جو صفات اوپر بیان ہوئی تھیں ان میں ان کی ضد پائی جاتی ہے۔ تو قدرتاً ان کا انجام بھی ان سے بالکل مختلف ہونا چاہئے۔ اس لئے مومنین کے برخلاف ان کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ ان پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار پڑے گی اور اس جہان میں بڑی خرابی ہوگی۔ اور سب سے برے مقام پر پہنچائے جائیں گے۔ یعنی دوزخ میں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

گذشتہ آیات اور یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نیک و بدخصلت لوگوں کا ذکر فرمایا اور نیک خصلت لوگوں سے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی۔ اس پر یہ خیال کسی کو ہوسکتا تھا کہ دنیا میں اکثر بدخصلت لوگ بڑی آسائش اور خوشحالی سے بسر کرتے ہیں اور نیک لوگ عموماً تنگ حال تو جن لوگوں سے اللہ راضی نہیں ان کو دنیا میں چین آرام اور راحت و آسائش کیوں نصیب ہے؟ اس شبہ کا ازالہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا میں رزق کی کمی بیشی اور تنگی و فراخی تو اللہ کے دست قدرت میں ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے فراخ دست کرتا ہے اور جس کو چاہے تنگ دست بنا دیتا ہے مگر ناعاقبت اندیش لوگ دنیوی زندگی کے آرام و آسائش پر اکڑتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں اس دنیوی زندگی کی کوئی وقعت نہیں اور آخرت کے مقابلہ میں

دنیوی زندگی محض ہیچ ہے۔ الغرض دنیا کی تنگی وفراخی مقبول اور مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتی۔ یہ تو محض اللہ کی مشیت اور حکمت پر ہے کافروں کو دنیا پر سہارا ہو گیا اور آخرت سے غافل ہو گئے اور سمجھنے لگے کہ یہاں کی وسعت وفراخی کوئی حقیقی اور دائمی چیز ہے۔ حالانکہ مومنوں کو جو آخرت ملنے والی ہے اس کے مقابل تو یہ دنیا کوئی قابل ذکر چیز ہی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اس بات پر متنبہ فرمایا جارہا ہے کہ دنیا میں رزق کی کمی بیشی کا معاملہ اللہ کے ایک دوسرے ہی قانون سے تعلق رکھتا ہے۔ جس میں بے شمار مصلحتوں کے لحاظ سے کسی کو زیادہ دیا جاتا ہے کسی کو کم۔ یہ کوئی معیار نہیں ہے کہ امیری اور غریبی کے لحاظ سے انسان کی قدر وقیمت کا حساب لگایا جائے یا ان کی سعادت و شقاوت کو اس میں دخل ہو۔ انسانوں کی سعادت وشقاوت کی اصل کسوٹی یہ ہے کہ کس نے فکر وعقیدہ اور عمل کی صحیح راہ اختیار کی اور کس نے غلط۔ مگر نادان لوگ اس کی بجائے یہ دیکھتے ہیں کہ کس کو دولت زیادہ ملی اور کس کو کم۔ مال و دولت کی کثرت مقبولیت کی دلیل نہیں بلکہ یہ منجانب اللہ کافروں کے لئے استدراج اور ڈھیل ہے کہ جرم کا پیمانہ خوب لبریز ہو جائے اور جو کرنا ہے وہ دل کھول کر کر لیں پھر یک لخت ان کو گرفتار کر کے تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے۔ اس لئے دنیا میں رزق کا کم یا زیادہ ہونا کفر وایمان پر موقوف نہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ایسی خصلتوں اور اعمال سے بچنے کی توفیق وہمت نصیب فرماویں جس سے وہ ناراض ہوتے ہیں۔ اور ایسے اعمال ہمارے لئے آسان فرماویں جس سے وہ خوش اور راضی ہوتے ہیں۔

یا اللہ! اپنی شان رزاقی سے ہمارے لئے دنیا میں رزق حلال مقدر فرما اور آخرت میں بھی جنت کی نعمتوں سے سرفراز فرما۔

یا اللہ! ہمارے دلوں میں آخرت کا فکر ویقین عطا فرما۔ آخرت کے مقابلہ میں ہم دنیا کو کسی بات پر ترجیح نہ دینے والے ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ

اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں۔ کہ ان پر کوئی معجزہ ان کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ کہہ دیجئے کہ واقعی اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گمراہ کردیتے ہیں

وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ

اور جو شخص اُن کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسکو اپنی طرف ہدایت کردیتے ہیں۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے اُن کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو

اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾

کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوجاتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اُن کیلئے خوشحال اور نیک انجامی ہے۔

كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا

اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی اُمت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس سے پہلے اور بہت سی اُمتیں گذر چکی ہیں تا کہ آپ اُن کو وہ کتاب پڑھ کر سُنا دیں جو ہم نے آپکے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی ہے

إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٣٠﴾

اور وہ لوگ ایسے بڑے رحمت والے کی ناسپاسی کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ میرا مربی ہے۔ اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کرلیا اور اسی کے پاس مجھ کو جانا ہے۔

وَيَقُولُ اور کہتے ہیں	الَّذِينَ كَفَرُوا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا	لَوْ کیوں	لَا أُنْزِلَ نہ اُتاری گئی	عَلَيْهِ اس پر	آيَةٌ کوئی نشانی	مِنْ سے	
رَبِّهِ اس کا رب	قُلْ آپ کہہ دیں	إِنَّ بیشک	اللَّهَ اللہ	يُضِلُّ گمراہ کرتا ہے	مَنْ يَّشَاءُ جس کو چاہتا ہے	وَيَهْدِي اور راہ دکھاتا ہے	
إِلَيْهِ اپنی طرف	مَنْ جو	أَنَابَ رجوع کرے	الَّذِينَ جو لوگ	آمَنُوا ایمان لائے	وَتَطْمَئِنُّ اور اطمینان پاتے ہیں	قُلُوبُهُمْ جن کے دل	
بِذِكْرِ اللَّهِ اللہ کے ذکر سے	أَلَا یاد رکھو	بِذِكْرِ اللَّهِ اللہ کے ذکر سے	تَطْمَئِنُّ اطمینان پاتے ہیں	الْقُلُوبُ دل (جمع)	الَّذِينَ جو لوگ		
آمَنُوا ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصَّالِحَاتِ نیک (جمع)	طُوبَىٰ خوشحالی	لَهُمْ ان کیلئے	وَحُسْنُ اور اچھا	مَآبٍ ٹھکانا	
كَذَٰلِكَ اسی طرح	أَرْسَلْنَاكَ ہم نے تمہیں بھیجا	فِي میں	أُمَّةٍ اس امت	قَدْ خَلَتْ گزر چکی ہیں	مِنْ قَبْلِهَا اس سے پہلے	أُمَمٌ اُمتیں	
لِتَتْلُوَا تا کہ تم پڑھو	عَلَيْهِمْ ان پر ان کو	الَّذِي وہ جو کہ	أَوْحَيْنَا ہم نے وحی کیا	إِلَيْكَ تمہاری طرف	وَهُمْ اور وہ	يَكْفُرُونَ منکر ہوتے ہیں	
بِالرَّحْمَٰنِ رحمٰن کے	قُلْ آپ کہہ دیں	هُوَ وہ	رَبِّي میرا رب	لَا نہیں	إِلَٰهَ کوئی معبود	إِلَّا هُوَ اس کے سوا	عَلَيْهِ اس پر
تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	وَإِلَيْهِ اور اس کی طرف	مَتَابِ میرا رجوع					

کفار کی فرمائشیں اور ان کا جواب

مکہ کے معاند کفار اگرچہ سینکڑوں نشانیاں اور معجزات دیکھتے تھے مگر از راہ عناد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی کہتے کہ ہم جو کہتے جائیں وہ نشانیاں دکھاؤ۔ مثلاً مکہ کے چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ ان پہاڑوں کو اپنی جگہ سے سرکا کر کھیتی باڑی کے لئے زمین وسیع کردو۔ یا زمین کو پھاڑ کر چشمے اور نہریں نکال دو تا کہ پانی کی کمی دور ہو جائے یا ہمارے پرانے مرے ہوئے بڑوں کو زندہ کر کے ہم سے بات چیت کرادو۔ الغرض کفار یہ فرمائش کرتے کہ کوئی معجزہ یا نشانی ایسا دکھلاؤ جو ہم کو ایمان لانے پر مجبور کردے۔ اس کا جواب دیا۔

جاتا ہے کہ بیشک خدا ایسے نشان دکھلانے پر قدرت رکھتا ہے لیکن اس کی حکمت اس بات کی مقتضی نہیں کہ تمہاری فرمائشیں پوری کیا کرے۔ پیغمبروں کی تصدیق کے لئے جس قدر ضرورت ہے اس سے زاید نشانات دکھلا چکا اور دکھلا رہا ہے۔ دوسرے سینکڑوں معجزات سے قطع نظر کر کے اکیلا قرآن ہی کیسا عظیم الشان معجزہ پیغمبر کی صداقت کا موجود ہے۔ جب تم ان نشانیوں کو دیکھ کر راہ راست پر نہ آئے اور حق کی طرف رجوع نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ قدیم قانون کے موافق خدا کی مشیت یہی ہے کہ تم کو تمہاری پسند کردہ گمراہی میں چھوڑے رکھے۔ بلاشبہ اگر تم اتنے بڑے بڑے نشان دیکھ کر اس کی طرف رجوع ہوتے تو وہ اپنی عادت کے موافق تم کو آگے بڑھاتا اور حقیقی کامیابی تک پہنچنے کی راہیں دکھاتا۔ جب تم نے خود یہ نہ چاہا تو اس کی حکمت بھی اسی کی مقتضی ہے کہ تمہیں مجبور نہ کرے۔ پھر فرمائشی نشانیاں دکھانے کی کیا ضرورت رہی۔ بلکہ نہ دکھلانے میں تمہارا فائدہ ہے کیونکہ سنت اللہ یہ ہے کہ فرمائشی نشان اسی وقت دکھلائے جاتے ہیں جب کسی قوم کو تباہ کرنا مقصود ہو۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم چاہو تو ہم ان کے فرمائشی معجزات دکھلا دیں۔ ان کی چاہت کے مطابق میں صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیتا ہوں اور زمین عرب میں میٹھے دریاؤں کی ریل پیل کر دیتا ہوں۔ پہاڑی زمین کو زرعی زمین سے بدل دیتا ہوں لیکن پھر بھی اگر یہ ایمان نہ لائے تو ایسا عذاب بھیجا جائے گا جو دنیا میں کسی پر نہ آیا ہو۔ اگر آپ چاہیں تو یہ کر دوں اور اگر چاہیں تو ان کے لئے توبہ و رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دوں۔ تو آپ نے دوسری صورت پسند فرمائی۔ چنانچہ یہی معاندانہ فرمائشیں کرنے والے بہت سے بعد کو مسلمان ہو گئے۔

جواب کا خلاصہ طالبان حق کیلئے قرآن کافی ہے

تو حق تعالیٰ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی یہ تمام فرمائشیں معاندانہ ہوتی ہیں۔ طلب حق مقصود نہیں۔ اس لئے ایسی خواہشات قبول نہیں کی جاتیں۔ اگر ان کو اطمینان اور ایمان لانا مقصود ہوتا تو اس کے لئے تو قرآن کافی ہے جن کو ایمان کی خواہش ہوتی ہے اور طلب حق جن کا شعار ہوتا ہے اور خدا کی طرف رجوع ہونے والے ہوتے ہیں تو ان کو ہدایت بھی ہو جاتی ہے اور دولت ایمان نصیب ہو جاتی ہے اور وہ خدا کی یاد سے چین و اطمینان حاصل کرتے ہیں اور ذکر اللہ کا نور ان کے قلوب سے ہر طرح کی وحشت اور گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے۔ دولت، حکومت، منصب، جاگیر یا فرمائشی نشانات کا دیکھ لینا کوئی چیز انسان کو حقیقی سکون اور اطمینان قلب سے ہم آغوش نہیں کر سکتی۔ صرف ذکر اللہ اور یاد الٰہی سے جو تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے وہی ہے جو دلوں کے اضطراب اور وحشت کو دور کر سکتا ہے۔ غرض جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے ان کے لئے اس دنیا میں خوشحالی اور آخرت میں نیک انجامی کا وعدہ ہے۔ یہاں دنیا میں خوشحالی سے مراد مالی یا معاشی خوشحالی نہیں بلکہ فراغ خاطر اور قلبی چین و سکون ہی مقصود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کوئی نئی اور انوکھی چیز نہیں ہے

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ یہ لوگ جو آپ کی رسالت پر شبہات کرتے ہیں تو آپ کی رسالت کوئی انوکھی چیز تو ہے نہیں۔ پہلے بھی رسول ہوتے آئے ہیں۔ دنیا میں سلسلہ انبیاء پہلے سے جاری ہے تو کیا منکروں کے کہنے سے وہ انبیا ہر وقت معجزات دکھایا کرتے تھے۔ معجزہ کا ظہور بھی کبھی بوقت ضرورت ہو جاتا ہے ورنہ اصل مقصود تو پیغام الٰہی کا پہنچا دینا ہے اس لئے آپ کو ان کی طرف اس لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ آپ ان کو وہ کتاب پڑھ کر سنا دیں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے اور ان معاندین کو چاہئے

تھا کہ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرتے اور اس کتاب پر کہ وہ معجزہ بھی ہے ایمان لے آتے مگر وہ لوگ ایسے بڑے رحمت والے کی ناشکری کرتے ہیں اور انہوں نے سخت ناشکری اور کفران نعمت پر کمر باندھ لی ہے۔ رحمٰن کا حق ماننے سے منکر ہو گئے بلکہ اس نام سے ہی وحشت کھانے لگے۔ اسی لئے کفار مکہ نے حدیبیہ کے صلح نامہ میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ لکھنے میں جھگڑا کیا کہ ہم نہیں جانتے رحمٰن اور رحیم کیا ہے۔

کفار سے کہہ دو کہ تم کچھ نہیں بگاڑ سکتے

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اخیر میں خطاب ہوتا ہے کہ آپ ان کفار سے فرما دیں کہ جس رحمٰن سے تم انکار کرتے ہو وہی میرا رب ہے اور وہی اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ میرا آغاز وانجام سب اسی کے ہاتھ میں ہے میں اسی پر توکل کرتا ہوں۔ نہ تمہارے انکار وتکذیب سے مجھے ضرر کا اندیشہ ہے نہ تم مخالفت کر کے میرا کچھ کر سکتے ہو۔ البتہ تمہارا ہی ضرر ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرمایا۔ یا اللہ اپنے ذکر وفکر کی توفیق دائمی ہم کو نصیب فرما اور اپنے ذکر سے ہمارے قلوب کو زندہ فرما اور دنیا میں خوش حالی اور آخرت میں نیک انجامی نصیب فرما اور قرآن پاک جیسی نعمت عظمیٰ کی ہم کو حقیقی قدردانی عطا فرما۔

یا اللہ! ہدایت وضلالت آپ ہی کے دست قدرت میں ہے آپ جس کو چاہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیں اور جس کو چاہیں ہدایت سے نواز دیں۔

یا اللہ! ہمارے قلوب کو نور ہدایت سے منور فرما اور عمل صالحہ کی توفیق عطا فرما اور ہر طرح کی کجی سے ہماری حفاظت فرما۔

یا اللہ! اپنے ذکر وفکر کی توفیق دائمی ہم کو نصیب فرما اور اپنے ذاکرین بندوں میں ہم کو بھی شامل ہونا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو ہر حال میں اپنی ذات عالی کی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما اور اس رجوع کی برکت سے دین ودنیا دونوں جہان میں ہمارے لئے نیک انجامی اور خوشحالی مقدر فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ

اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ ہٹادیئے جاتے یا اسکے ذریعہ سے زمین جلدی جلدی طے ہوجاتی یا اس کے ذریعہ سے مُردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرادی جاتیں

جَمِيْعًا اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا وَلَا يَزَالُ

تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے۔ کیا پھر بھی ایمان والوں کو اس بات میں دل جمعی نہیں کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تمام آدمیوں کو ہدایت کردیتا۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ

اور یہ (مکہ کے) کافر تو ہمیشہ (آئے دن) اس حالت میں رہتے ہیں کہ ان کے (بد) کرداریوں کے سبب ان پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے یا اُن کی بستی کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے

وَعْدُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (۳۱)

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجاوے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے۔

وَلَوْ اور اگر	اَنَّ یہ کہ	قُرْاٰنًا ایسا قرآن	سُيِّرَتْ چلائے جاتے	بِهِ اس سے	الْجِبَالُ پہاڑ	اَوْ یا	قُطِّعَتْ پھٹ جاتی	بِهِ اس سے
الْاَرْضُ زمین	اَوْ یا	كُلِّمَ بات کرنے لگتے	بِهِ اس سے	الْمَوْتٰى مُردے	بَلْ بلکہ	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الْاَمْرُ کام	جَمِيْعًا تمام
اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ تو کیا اطمینان نہیں ہوا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا وہ لوگ جو ایمان لائے	اَنْ کہ	لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اگر اللہ چاہتا	لَهَدٰى تو ہدایت دیدیتا	النَّاسَ لوگ			
جَمِيْعًا سب	وَلَا يَزَالُ اور ہمیشہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جو کافر ہوئے	تُصِيْبُهُمْ انہیں پہنچے گی	بِمَا صَنَعُوْا اسکے بدلے جو انہوں نے کیا				
قَارِعَةٌ سخت مصیبت	اَوْ تَحُلُّ یا اُترے گی	قَرِيْبًا قریب	مِّنْ سے	دَارِهِمْ ان کے گھر	حَتّٰى یہاں تک	يَاْتِيَ آجائے	وَعْدُ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَا يُخْلِفُ خلاف نہیں کرتا	الْمِيْعَادَ وعدہ						

شان نزول

چند مشرکین قریش ایک روز حرم شریف میں بیٹھے تھے۔ اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لائے اور آپ نے ان کو اسلام لانے کی رغبت دلائی۔ ابن ابی امیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ کو ہمارا اسلام لے آنا منظور ہے تو ہم چند باتیں چاہتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مکہ کے چاروں طرف پہاڑ کھڑے ہوئے ہیں جن میں کھیتی کرنے کو بالکل زمین نہیں ہے۔ اگر تم سچے نبی ہو تو قرآن پڑھ کر ان پہاڑوں کو مکہ سے ہٹادو تاکہ ہمارے کھیتی کرنے کو زمین نکل آئے۔ دوسرے مکہ میں پانی کی بہت کمی ہے۔ اس میں کچھ نہریں اور چشمے ایسے بہادو جس سے پانی کی تکلیف جاتی رہے۔ تیسرے یہ کہ ہوا کو ہمارے تابع کردو تاکہ شام کے ملک سے ہم ضرورت کی چیزیں جلدی لے آیا کریں۔ چوتھے یہ کہ اہل عرب کے کسی بڑے بوڑھے کو قبر سے زندہ کرکے نکال دو کہ وہ تمہارے نبی ہونے کی تصدیق کردے۔ مشرکین کے ان مطالبات کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مشرکین کی فرمائشوں کا جواب

بتلایا جاتا ہے کہ اگر کفار کی فرمائش کے بموجب ایسے محسوس معجزات جو یہ طلب کرتے ہیں ظاہر بھی کردیئے جائیں تب بھی کیا فائدہ۔ نفس کی تاریکی دور ہونے، عقل کی آنکھیں روشن ہوجانے اور روح میں نور معرفت پیدا ہونے کے لئے تو ہر معجزہ سے بڑھ کر قرآن موجود ہے۔ یہ ہی قرآن ہے جس نے روحانی طور پر پہاڑوں کی طرح جمے ہوئے لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹادیا۔ بنی نوع

ن کے قلوب کو پھاڑ کر معرفت الٰہی کے چشمے جاری کر دیئے۔
ل الی اللہ کے راستے برسوں کی جگہ منٹوں میں طے کرا دیئے۔
ہ قوموں اور دلوں میں ابدی زندگی کی روح پھونک دی۔ جب
ے قرآن سے ان پر کوئی اثر نہ ہوا تو دوسرے معجزات سے کیا ہو سکتا
ے۔ فرض کرو اگر ان کی طلب کے موافق یہ قرآن مادی اور حسی طور پر
ں وہ سب چیزیں دکھلا دیتا جن کی یہ فرمائش کرتے ہیں تب بھی کیا
ید ہے کہ یہ ایمان لے آئیں گے اور نئی حجتیں اور کج بحثیاں شروع
ردیں گے۔ ان میں جو ضدی اور سرکش واقع ہوئے ہیں وہ کسی
ان کو دیکھ کر بھی ایمان لانے والے نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ
یت و گمراہی سب اللہ کے دست قدرت میں ہے۔ جسے وہ نہ
ہے قیامت تک ہدایت نہیں ہو سکتی۔ لیکن وہ اسی کو چاہتا ہے جو اپنی
ف سے قبول حق کی خواہش اور تڑپ رکھتا ہو۔ شاید بعض
لمانوں کو اس وقت یہ خیال گذرا ہو ایک مرتبہ ان کی فرمائش ہی
ی کر دی جائے ایمان لے آئیں تو ان مسلمانوں کو سمجھایا جاتا ہے
ہ خاطر جمع رکھو اگر خدا چاہے تو بدون ایک ایک نشان دکھلائے ہی
ب کو راہ راست پر لے آئے لیکن یہ اس کی عادت و حکمت کے
اف ہے۔ اس نے انسان کو ایک حد تک کسب و اختیار کی آزادی
لر ہدایت کے کافی اسباب فراہم کر دیئے۔ جو چاہے ان سے نفع
ائے۔ کیا ضرورت ہے کہ ان کی فرمائشیں پوری کی جائیں باوجود
افی سامان ہدایت موجود ہونے کے اگر معاندین نہیں مانتے اور
پنے ایمان کو بیہودہ فرمائشوں پر معلق کرتے ہیں تو ہم نے یہ ارادہ بھی
یں کیا کہ ساری دنیا کو ضرور منوا ہی دیا جائے۔

معاندین کو عذاب ہی سیدھا کریگا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار مکہ فرمائشی نشانوں سے ماننے والے نہیں۔ یہ تو اس طرح مانیں گے کہ برابر کوئی آفت و مصیبت خود ان پر یا ان کے آس پاس والوں پر پڑتی رہے گی مثلاً جہاد میں مسلمانوں کے ہاتھوں کچھ قتل ہوں گے کچھ قید کئے جائیں گے۔ کچھ دوسری طرح کے مصائب کا شکار ہوں گے۔ یہ ہی سلسلہ رہے گا جب تک خدا کا وعدہ پورا ہو یعنی فتح مکہ ہو اور جزیرۃ العرب شرک کی گندگی سے پاک صاف ہو جائے۔ بیشک خدا کا وعدہ اٹل ہے۔ پورا ہو کر رہے گا۔ یہاں آیت میں وعدۂ الٰہی سے مراد اکثر صحابہ و تابعین کے نزدیک فتح مکہ ہے۔ بعض کے نزدیک آخرت کا عذاب و قیامت مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

گذشتہ اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں انسان کی ہدایت کے لئے سامان تو سب کچھ مہیا کر دیا گیا ہے لیکن اس کی عقل کو اختیار دے کر آزاد چھوڑ دیا گیا ہے وہ اس کائنات کے خالق اور مالک کو اس کی قدرت اور رحمت و غضب کی نشانیاں دیکھ کر پہچانے۔ اس کی کتاب اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مانے ان کی تعلیمات کو گرہ میں باندھے اور برضا و رغبت اللہ کا مطیع اور فرمانبردار ہو کر رہے۔ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی اور کافروں نے خود آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ مکہ فتح ہوا اور مشرکین کا جزیرۃ العرب سے نام و نشان مٹ گیا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کی توفیق حسن ہر حال میں ہمارے شامل حال رہے۔ اور ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا فرمانبردار بنا کر زندہ رکھیں۔ اور دین و دنیا کی عافیت نصیب فرمائیں۔ اسلام اور دین حق کو غلبہ اور کفر و شرک کو مغلوب و پست بنا کر رکھیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ

اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ جو کہ آپ کے قبل ہو چکے ہیں استہزاء ہو چکا ہے۔ پھر میں ان کافروں کو مہلت دیتا رہا۔ پھر میں نے اُن پر دارو گیر کی سو میری سزا کس

كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ

طرح کی تھی۔ پھر کیا جو (خدا) ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو اور اُن لوگوں کے شرکاء برابر ہو سکتے ہیں اور ان لوگوں نے خدا کیلئے شرکاء تجویز کئے ہیں آپ کہ

سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ

کہ اُن کا نام تو لو۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو کہ دنیا میں اسکی خبر اللہ تعالیٰ کو نہ ہو یا محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے انکو شریک کہتے ہیں۔ بلکہ کافروں کو ا

لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

مغالطہ کی باتیں مرغوب معلوم ہوتی ہیں اور (اسی وجہ سے) یہ لوگ راہ (حق سے) محروم رہ گئے۔ اور جس کو خدا تعالیٰ گمراہی میں رکھے اس کا کو

مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ

راہ پر لانے والا نہیں۔ اُن کیلئے دنیوی زندگی میں (بھی) عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بدرجہا زیادہ سخت ہے

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

اور اللہ سے اُن کا کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

وَلَقَدِ اور البتہ	اسْتُهْزِئَ مذاق اُڑایا گیا	بِرُسُلٍ رسولوں کا	مِّنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	فَاَمْلَيْتُ تو میں نے ڈھیل دی	لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر ک			
ثُمَّ پھر	اَخَذْتُهُمْ میں نے ان کی پکڑ کی	فَكَيْفَ سو کیسا	كَانَ تھا	عِقَابِ میرا بدلہ	اَفَمَنْ پس کیا جو	هُوَ وہ	قَآئِمٌ نگران	عَلٰى پ
كُلِّ نَفْسٍ ہر شخص	بِمَا كَسَبَتْ جو اس نے کمایا	وَجَعَلُوْا اور انہوں نے بنالئے	لِلّٰهِ اللہ کے	شُرَكَآءَ شریک	قُلْ آپ کہہ دیں	سَمُّوْهُمْ انکے نام ل		
اَمْ یا	تُنَبِّئُوْنَهٗ تم اسے بتلاتے ہو	بِمَا وہ جو	لَا يَعْلَمُ اس کے علم میں نہیں	فِى الْاَرْضِ زمین میں	اَمْ یا	بِظَاهِرٍ محض ظاہری	مِّنَ سے	
الْقَوْلِ بات	بَلْ بلکہ	زُيِّنَ خوشنما بنادیے گئے	لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا	مَكْرُهُمْ ان کے فریب	وَصُدُّوْا اور رو			
عَنِ سے	السَّبِيْلِ راہ	وَمَنْ اور جو	يُّضْلِلِ گمراہ کرے	اللّٰهُ اللہ	فَمَا تو نہیں	لَهٗ اس کیلئے	مِنْ هَادٍ کوئی ہدایت دینے وال	
لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	فِى میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَ اور	لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ البتہ آخرت کا عذاب	اَشَقُّ نہایت تکلیف د		
وَمَا اور نہیں	لَهُمْ ان کیلئے	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے	مِنْ وَّاقٍ کوئی بچانے والا					

کافروں اور مخالفوں کے رویوں سے حق والوں کا کچھ نہیں بگڑتا

گذشتہ آیات میں کفار اور معاندین کا ذکر تھا کہ وہ کیسے مہمل اور نامعقول مطالبات اور فرمائشی معجزات کے ظہور کا مطالبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے اس طرز عمل سے تکلیف ہوتی ہوگی۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ اپنی قوم کے غلط رویہ سے رنج وفکر نہ کریں۔ آپ سے پہلے بھی

نبروں کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ یعنی کافروں نے عقل کی تاریکی کی بہ سے غیبی امور کا انکار کیا اور وحی و رسالت کا مذاق اڑایا ہے تو ان لفار و معاندین کا یہ معاملہ تکذیب و استہزاء کچھ آپ کے ساتھ ماص نہیں اور اسی طرح ان منکرین کے عذاب میں توقف ہونا کچھ ن کے ساتھ خاص نہیں۔ گذشتہ مجرموں کو بھی پہلے ڈھیل دی گئی۔ ہر جب پکڑا تو دیکھ لو کیسا ان کا حشر ہوا۔ آج تک ان کی تباہی کی استانیں زبانوں پر ہیں۔ آگے پھر مضمون توحید اور مشرکین کا رد رمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو خدا ہر شخص کے ہر عمل کی ہر قت نگرانی رکھتا ہے ایک لحہ کسی سے غافل نہیں۔ ہر عامل کے خیر و ثر کے عمل سے باخبر ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ کوئی کام س کی بے خبری میں نہیں ہوتا۔ ہر حالت کا اسے علم ہے۔ ہر عمل پر ہ موجود ہے۔ تم جہاں ہو وہاں اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے عمال دیکھ رہا ہے تو ان صفتوں والا خدا کیا ان مشرکین کے جھوٹے معبودوں اور پتھر کی مورتیوں کے مثل ہو سکتا ہے۔ جو نہ دیکھیں نہ سنیں نہ اپنے لئے کسی چیز کے مالک نہ کسی اور کے نفع نقصان کا انہیں ختیار۔ تعجب ہے کہ ایسے خدا کی موجودگی میں انسان ایسی عاجز اور حقیر مخلوق کے آگے سر جھکائے اور اس کو خدائی کے اختیارات سونپے اس ظلم کی بھی کوئی انتہا ہے کہ علیم کل اور ہمہ صفت خدا کے شریک وہ ہوں جنہیں خود اپنے وجود کی خبر نہیں۔ اس لئے مشرکین کو مخاطب ہو کر کہا جاتا ہے کہ ذرا آگے بڑھ کر ان شرکاء کے نام تو لو اور پتے تو بتاؤ کیا خدائے قدوس کی یہ صفات سن کر جو اوپر بیان ہوئیں کوئی حیادار ان پتھر کی مورتیوں کا نام بھی لے سکتا ہے اور بے حیائی سے "لات" "عزیٰ" کے نام لینے لگو۔ تو کیا کوئی عاقل ادھر التفات کر سکتا ہے۔

شرک ایک بے حقیقت چیز ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ خدا کو تمام روئے زمین پر اپنی خدائی کا کوئی شریک اور حصہ دار معلوم نہیں کیونکہ ہے ہی نہیں جو معلوم ہو تو اے نادانو! تم نے جو خدا کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا اور ان کی عبادت کرنے لگے تو یہ محض اٹکل پچو باتیں ہیں جس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں تم نے اپنے آپ ان کے نام گھڑ لئے ہیں۔ تم نے ہی انہیں نفع نقصان کا مالک قرار دیا اور تم نے ہی ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ یہی تمہارے بڑے کرتے رہے۔ نہ تو تمہارے ہاتھ میں کوئی خدائی دلیل ہے نہ کوئی اور دلیل یہ تو صرف وہم پرستی اور خواہش پروری ہے شرک کی حمایت میں ان کی یہ مستعدی اور توحید کے مقابلہ میں اس قدر جدوجہد خالی نفس کا دھوکہ اور شیطان کا فریب ہے۔ اسی نے ان کو راہ حق سے روک دیا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ جسے خدا ہدایت کی توفیق نہ دے اسے کون راہ پر لا سکتا ہے اور وہ اسی کو توفیق دیتا ہے جو باختیار خود ہدایت کے دروازہ پر اپنے اوپر بند نہ کرلے ان کافروں کے لئے دنیوی زندگی میں عذاب ہے جیسے مجاہدین اسلام کے ہاتھوں قتل، قید اور ذلت ہزیمت وغیرہ اور آخرت کا عذاب اس سے بدرجہا زیادہ سخت ہے کیونکہ شدید بھی ہے اور دائم بھی اور اللہ کے عذاب سے ان کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

خلاصہ آیات

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں پہلے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی اور پھر شرک کا رد فرمایا گیا۔ اس آیت میں کافروں کو دنیوی عذاب کی بھی دھمکی دی گئی ہے کہ اگر رسول پاک ؐ سے یونہی سرکشی کرتے رہے تو دنیا میں خراب و خستہ ہوں گے چنانچہ یہ پیشین گوئی بدرجہ اکمل پوری ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں بڑے بڑے سرداران کفر قتل، قید خوار اور ذلیل ہوئے اور کچھ مدت کے بعد تو سرزمین عرب کفر کے نام سے بھی پاک ہوگئی۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرمایا اور قرآن پاک جیسی نعمت اور رسول پاک ؐ جیسے نبی اور اسلام جیسا دین عطا فرمایا۔ یا اللہ! ان نعمتوں کی قدردانی کی ہم کو توفیق نصیب فرما اور اپنی صحیح معرفت اور توحید حقیقی عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے اس کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔اس کا پھل اور اس کا سایہ دائم رہے گا یہ تو انجام

عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۳۵ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ

متقیوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگا اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ

اور ان ہی کے گروہ میں بعضے ایسے ہیں کہ اسکے بعض حصہ کا انکار کرتے ہیں۔آپ فرمائیے کہ مجھ کو صرف یہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کرا

وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۳۶ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ وَلَىِٕنِ

اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤں میں اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھ کو لوٹ جانا ہے۔اور اسی طرح ہم نے اس کو اس طور پر نازل کیا کہ وہ ایک خاص حکم ہے عربی زبان میں۔اور اگر آ

اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۳۷

(بفرضِ محال) ان کے نفسیاتی خیالات کا اتباع کرنے لگیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم پہنچ چکا ہے تو اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا

مَثَلُ کیفیت	الْجَنَّةِ جنت	الَّتِيْ وہ جو کہ	وُعِدَ وعدہ کیا گیا	الْمُتَّقُوْنَ پرہیزگار	تَجْرِيْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا اس کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	
اُكُلُهَا اسکے پھل	دَاۗىِٕمٌ دائم	وَّظِلُّهَا اور اسکا سایہ	تِلْكَ یہ	عُقْبَى انجام	الَّذِيْنَ اتَّقَوْا پرہیزگاروں	وَّعُقْبَى اور انجام	الْكٰفِرِيْنَ کافروں	
النَّارُ جہنم	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	اٰتَيْنٰهُمْ ہم نے انہیں دی	الْكِتٰبَ کتاب	يَفْرَحُوْنَ وہ خوش ہوتے ہیں	بِمَآ اسے جو	اُنْزِلَ نازل کیا گیا		
اِلَيْكَ تمہاری طرف	وَ اور	مِنَ بعض	الْاَحْزَابِ گروہ	مَنْ جو	يُّنْكِرُ انکار کرتے ہیں	بَعْضَهٗ اس کی بعض	قُلْ آپ کہہ دیں	
اِنَّمَآ اسکے سوا نہیں	اُمِرْتُ مجھے حکم دیا گیا	اَنْ کہ	اَعْبُدَ میں عبادت کروں	اللّٰهَ اللہ	وَ اور	لَآ اُشْرِكُ نہ شریک ٹھہراؤں	بِهٖ اس کا	اِلَيْهِ اسکی طرف
اَدْعُوْا میں بلاتا ہوں	وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف	مَاٰبِ میرا ٹھکانا	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسکو نازل کیا	حُكْمًا حکم			
عَرَبِيًّا عربی زبان میں	وَلَىِٕنِ اور اگر	اتَّبَعْتَ تونے پیروی کی	اَهْوَاۗءَهُمْ ان کی خواہشات	بَعْدَ بعد	مَا جَاۗءَكَ جبکہ تیرے پاس آگیا			
مِنَ الْعِلْمِ علم	مَا لَكَ تیرے لئے نہیں	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	مِنْ وَّلِيٍّ کوئی حمایتی	وَ اور	لَا وَاقٍ نہ کوئی بچانے والا			

متقین کے اخروی انعامات

گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا اور ان کا انجام بتلایا گیا تھا۔اب ان کے مقابلہ میں مومنین و متقین کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ جس جنت کا متقین سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی ایک صفت تو یہ ہے کہ اس کے ہر طرف نہریں جاری ہیں۔جہاں چاہیں پانی لے جائیں پھر پانی بھی نہ بگڑنے والا۔پھر دودھ کی نہریں ہیں اور دودھ بھی ایسا جس کا مزہ کبھی نہ بگڑے اور شراب کی نہریں جس میں صرف لذت ہی لذت ہے نہ بدمزگی نہ بیہودہ نشہ اور صاف شہد کی نہریں ہیں اور ہر قسم کے پھل ہیں اور پھر اس کے پھل اور میوہ ہمیشگی والے ہیں یعنی اس کے کھانے پینے کی چیزیں کبھی فنا ہونے والی نہیں۔حدیث شریف میں ہے ک

جنتی جب کوئی پھل توڑیں گے تو اسی وقت اس کی جگہ دوسرا لگ جائے گا۔اس طرح جنت کے پھلوں اور میووں کی کوئی نوع کبھی ختم نہ ہوگی اور ہمیشہ وہی ملے گا جس کی خواہش کریں گے۔اس طرح جنت کی نہ تو کوئی نعمت فنا ہوگی اور نہ کوئی راحت زائل۔ اسی طرح جنت کی ایک کیفیت یہ بتلائی گئی کہ وہاں سایہ بھی ہمیشہ آرام دہ رہے گا۔نہ کبھی دھوپ کی تپش ہوگی نہ سردی کی تکلیف اور سایہ کے دوام کی وجہ یہ ہے کہ وہاں آفتاب نہ ہوگا بلکہ نور کی روشنی ہوگی۔تو ایسی دائمی نعمتوں والی جگہ جنت متقین کو نصیب ہو گی اور ان کے برخلاف کفار اور مشرکین کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔جو دائمی عذاب کی جگہ ہے گویا اہل حق اور اہل باطل کا انجام ایک دوسرے کے بالمقابل بیان فرمایا۔

اہل کتاب کے منصف لوگ

اب رہے اہل کتاب جو توحید کے مدعی تھے اور آسمانی مذہب کا اپنے کو حامل سمجھتے تھے اور بظاہر قیامت حشر نشر وغیرہ کا بھی اقرار کرتے تھے ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جن کا ایمان واقعی طور پر اپنی مذہبی کتابوں پر بھی تھا اور قرآن کو بھی وہ سچی آسمانی کتاب جانتے تھے اور اس کے کل احکام کو مانتے تھے جیسے یہود میں حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی وغیرہ اور نصاریٰ میں نجاشی شاہ حبش اور ان کے ہم خیال تو یہ گروہ اہل ایمان کا تھا جن کو دوگنا ثواب ملنے کی صراحت حدیث شریف میں موجود ہے۔یہ حق پرست اہل علم وانصاف جو فی الحقیقت اپنی آسمانی کتاب کو مانتے تھے تو وہ نزول قرآن سے مسرور تھے۔قرآن کے ہر حکم پر ان کا ایمان تھا اور وہ ہر آیت کو سبب ہدایت جان کر خوش ہوتے۔چنانچہ اسی قسم کے منصف اور حق پرست یہود و نصاریٰ آخر کار مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن انہی اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں وہ جماعتیں بھی ہیں جو قرآن کے بعض حصوں کو نہیں مانتے اور ان احکام کا انکار کرتے ہیں جو ان کی خواہش کے خلاف ہیں۔اس لئے وہ قرآن سے ناخوش ہیں۔ایسے لوگوں کے متعلق حق تعالیٰ کا آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ کوئی خوش ہو یا ناخوش میں تو اسی خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بندگی کرتا ہوں جس کو سب انبیاء بالاتفاق مانتے چلے آئے ہیں۔اسی کے احکام اور مرضیات کی طرف ساری دنیا کو دعوت دیتا ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ میرا انجام اسی کے ہاتھ میں ہے۔میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں وہیں میرا ٹھکانا ہے اور وہی آخر کار مجھ کو غالب اور منصور اور مخالفین کو مغلوب اور رسوا کرے گا۔لہٰذا کسی کے خلاف وانکار کی مجھے قطعاً پروا نہیں۔

قرآن کریم کی جامعیت

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اور رسولوں کو خاص خاص زمانوں میں خاص خاص احکام دیئے اور دوسری کتابیں اتاریں اس وقت یہ قرآن اتارا جو عظیم الشان احکام و معارف پر مشتمل ہے اور حق و باطل کا آخری فیصلہ کرنے والا ہے پھر جس طرح ہر پیغمبر کو اسی زبان میں کتاب دی گئی جو اس کی قومی زبان تھی ایسے ہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو عربی زبان میں قرآن دیا گیا جو نہایت وسیع، بلیغ، جامع پرمغز اور پرشوکت زبان ہے۔

اخیر میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ کسی کے انکار اور ناخوشی کی ذرہ برابر پرواہ نہ کیجئے۔حق تعالیٰ نے جو علم عظیم آپ کو دیا ہے اس کی پیروی کرتے رہئے اگر بالفرض محال آپ ان لوگوں کی خواہشات کی طرف جھک گئے تو اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا نہ بچانے والا۔یہ خطاب دراصل ہر طالب حق کو ہے اور حضورؐ کو مخاطب کر کے دوسروں کو سنانا مقصود ہے۔

اس آخری آیت کا مضمون کس قدر قابل غور ہے کہ جس میں نبی علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ قرآنی احکام آچکنے کے بعد اگر آپ ان یہود و نصاریٰ کی خواہشات کا اتباع کرنے لگیں تو اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا نہ کوئی بچانے والا۔ تو یہاں دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے دوسروں کو سنانا مقصود ہے کہ قرآنی احکام اور طریقہ محمدیہ اور سنت نبویہ کے علم کے بعد دوسرے طریقوں کو اختیار کرنا گمراہی ہے اور اس پر زبردست وعید سنائی گئی۔

وَيَهْدِىٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ہدایت کا طالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف رسائی دینے کے لئے ہدایت فرمادیتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جب اپنے فضل و کرم سے ہم کو قرآن پاک کی دولت عطا فرمائی ہے تو ہم کو اس کے اتباع کامل کی توفیق بھی عطا فرمائیں اور یہود و نصاریٰ کے طریق سے ہم کو کامل طور پر بچنے کا عزم نصیب فرمائیں۔ شریعت محمدیہ کی ہم کو ظاہر میں اور باطن میں کامل پابندی اور اتباع نصیب فرماویں۔ اور ہمارا حشر ان متقین کے گروہ میں فرماویں جن کے لئے جنت کا وعدہ ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے بھی دیئے اور کسی پیغمبر کے اختیار میں یہ امر نہیں

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ

کہ ایک آیت بھی بدون خدا کے حکم کے لاسکے۔ ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ جس حکم کو چاہیں موقوف کردیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں

وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

اور اصل کتاب اُنہی کے پاس ہے۔

وَ اور	لَقَدْ اَرْسَلْنَا البتہ ہم نے بھیجے	رُسُلًا رسول	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	وَجَعَلْنَا اور ہم نے دیں	لَهُمْ ان کو	اَزْوَاجًا بیویاں
وَذُرِّيَّةً اور اولاد	وَمَا كَانَ اور نہیں ہوا	لِرَسُوْلٍ کسی رسول کیلئے	اَنْ کہ	يَّاْتِيَ لائے	بِاٰيَةٍ کوئی نشانی	اِلَّا بغیر
بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ کی اجازت سے	لِكُلِّ اَجَلٍ ہر وعدہ کیلئے	كِتَابٌ ایک تحریر	يَمْحُوا مٹادیتا ہے	اللّٰهُ اللہ	مَا يَشَاۗءُ جو وہ چاہتا ہے	
	وَيُثْبِتُ اور باقی رکھتا ہے	وَعِنْدَهٗ اور اس کے پاس	اُمُّ الْكِتٰبِ اصل کتاب			

کفار و مشرکین کے اعتراضات اور جوابات

کفار اور مشرکین کا ایک شبہ یہ تھا کہ جس کو اللہ رسول بنا کر بھیجے تو اس کو فرشتوں کے مانند دنیا کی باتوں سے پاک ہونا چاہئے بلکہ وہ یہاں تک کہتے تھے کہ انسان کو پیغمبر ہونا ہی نہ چاہئے۔ فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجنا چاہئے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر یہ اعتراض کرتے کہ یہ کیسے نبی ہیں جن کے بیوی بچے ہیں کھاتے پیتے اور بازار سے خرید و فروخت کرتے ہیں۔ کافروں کا ایک شبہ یہ بھی تھا کہ آپ ہمارے کہنے کے موافق معجزات کیوں نہیں دکھاتے۔ آپ کیسے پیغمبر ہیں کہ اتنا اختیار بھی آپ کو نہیں ہے اور ایک شبہ یہ بھی تھا کہ آپ جس عذاب آخرت اور دنیوی مصیبت کی دھمکی ہم کو دیتے ہیں اس کو ابھی کیوں نہیں لاتے۔ تاخیر کیوں ہے؟ ان تمام شبہات کا ترتیب وار جواب یہاں اور اگلی آیات میں دیا گیا ہے۔

پہلے بتلایا گیا کہ اس دنیا میں پیغمبر پہلے بھی ہوئے ہیں۔ وہ آسمان کے فرشتہ نہ تھے اس دنیا کے رہنے والے انسان تھے جو کھانا بھی کھاتے تھے۔ اپنی ضروریات بھی اپنے ہاتھوں انجام دیتے اور بیوی بچے بھی رکھتے تھے۔ وہ بازاروں میں بھی جاتے اور خرید و فروخت بھی کرتے تھے۔

نکاح اور اولاد سے نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بلکہ اس سے بشریت کی تکمیل ہوجاتی ہے۔ اسلام رہبانیت نہیں سکھاتا۔ حضرات انبیاء جسمانیت و روحانیت دونوں اعتبار سے کامل ہوتے ہیں اس لئے اہل و عیال ان کے فرائض رسالت کی ادائیگی میں حارج اور مزاحم نہیں ہوتے۔ رہا فرمائشی معجزات کا ظہور تو پہلے انبیاء میں بھی کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ لوگ جو نشانی اور معجزات مانگتے وہ ضرور دکھلا ہی دیتے۔ بلکہ موجودہ پیغمبر کی طرح ہر چیز میں خدائی اذن کے منتظر رہتے تھے۔ وہ وہی نشان دکھلاتے اور وہی احکام سناتے جس کی اجازت اللہ تعالیٰ سے ملتی۔ پیغمبروں کو اظہار معجزات کا کوئی ذاتی اختیار نہیں جب اللہ تعالیٰ چاہتا اپنے رسول کے ہاتھ پر معجزہ کا ظہور کرتا اور جب اس کی مصلحت نہیں ہوتی تو معجزہ کا ظہور نہیں ہوتا تو یہ اللہ عزوجل

کے قبضہ کی چیز ہے وہ جو چاہتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے۔ ہر شے کی ایک مقدار معین ہے اور ہر بات کا ایک مقررہ وقت اور مدت ہے جو کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے ہر زمانہ کے موافق خاص خاص احکام ہوتے ہیں۔اپنی حکمت کے موافق جس حکم کو چاہے منسوخ کرے جسے چاہے باقی رکھے۔ جن اسباب کی چاہے تاثیر بدل ڈالے جن کو چاہے نہ بدلے اور خدا تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کے اعتبار سے یہ معمول مقرر ہے کہ ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں۔لہذا عذاب وسزا کا بھی ایک وقت معین ہے۔وقت سے پہلے نہیں آ سکتا۔خدا تعالیٰ مالک ہے۔ مصلحت وقت کے مناسب جس شریعت اور جس حکم کو چاہے منسوخ فرمادے اور جس کو چاہے برقرار رکھے۔ مدت، وقت، ترمیم، تنسیخ سب کچھ لوح محفوظ میں موجود ہے۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ یہ کہ کفار و مشرکین کے شبہات کے جواب میں بتلایا گیا کہ سلسلۂ رسالت تو بہت قدیم ہے۔اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوئے رسالت دنیا کی تاریخ میں کوئی انوکھا واقعہ نہیں۔ پھر حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت اسماعیل، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہما السلام جن میں سے بعض کی نبوت کے مشرکین بھی قائل تھے۔ یہ سب حضرات انبیاء عیالدار ہی ہوئے ہیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عیالداری پر کفار مکہ کو کیوں اعتراض ہے۔

پھر کوئی رسول اپنی طرف سے نہ کوئی معجزہ لاسکتا ہے نہ حکم۔ ہر چھوٹی بڑی شے اللہ ہی کی قدرت ومشیت کے ماتحت ہے۔ یہیں سے یہ بات بھی ثابت ہوسکتی ہے کہ جب اظہار معجزہ انبیاء کے اختیار میں نہیں تو اظہار کرامت بھی اولیاء کے اختیارات سے باہر ہے۔ جب تک اذن الٰہی نہ ہو کسی ولی کی کرامت ظاہر نہیں ہوسکتی۔ نیز یہاں انبیاء کو ازواج واولاد عطا کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ عارف باللہ ہوتے ہیں ان کو دنیا میں کوئی شغل ادائے فرض خداوندی سے مانع نہیں ہوسکتا۔ باوجود معاملات دنیوی میں مشغول ہونے کے ایک ہی ذات سے ان کو لو لگی رہتی ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرمایا۔اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا امتی ہونے کا شرف عطا فرمایا۔حق تعالیٰ ہم کو اپنے نبی پاک کا پورا پورا اتباع اور تابعداری نصیب فرماویں اور حضور کے لائے ہوئے دین کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں چمکنے کی صورتیں ظاہر فرماویں اور حضور کے دین کی خدمت کسی درجہ میں ہم سب کو بھی نصیب فرماویں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا

اور جس بات کا ہم اُن سے وعدہ کررہے ہیں اس میں کا بعض واقعہ اگر ہم آپ کو دکھلا دیں خواہ ہم آپ کو وفات دے دیں بس آپ کے ذمہ تو صرف احکام کا پہنچا دینا ہے اور دارو گیر کرنا تو

الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ

ہمارا کام ہے۔کیا اس امر کو نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو ہر چہار طرف سے برابر کم کرتے چلے آتے ہیں۔اور اللہ (جو چاہتا ہے) حکم کرتا ہے

لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٤١﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ

اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں۔اور وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ ہو چکے ہیں انہوں نے تدبیریں کیں سو اصل تدبیر تو خدا ہی کی ہے۔

جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٤٢﴾ وَيَقُوْلُ

اس کو سب خبر رہتی ہے جو شخص جو کچھ کرتا ہے اور ان کفار کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم میں نیک انجامی کس کے حصہ میں ہے۔اور یہ کافر لوگ یوں کہہ رہے ہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ

کہ (نعوذ باللہ) آپ پیغمبر نہیں۔آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ اور وہ شخص

عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿٤٣﴾

جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔

وَاِنْ اوراگر	مَا نُرِيَنَّكَ تمہیں دکھادیں ہم	بَعْضَ کچھ حصہ	الَّذِيْ وہ جوکہ	نَعِدُهُمْ ہم نے ان سے وعدہ کیا	اَوْ یا	نَتَوَفَّيَنَّكَ ہم تمہیں وفات دیں	
فَاِنَّمَا تو اس کے سوانہیں	عَلَيْكَ تم پر	الْبَلٰغُ پہنچانا	وَعَلَيْنَا اور ہم پر	الْحِسَابُ حساب لینا	اَوَ کیا	لَمْ يَرَوْا وہ نہیں دیکھتے	اَنَّا نَاْتِي کہ ہم چلے آتے ہیں
الْاَرْضَ زمین	نَنْقُصُهَا اس کو گھٹائے	مِنْ سے	اَطْرَافِهَا اس کے کنارے	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَحْكُمُ حکم فرماتا ہے	لَا مُعَقِّبَ کوئی پیچھے ڈالنے والا نہیں	
لِحُكْمِهٖ اسکے حکم کو	وَهُوَ اور وہ	سَرِيْعُ جلد	الْحِسَابِ حساب لینے والا	وَقَدْ مَكَرَ اور چالیں چلیں	الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	
فَلِلّٰهِ تو اللہ کیلئے	الْمَكْرُ چال	جَمِيْعًا سب	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا تَكْسِبُ جو کماتا ہے	كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس	وَسَيَعْلَمُ اور عنقریب جان لیں گے	
الْكُفّٰرُ کافر	لِمَنْ کس کیلئے	عُقْبَى الدَّارِ عاقبت کا گھر	وَ اور	يَقُوْلُ کہتے ہیں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	لَسْتَ تو نہیں	
مُرْسَلًا رسول	قُلْ آپ کہدیں	كَفٰى کافی ہے	بِاللّٰهِ اللہ	شَهِيْدًا گواہ	بَيْنِيْ میرے درمیان	وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	وَمَنْ اور جو
عِنْدَهٗ اسکے پاس	عِلْمُ الْكِتٰبِ کتاب کا علم						

مشرکین کا سوال کہ عذاب کیوں نہیں آتا؟

شبہ یہ بھی تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو انکار نبوت پر جس عذاب کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا۔اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے ان آیات میں دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ انکار نبوت پر جس عذاب کا وعدہ ان سے کیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ وہ عذاب ان پر آپ کی زندگی میں آ جائے یا آپ کی وفات کے بعد۔الغرض عذاب جلد آئے یا بدیر بہر صورت عذاب اپنے وقت مقرر

پرآئے گا ضرور۔ نہ آپ کو اس کے ظہور کی فکر میں پڑنا چاہئے اور نہ تاخیر اور مہلت دیکھ کران منکروں کو بے فکر ہونا چاہئے۔ خدا کے علم میں ہر چیز کا ایک وقت مناسب مقرر ہے جس کے پہنچنے پر وہ ضرور ظاہر ہو کر رہے گی۔ آپ اپنا فرض تبلیغ ادا کئے جایئے۔ تکذیب کرنے والوں کا حساب ہم خود بے باق کر دیں گے۔

یہاں اس واضح حقیقت کو واضح تو کر دیا کہ رسالت اور الوہیت کے حدود بالکل جداگانہ ہیں۔ خلط ملط کی کوئی گنجائش نہیں۔ رسول اور مقرب ترین رسول کا کام تبلیغ احکام اور تبلیغ دین ہے اور باقی سزا و جزا۔ سوال اور باز پرس اس کا تعلق خداوند قدوس سے ہے۔ وعدہ وعید کو پورا کرنا انبیاء کا کام نہیں۔ نہ لوگوں کے ماننے نہ ماننے سے ان کا تعلق ہے۔ حساب کرنا اور سرکشی کی صورت میں گرفت کرنا یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ اس کے بعد کافروں کی طرف روئے سخن فرمایا جاتا ہے کہ کیا اب بھی کافروں کو اپنی بربادی میں کچھ شک ہے کیا مقدمات عذاب میں سے یہ اس امر کو نہیں دیکھ رہے ہے کہ دن بدن اسلام کو غلبہ ہو رہا ہے۔ کفر کی طاقت گھٹ رہی ہے۔ سرزمین مکہ کے چاروں طرف اسلام کا اثر پھیلتا جا رہا ہے اور کفر کی عملداری گھٹتی جاتی ہے۔ بڑے بڑے قبائل اور اشخاص کے قلوب پر اسلام کا سکہ بیٹھ رہا ہے اور ان کے دل حق و صداقت کے سامنے فتح ہو رہے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ کفر کی حکومت کو دباتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا یہ روشن آثار ان مکذبین کو نہیں بتلاتے کہ خدا کا فیصلہ ان کے مستقبل کے متعلق کیا ہو چکا ہے۔ ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اسلام جس رفتار سے بڑھ رہا ہے۔ وہ کسی طاقت سے رکنے والا نہیں لہٰذا انجام بینی اسی میں ہے کہ آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھیں۔ اللہ کا فیصلہ اور حکم اٹل ہے۔ جب وقت آ جائے تو پھر کس کی طاقت ہے کہ ایک منٹ کے لئے ملتوی کر کے پیچھے ڈال دے۔ جہاں حساب کا وقت آن پہنچا وہاں دیر نہ لگے گی اور یہ منکرین جو ایذائے رسول یا مخالفت اسلام میں طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں تو ان سے کچھ نہیں ہوتا۔ انہوں نے چھپ چھپ کر ناپاک تدبیریں کیں۔ لیکن خدا کی تدبیر سب پر غالب رہی۔ اس نے وہ تدبیریں انہیں پر الٹ دیں۔ کیونکہ اللہ سے کوئی حرکت و سکون اور کھلا اور چھپا کام پوشیدہ نہیں۔ اس کے آگے کسی کا مکر کیا چل سکتا ہے وہ ان مکاروں کو خوب مزا چکھائے گا۔ جیسے اگلوں نے اپنے مکر کا انجام دیکھ لیا یہ موجودہ کفار بھی دیکھ لیں گے۔

حق کو جھٹلانے سے حق پر کوئی اثر نہیں پڑتا

سورۃ کے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ اے منکرین میری نبوت کو تمہارے جھٹلانے سے کچھ نہیں ہوتا جبکہ خداوند قدوس میری صداقت کے بڑے بڑے نشان دکھلا رہا ہے۔ قرآن جو اس کا کلام ہے جیسے اپنے کلام الٰہی ہونے کی شہادت دیتا ہے اسی طرح میرے پیغمبر برحق ہونے کا گواہ ہے۔ جن کو قرآن کا علم اور اس کے حقائق کی خبر ہوگئی ہے وہ تو میری نبوت کے دل سے گواہ ہیں نیز جنہیں پہلی آسمانی کتابوں اور ان کی پیش گوئیوں کی اطلاع ہے ان کے دل بھی گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک ان پیش گوئیوں کے مطابق تشریف لائے ہیں جو سینکڑوں برس پیشتر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کر چکے تھے۔

اس سورۂ رعد کی ابتدا اس طرح ہوئی تھی کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جو آیتیں پڑھ کر سنا رہے ہیں یہ اس کتاب کی آیتیں ہیں جو اللہ نے ان پر نازل کی ہے۔ اس کتاب میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ بالکل سچ ہے مگر بعض لوگ نادانی سے اس کتاب کا صاف انکار کر دیتے ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے۔ اب خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ عزوجل اس پر گواہ ہے کہ میں اس کا رسول برحق ہوں۔ اس طرح توحید و رسالت کی حقانیت کا مضمون اس سورۃ میں واضح فرمایا گیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

الرا۔ یہ قرآن ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف یعنی خدائے

اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ

غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف لاویں۔ جو ایسا خدا ہے کہ اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور بڑی خرابی

لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ﴿۲﴾

یعنی بڑا سخت عذاب ہے کافروں کو۔

الٓرٰ الف لام را	كِتٰبٌ ایک کتاب	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسکو اتارا	اِلَيْكَ تمہاری طرف	لِتُخْرِجَ تاکہ تم نکالو	النَّاسَ لوگ		
مِنَ الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے	اِلَى النُّوْرِ نور کی طرف	بِاِذْنِ حکم سے	رَبِّهِمْ ان کا رب	اِلٰى طرف	صِرَاطِ راستہ	الْعَزِيْزِ زبردست	
الْحَمِيْدِ خوبیوں والا	اللّٰهِ اللہ	الَّذِيْ وہ جو کہ	لَهٗ اسی کیلئے	مَا جو کچھ	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو کچھ	فِي الْاَرْضِ زمین میں
	وَيْلٌ خرابی	لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کیلئے	مِنْ سے	عَذَابٍ عذاب	شَدِيْدٍ سخت		

سورۃ کا مقام نزول وجہ تسمیہ وغیرہ

الحمدللہ اب تیرہویں پارہ کی آخری سورۃ ابراہیم کا بیان شروع ہورہا ہے۔ چونکہ اس سورۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے اس لئے علامت کے طور پر اس کا نام سورۃ ابراہیم ہوگیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور مکہ کے آخری دور میں نازل ہونا بتلائی گئی ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی چودھویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۷۶ لکھا ہے۔ یعنی مکہ معظمہ میں ہجرت سے قبل ۷۵ سورتیں اس سے پہلے نازل ہوچکی تھیں۔ اور ۳۸ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورت میں ۷ رکوعات ۵۲ آیات ۸۳۵ کلمات اور ۳۶۰۱ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

سورۃ ابراہیم کے مضامین

اس کے مضامین بھی وہی ہیں جو عموماً مکی سورتوں کے ہیں۔ یعنی توحید و رسالت و قیامت وغیرہ۔ ابتدا میں قرآن مجید کے نزول کی غرض سمجھائی گئی ہے اور جو اس کی ہدایتوں سے کتراتے ہیں ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور سمجھایا گیا ہے کہ یہ سلسلۂ ہدایت قدیم سے قائم ہے اور بہت سے رسول اس کے قائم رکھنے کے لئے دنیا میں آتے رہے ہیں۔ جن قوموں نے رسولوں کا کہنا نہ مانا ان کا انجام بہت برا ہوا۔ مشرکین عرب اور کفار مکہ کو خصوصاً تنبیہ کی گئی کہ تمہارے اندر دنیا میں آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے گئے ہیں۔ آپ کی اطاعت میں تمہارا ہی بھلا ہے۔ ورنہ اللہ کی سلطنت تو ایسی کمزور نہیں کہ تم اس کی تابعداری کرو گے تو قائم رہے گی ورنہ اس میں خلل آجائے گا۔ پھر بتایا گیا ہے کہ شیطان انسان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوا ہے۔ اسے مختلف طریقوں سے بہکاتا ہے۔ لیکن انسان جب اس کے بہکانے کے وبال میں پھنس جاتا ہے تو وہ خود انسان پر سارا

الزام رکھ کر چل دیتا ہے اس کی چالوں سے آگاہ کیا گیا ہے کہ یہ کتنے ہی سبز باغ دکھائے اس کا کہنا نہ مانو۔ پھر سمجھایا گیا ہے کہ دنیا ہی ایسی جگہ ہے۔ جس میں تم اللہ کے حکم بردار بن کر آخرت کا عیش و آرام حاصل کر سکتے ہو ورنہ مرنے کے بعد کچھ بنائے نہ بنے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو وادی مکہ میں لے جا کر بسانے کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی اور شیر خوار بچہ کو جنگل بیابان میں اللہ کے حکم سے اکیلا لے جا کر چھوڑ دیا اور پھر ان دعاؤں کا ذکر فرمایا گیا کہ جو آپ نے وہاں مانگیں۔ پھر یہ بھی سمجھایا گیا کہ اللہ عزوجل کو اپنے اعمال سے غافل نہ سمجھو۔ وہ سب اس کی نگاہ میں ہیں اور قیامت میں جو بڑا ہولناک دن ہو گا وہاں پر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ یہ ہے اس ساری سورۃ کا خلاصہ جس کی تفصیلات ان شاء اللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

بعثت نبویؐ کے مقاصد

اب ابتدائی آیات کی تشریح بیان کی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے زمانہ میں دنیا بھر میں کوئی بھی فرقہ صحیح معنے میں خدا پرست نہ تھا۔ اہل کتاب میں یہود کی ابتری تو ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے ان کو بھی نہ مانا بلکہ آمادۂ فساد و جنگ و جدال ہو گئے اور اس کے بعد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک تو اور بھی بگڑ گئے تھے۔ رہے عیسائی سو تین سو برس کے بعد تو ان کے مذہب میں یہاں تک تثلیث اور الوہیت مسیح اور صلیب پرستی نے رواج پایا تھا کہ بت پرست قومیں بھی ان سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ عرب اور روم اور ہندو ایران و چین کی بت پرستی اور آتش و عناصر پرستی کا تو کچھ ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ تمام عالم تاریکی کفر و الحاد و بت پرستی میں چھپا ہوا تھا۔

ایسے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بڑا احسان ہوا کہ اس نے مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک آفتاب ہدایت جلوہ گر کیا تاکہ لوگوں کو اندھیروں میں سے نکال کر روشنی میں لاویں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر کتاب ہدایت دے کر مامور فرمایا کہ آفتاب عالم تاب یعنی قرآن پاک کی روشنی سے دنیا کو منور کر دو۔ لوگوں کو کفر و الحاد ظلم و استبداد عدم مساوات اور افراط و تفریط کی تاریکی سے نکال کر توحید عدل و مساوات اور ایمان و اصلاح کی روشنی کی طرف لاؤ۔ اسی روشنی کے ذکر سے اس سورۃ کی ابتدا کی جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے قرآن پاک کے نزول کا مقصد فرمایا جاتا ہے۔

نزول قرآن کے مقاصد

سورۃ کی ابتدا الٓرٰ سے کی گئی ہے۔ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں۔ جس کی تشریح سورۂ بقرہ کی ابتداء اور گذشتہ سورتوں میں ہو چکی ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر بتلایا جاتا ہے کہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی عظمت شان کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اتارنے والے اور آپ جیسی رفیع الشان شخصیت اس کی اٹھانے والی اور مقصد بھی اس قدر اعلیٰ اور ارفع ہے جس سے بلند تر کوئی مقصد نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ کہ خدا کے حکم و توفیق سے تمام دنیا کے لوگوں کو خواہ عرب ہوں یا عجم۔ کالے ہوں یا گورے مزدور ہوں یا سرمایہ دار۔ بادشاہ ہوں یا رعایا سب کو جہالت کی گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر معرفت اور ایمان و یقین کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے اور صحیح معرفت الٰہی کی روشنی میں اس راستہ پر چل پڑیں جو زبردست غالب لائق حمد و تعریف شہنشاہ مطلق مالک الکل خدا کا بتایا ہوا اور اس کے مقام رضا تک پہنچانے والا ہے۔ اب اس آفتاب جہانتاب کے طلوع ہونے پر بھی جو تاریکی میں رہنا پسند

کرتے ہیں اور ایسی کتاب نازل ہونے کے بعد بھی کفر و شرک اور جہالت و ضلالت کے اندھیرے سے نہ نکلے تو ان کو سخت عذاب اور ہلاکت خیز مصیبت کا سامنا ہے۔

آیت کے الفاظ میں یہ نہیں کھولا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے ذریعہ کس طرح لوگوں کو اندھیروں سے نجات دے کر روشنی میں لائیں گے۔ لیکن اتنی بات ظاہر ہے کہ کسی کتاب کے ذریعہ کسی قوم کو درست کرنے کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تعلیمات اور ہدایت کو اس قوم میں پھیلایا جائے اور ان کو اس کا پابند کیا جائے۔ مگر قرآن کریم کی ایک مزید خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی تلاوت اور بغیر سمجھے ہوئے اس کے الفاظ پڑھنا بھی بالخاصہ انسان کے نفس پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کو برائیوں سے بچنے میں مدد دیتا ہے۔ کم از کم کفر و شرک کے کیسے ہی خوبصورت جال ہوں قرآن پڑھنے والا اگرچہ بغیر مطلب و معانی سمجھے ہوئے ہی پڑھتا ہو ان کے دام میں نہیں آ سکتا۔ ہندوستان میں ہندوؤں کی تحریک شدھی سنگھٹن کے زمانہ میں اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے۔ کہ ان کے دام میں کچھ صرف وہ لوگ آئے جو قرآن کی تلاوت سے بھی بیگانہ تھے اور آج عیسائی مشنریاں مسلمانوں کے ہر خطہ میں طرح طرح کے سبز باغ اور سنہرے جال لئے پھرتی ہیں لیکن ان کا اگر کوئی اثر پڑتا ہے تو صرف ان لوگوں پر اور ان گھرانوں پر جو قرآن کی تلاوت سے بھی غافل ہیں خواہ جاہل ہونے کی وجہ سے یا نئی تعلیم کے غلط اثرات سے۔

منکرین قرآن کے لئے ہلاکت ہے

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ سب انسانوں کو اندھیرے سے نکال کر اللہ کے راستے کی روشنی میں لے آئے مگر جو بدنصیب قرآن ہی کے منکر ہو جائیں تو وہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو عذاب میں ڈال رہے ہیں۔ جو لوگ قرآن کے کلام الٰہی ہونے ہی کے منکر ہیں وہ تو وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ کی وعید کے مراد ہیں ہی مگر جو اعتقاداً منکر نہیں مگر عملاً قرآن کو چھوڑے ہوئے ہیں کہ نہ تلاوت سے کوئی واسطہ ہے نہ اس کے سمجھنے اور عمل کرنے کی طرف کوئی التفات ہے وہ بدنصیب بھی مسلمان ہونے کے باوجود اس وعید سے بالکل بری نہیں''۔

الغرض ان آیات کا آخری جملہ فرمایا گیا ہے وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ یعنی جو لوگ اس نعمت قرآن سے منکر ہیں اور کفر و شرک کے اندھیرے ہی میں رہنے کو پسند کرتے ہیں تو ان کے لئے ویل ہے یعنی بڑی بربادی اور ہلاکت ہے اس عذاب شدید سے جو ان پر آنے والا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ جب آپ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو قرآن جیسی کتاب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے ہیں تو ہم کو ان نعمتوں کی صحیح قدردانی اور شکر گزاری کی توفیق بھی عطا فرمایئے۔

اے اللہ جس مقصد کیلئے آپ نے یہ قرآن نازل فرمایا ہے اور جس روشنی اور ہدایت کو یہ دنیا میں لے کر آیا ہے۔

اے اللہ ہمارے دلوں کو اس روشنی سے منور فرما دے۔ اور ہم کو سرتاپا اس کا تابعدار بنا دے۔ اور اسکی روشنی کو جہان کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دے۔ اور جو اسکو قبول کرلیں انکو اپنی رحمت اور ہدایتوں سے نواز دے اور جو اسکی مخالفت کریں ان کافروں کیلئے اپنا وعدۂ عذاب دنیا میں بھی دکھلا دے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا

(بڑا سخت عذاب ہے) ان کافروں کو جو دُنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی کے متلاشی رہتے ہیں۔

عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝

ایسے لوگ بڑی دُور کی گمراہی میں ہیں۔

اَلَّذِيْنَ وہ جو کہ	يَسْتَحِبُّوْنَ پسند کرتے ہیں	الْحَيٰوةَ زندگی	الدُّنْيَا دنیا	عَلَى الْاٰخِرَةِ آخرت پر	وَيَصُدُّوْنَ اور روکتے ہیں	عَنْ سے
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	وَيَبْغُوْنَهَا اور اس میں ڈھونڈتے ہیں	عِوَجًا کجی	اُولٰۗىِٕكَ وہی لوگ	فِيْ میں	ضَلٰلٍ گمراہی	بَعِيْدٍ دُور

قرآن کریم کے منکروں کی خصلتیں

جن کفار اور منکرین قرآن کو سابقہ آیات میں عذاب شدید کی وعید سنائی گئی انکی علامات و آثار اس آیت میں بتلائے جاتے ہیں۔

پہلی علامت:

انکی بتلائی گئی يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ جو دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں یعنی جنہیں ساری فکر بس اسی دنیا کی ہے۔ آخرت کی پرواہ نہیں ان کا اوڑھنا بچھونا یہی دنیا اور شب و روز اسی کی محبت اور فکر میں غرق رہتے ہیں۔ دنیا کے فائدوں لذتوں اور آسائشوں کی خاطر آخرت کا نقصان مول لے لیتے ہیں مگر آخرت کی کامیابی کے لئے دنیا کا کوئی نقصان اور کوئی خطرہ برداشت نہیں کر سکتے۔ غرض یہ کہ وہ دنیا پر شیفتہ اور فریفتہ ہوتے ہیں اور دنیا کی زندگی بہ نسبت آخرت کے زیادہ پسند کرتے ہیں اور ترجیح دیتے ہیں۔

دوسری علامت

کفار و منکرین قرآن کی یہ بتلائی گئی۔ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں یعنی وہ خود اپنی ذات ہی سے گمراہ نہ ہوں گے بلکہ دوسروں کو بھی راہ حق سے روکیں گے کبھی دنیوی لالچ دے کر کبھی باپ دادا کی تقلید کی تعلیم دے کر کبھی کوئی شیطانی کرشمہ دکھا کر گویا جیسے دنیا کی محبت میں خود پھنسے ہیں دوسروں کے لئے بھی یہی چاہتے ہیں کہ دنیا میں پھنسے رہیں۔

تیسری خصلت بتلائی گئی:

وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور اللہ کے سیدھے راستہ میں کجی کے متلاشی رہتے ہیں۔ یعنی انہیں یہ فکر رہتی ہے کہ خدا کے دین میں کوئی عیب نکالیں۔ اور سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں تا کہ اس پر اعتراض اور طعن کا موقع ملے۔ اور اس جملہ کے یہ معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ لوگ اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ اللہ کے راستہ یعنی قرآن و سنت میں کوئی چیز ان کے خیالات اور خواہشات کے مطابق مل جائے تو اس کو اپنی حقانیت کے استدلال میں پیش کریں۔

الغرض منکرین قرآن کی یہ تین خصلتیں بتلا کر ان کا انجام بتلایا گیا ہے کہ فی الحقیقت یہ لوگ صحیح راستے سے بھٹک کر بہت ہی دور جا پڑے ہیں۔ خدا کی سخت مار پڑے گی تب ان کی آنکھیں کھلیں گی۔

اہل اسلام کے لئے تعلیم

یہاں کفار و منکرین کی یہ تین خصلتیں بیان کرنے سے اہل اسلام کیلئے یہ تعلیم اور ہدایت ہے کہ مسلمان کے پیش نظر حیات اخروی ہونا چاہئے۔ دنیوی زندگی اس کا اصل مطمح نظر نہ بننی چاہئے پھر مسلمان کو نہ صرف خود راہ راست پر مستقیم ہونا چاہئے بلکہ دوسروں کا بھی رہنما ہونا چاہئے جہاں تک ممکن ہو حق کی تبلیغ کرے۔ پھر راہ پیمائی اور راہنمائی میں خواہش نفس کو دخیل نہ بنانا چاہئے یعنی اللہ کے احکام کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے کی کوشش نہ کرنی چاہئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ

اور ہم نے تمام (پہلے) پیغمبروں کو (بھی) اُن ہی کی قومی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ تا کہ اُن سے (احکام الٰہیہ کو) بیان کریں پھر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں گمراہ کرتے ہیں۔

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ

اور جس کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں۔ اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔ کہ اپنی قوم کو

اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڏ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاؤ۔ اور ان کو اللہ کے معاملات یاد دلاؤ بلاشبہ ان معاملات میں عبرتیں ہیں

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑤

ہر صابر شاکر کیلئے۔

وَ اور	مَآ اَرْسَلْنَا ہم نے نہیں بھیجا	مِنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول	اِلَّا مگر	بِلِسَانِ زبان میں	قَوْمِهٖ اسکی قوم کی لِيُبَيِّنَ تا کہ کھول کر بیان کردے	
لَهُمْ ان کیلئے	فَيُضِلُّ پھر گمراہ کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	مَنْ يَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے۔ وَيَهْدِيْ اور ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے		
وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	وَ اور	لَقَدْ اَرْسَلْنَا البتہ ہم نے بھیجا	مُوْسٰى موسیٰ	بِاٰيٰتِنَآ اپنی نشانیوں کیساتھ
اَنْ کہ	اَخْرِجْ تو نکال	قَوْمَكَ اپنی قوم	مِنَ الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے	اِلَى النُّوْرِ نور کی طرف	وَ اور	ذَكِّرْهُمْ یاد دلا انہیں
بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ اللہ کے دن	اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِكُلِّ صَبَّارٍ ہر صبر کرنیوالے کیلئے	شَكُوْرٍ شکر گزار

قرآن کریم عربی میں نازل ہونے کی حکمت

گذشتہ آیات میں یہ بتایا گیا تھا کہ قرآن پاک کا نزول اس لئے ہوا ہے کہ لوگ جہل وضلالت کفر وشرک کی تاریکی سے نکل کر ایمان وہدایت کی روشنی میں آ جائیں۔ لیکن یہ غرض اسی وقت پوری ہو سکتی تھی کہ قرآن براہ راست جس قوم میں نازل ہوا ہے وہ اس کے مطالب اور معانی سمجھ سکے۔ اگر اس قوم کی زبان کو چھوڑ کر دوسری زبان میں نازل ہوتا تو اس قوم کو مطلب سمجھنے میں بڑی دشواری ہوتی۔ چنانچہ اسی مصلحت کو پیش نظر رکھ کر قرآن کو عربی زبان میں نازل فرمایا گیا۔ گو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت میں روئے زمین کے تمام جن وانس شامل ہیں تاہم جس قوم میں سے آپ اٹھائے گئے اس کی زبان عربی تھی اور چونکہ عرب ہی آپ کے اولین مخاطب تھے اس لئے سہولت وخوبی کے ساتھ قرآنی تعلیمات واحکامات کو سمجھنا اور محفوظ کرنا عربوں کے لئے جب ہی ممکن تھا کہ پیغام ہدایت ان کی قومی زبان میں ہو۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں رہ کر قرآنی علوم پر دسترس حاصل کی پھر وہ مشرق ومغرب میں پھیل پڑے اور قرآنی علوم کو عام فرمایا تو قومی زبان میں وحی بھیجنے کی حکمت کو ظاہر فرمانے کے لئے عام قانون الٰہی بتلایا جاتا ہے کہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس کی قومی زبان میں پیام ہدایت دے کر بھیجا تا کہ واضح طور پر کھلم کھلا قوم والوں کو پیغام الٰہی پہنچایا جا سکے اور ان کو ہدایت حاصل ہو سکے۔

ہر قوم میں ایک ہٹ دھرم طبقہ ہوتا ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ باوجود اس کے کہ پیغمبر ساری تبلیغ و تلقین اسی زبان میں کرتے ہیں جسے ساری قوم سمجھتی ہے پھر بھی قوم کے ہر ایک فرد کو ہدایت نصیب نہیں ہو جاتی۔ جو لوگ کور باطن اور ازلی بدبخت ہیں ان کی تاریکی کو کوئی مشعل ہدایت دور نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ہدایت و گمراہی تو اللہ کے قبضہ میں ہے۔ ہدایت کے سامان مکمل کر دیئے گئے۔ اب جو اس سے نفع اٹھانا چاہے اس کی دستگیری فرما کر حق تعالیٰ راہ پر لگا دیتے ہیں اور جس نے روگردانی کی اسے گمراہی میں چھوڑے رکھتے ہیں۔ تو کفار مکہ اور مشرکین عرب کو یہ بتلایا جاتا ہے کہ جب سب پیغمبر اپنی اپنی قوم میں احکام قومی زبان میں لے کر آئے تو آپ کے لئے بھی یہی قاعدہ رکھا گیا اور قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل فرمایا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تائید کے لئے یہ بتلایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کوئی انوکھی چیز نہیں کہ اس کا انکار کیا جائے۔ پہلے بھی رسول ہوتے آئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی مختلف معجزات و آیات دے کر نبی بنا کر بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ لوگوں کے دلوں پر جو کفر و شرک، ضلالت و معصیت و جہالت کے تاریک پردے پڑے ہوئے ہیں ان کو ہدایت کی روشنی میں دور کرو اور تاریکی کے پردوں سے نکال کر نور کے پردوں میں لے آؤ۔ کفر و معاصی کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و اطاعت کی روشنی کی طرف لاؤ۔ اور لوگوں کے دلوں سے غفلت کا زنگ دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات یاد دلاؤ مثلاً معجزات کے ذریعہ سے فرعون کو مغلوب کرنا، ساحروں کا ایمان لانا، طوفان ٹڈی جوئیں اور خون وغیرہ کا عذاب اہل مصر یعنی فرعونیوں پر پہنچنا۔ سمندر میں فرعون اور اس کے لشکر کا غرق ہونا اور بنی اسرائیل کو بچا لینا۔ جنگل بیابان میں ابر کو خیمہ کی طرح سایہ فگن کر دینا۔ غیب سے من و سلویٰ رزق پہنچانا وغیرہ وغیرہ۔

غرض اللہ کے احسانات ان کو یاد دلاؤ۔ جو لوگ مصائب پر صبر کرنے والے اور دکھ سکھ میں ایمان اور عمل صالح پر قائم رہنے والے ہیں ان کو گذشتہ مصائب اور پھر مصائب سے نجات کے واقعات سن کر ہدایت و نصیحت ہوگی۔

عربی زبان کی خصوصیات

ان آیات کے تحت مفسرین نے عربی زبان کی بعض خصوصیات بھی بیان کی ہیں جن کے باعث اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو اس زبان عربی میں نازل فرمایا۔ چنانچہ عربی زبان کی چند خصوصیات یہ ہیں۔ عربی زبان آسمان کی دفتری زبان ہے۔ فرشتوں کی زبان عربی ہے۔ لوح محفوظ کی زبان عربی ہے اور جنت جو اہل ایمان کا وطن اصلی اور دائمی ہے اس کی زبان عربی ہے۔ ایک حدیث میں جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ تین وجہ سے عرب سے محبت کرو۔ ایک یہ کہ میں عربی ہوں۔ دوسرے یہ کہ قرآن عربی ہے۔ تیسرے یہ کہ اہل جنت کی زبان عربی ہے۔ روایات میں نقل کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی زبان جنت میں عربی تھی۔ زمین پر نازل ہونے اور توبہ قبول ہونے کے بعد عربی ہی زبان میں تغیرات ہو کر سریانی زبان پیدا ہو گئی تھی۔ پھر لغت عرب تمام لغات عالم میں سب سے اشرف اور اکمل اور افصح اور ابلغ ہے۔ اس لئے کتاب الٰہی قرآن کریم کا نزول اسی زبان میں اولیٰ اور انسب ہوا۔

تاریخ کی اہمیت و فائدہ کن لوگوں کو ہوتا ہے

آیت کے اخیر میں جو فرمایا یا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ

یعنی پچھلے واقعات خواہ وہ جومنکروں کی سزا اور عذاب سے متعلق ہوں یا اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات سے متعلق ہوں بہر حال ماضی کے واقعات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی بڑی نشانیاں اور دلائل موجود ہیں مگر اسی شخص کے لئے جو بہت صبر کرنے والا اور بہت شکر کرنے والا ہو یعنی اگر چہ کھلی ہوئی نشانیاں اور دلائل ہر غور کرنے والے کی ہدایت کے لئے ہیں۔ مگر بدنصیب کفاران میں غور وفکر نہیں کرتے۔ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ فائدہ صرف وہ لوگ اٹھاتے ہیں جو صبر وشکر کے جامع ہیں مراد اس سے اہل ایمان ہیں کیونکہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایمان کے دو حصہ ہیں۔ آدھا صبر اور آدھا شکر۔ اور شکر کی حقیقت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی نافرمانی اور حرام وناجائز کاموں میں خرچ نہ کرے اور زبان اور دل سے اللہ تعالیٰ کا احسان مانے اور شکر ادا کرے اور اپنے افعال و اعمال کو بھی اللہ کی مرضی کے موافق بنائے اور صبر کا خلاصہ یہ ہے کہ خلاف طبع امور پر پریشان نہ ہو۔ اپنے قول وفعل میں ناشکری سے بچے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دنیا میں بھی امیدوار رہے اور آخرت میں صبر کے اجر عظیم کا یقین رکھے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں عربی زبان سے خاص تعلق اور محبت نصیب فرمائیں۔ کیونکہ یہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے اور قرآن کی زبان ہے اور جنتیوں کی زبان ہے۔

یا اللہ! آپ کا فرمان حق ہے کہ آپ جس کو چاہیں نور ہدایت سے نوازیں اور جس کو چاہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیں۔

اے اللہ ہم آپ سے ہدایت کے طالب ہیں آپ ہدایت کے راستے ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔ اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے اور ہم سب کا اسلام اور ایمان پر خاتمہ بالخیر فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اور اُس وقت کو یاد کیجئے کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم کو فرعون والوں سے نجات دی

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ

جو تم کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور اس میں

بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۟ع ﴿۶﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ

تمہارے رب کی طرف سے بڑا امتحان تھا۔ اور وہ وقت یاد کرو جبکہ تمہارے رب نے تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر تم شکر کروگے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم

كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰى اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ اور موسیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اور دنیا بھر کے آدمی سب کے سب مل کر بھی ناشکری کرنے لگو۔

جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۸﴾

تو اللہ تعالیٰ بالکل بے احتیاج ساری خوبیوں والا ہے۔

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	مُوْسٰى موسیٰ	لِقَوْمِهِ اپنی قوم کو	اذْكُرُوْا تم یاد کرو	نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت	عَلَيْكُمْ اپنے اوپر		
اِذْ اَنْجٰكُمْ جب اس نے نجات دی تمہیں	مِّنْ سے	اٰلِ فِرْعَوْنَ فرعون کی قوم	يَسُوْمُوْنَكُمْ وہ تمہیں پہنچاتے تھے	سُوْٓءَ الْعَذَابِ برا عذاب				
وَيُذَبِّحُوْنَ اور ذبح کرتے تھے	اَبْنَآءَكُمْ تمہارے بیٹے	وَيَسْتَحْيُوْنَ اور زندہ چھوڑتے تھے	نِسَآءَكُمْ تمہاری عورتیں	وَفِيْ اور میں	ذٰلِكُمْ اس			
بَلَآءٌ آزمائش	مِّنْ سے	رَّبِّكُمْ تمہارا رب	عَظِيْمٌ بڑی	وَاِذْ تَاَذَّنَ اور جب آگاہ کیا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	لَئِنْ البتہ اگر		
شَكَرْتُمْ تم شکر کروگے	لَاَزِيْدَنَّكُمْ میں ضرور تمہیں اور زیادہ دوں گا	وَلَئِنْ اور البتہ اگر	كَفَرْتُمْ تم نے ناشکری کی	اِنَّ بیشک	عَذَابِيْ میرا عذاب			
لَشَدِيْدٌ بڑا سخت	وَقَالَ اور کہا	مُوْسٰى موسیٰ	اِنْ اگر	تَكْفُرُوْا ناشکری کروگے	اَنْتُمْ تم	وَمَنْ اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	جَمِيْعًا سب
فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	لَغَنِيٌّ بے نیاز	حَمِيْدٌ سب خوبیوں والا						

قوم موسیٰ پر ہونے والے انعامات

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تائید کے لئے یہ بتلایا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کوئی انوکھی چیز نہیں کہ جس کا انکار کیا جاوے۔ پہلے بھی رسول ہوتے آئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی مختلف معجزات ونشانیاں دے کر اور نبی بنا کر بھیجا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنی قوم کو جہالت وضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر نور ایمان کی طرف لاؤ اور ان کے دلوں سے غفلت دور کرنے کے لئے اللہ کے احسانات اور انعامات اپنی قوم کو یاد دلاؤ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم الٰہی کی تعمیل کی اور اپنی قوم کو گذشتہ مصائب و انعامات کی یاددہانی کرائی اور قوم سے جو فرمایا وہ ان آیات زیر تفسیر میں بیان فرمایا گیا ہے۔

فرعون کے مظالم سے نجات

جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ دیکھو تم میری پیدائش سے قبل مصر میں کس قدر ذلت و مصیبت میں تھے۔ اگر تمہارے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو فرعونی اس کو قتل کر دیا کرتے تھے اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو چھوڑ دیتے تھے۔شہری حقوق سے تم کو محروم کر رکھا تھا۔ حکومت میں تمہارا کوئی حصہ نہ تھا۔ محنت و مشقت کراتے تھے اور اجرت نہ دیتے یا کم دیتے۔ تمہاری عورتوں سے نا قابل برداشت مشقت لیتے تھے اور یہ تمام مصائب پروردگار کی طرف سے آزمائشی تھے۔ کچھ زمانہ کے بعد خدا نے فرعون کے مظالم سے تم کو نجات دی۔ چین و سکون تم کو عطا کیا۔ راحت و عیش سے تم کو ہمکنار کیا۔ دشمنوں پر تم کو غالب کیا۔

اللہ کا شکر کرو تو زوال نہ ہوگا

موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے یہ بھی فرمایا کہ یاد رکھو کہ اگر اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو گے اس کے حکم پر چلو گے تو اس نے وعدہ کر لیا ہے کہ تم کو زوال نہ ہوگا بلکہ مزید عیش و راحت اور عزت و حکومت اور نجات آخرت تم کو حاصل ہوگی اور اگر کفران نعمت کیا۔ احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دیا کتاب الٰہی کی پروا نہ کی اور شریعت کی خلاف ورزی کی تو موجودہ نعمت، عزت وغیرہ بھی چھین لی جائے گی۔ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ دنیا میں تباہی اور انجام کار آخرت کے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

طاعت و معصیت میں تمہارا اپنا ہی نفع نقصان ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا تھا کہ لوگو خوب سمجھ لو طاعت و معصیت سے تمہارا ہی نفع نقصان وابستہ ہے۔ اللہ کی کوئی غرض اس میں نہیں۔ اگر سطح زمین کے تمام جن و انس بھی کفر کرنے لگیں اور کوئی خدا کو نہ مانے اور اس کے حکم پر نہ چلے تب بھی خدا کی خدائی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ تو غنی یعنی تمام مخلوق سے بے احتیاج اور بے پروا ہے اور ساری خوبیوں کا مالک ہے۔ وہ اپنی ذات میں حمید ہے یعنی مستحق حمد ہے۔ کوئی اس کی حمد نہ کرے تو اللہ کے سارے فرشتے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی حمد کرتا ہے صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے۔ جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا۔ ’’اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے جن و انس سب کے سب ایک اعلیٰ درجہ کے متقی شخص کے نمونہ پر ہو جائیں تو اس سے میرے ملک اور بادشاہت میں کچھ بڑھ نہیں جاتا اور اگر سب اگلے پچھلے جن و انس مل کر بفرض محال ایک بدترین انسان جیسے ہو جائیں (العیاذ باللہ) تو اس سے میرے ملک میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوتی۔‘‘

دعوت فکر

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پرمغز نصائح نقل کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ ہر انسان کو اپنی گذشتہ قومی تاریخ پر گہری نظر ڈالنی چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ ہماری ابتداء کی حالت کیسی پست تھی۔ پھر خدا نے ہم کو کس قدر عروج پر پہنچایا اور اب ہماری کیا حالت ہے۔ پستی و بلندی اور عروج و زوال کے اصل اسباب کیا ہیں۔ ہمارا قومی اور شخصی تنزل و ترقی کن امور سے وابستہ ہے۔ آیت کے آخری فقرے پیام دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام عالم کی طاعت و معصیت سے غنی ہے۔ اس کو کسی کی طاعت سے فائدہ نہیں پہنچتا۔ نہ کسی کی نافرمانی سے نقصان۔ شکر اور کفران نعمت کا نفع نقصان خود انسان ہی کو پہنچتا ہے۔ نعمت کا شکر کرے گا یعنی اللہ کے احکام پر چلے گا تو نعمت میں مزید اضافہ ہوگا۔ کفران نعمت کرے گا تو اگرچہ فوری عذاب نازل نہ ہو مگر بالآخر نعمت چھین لی جائے گی اور دوامی خسران حاصل ہوگا۔ اسی لئے بعض بزرگوں کا قول ہے کہ اگر اسلام اور ایمان کی نعمت کا شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس میں زیادتی کرے گا اور مقام احسان

اور مشاہدہ تک پہنچا دے گا۔

سرکشوں اور ناشکروں کا انجام

الحاصل ان آیات میں جہاں اہل ایمان کو صبر وشکر اور اطاعت کا سبق دینا منظور ہے وہیں اہل مکہ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ جب کسی قوم پر احسان فرماتا ہے اور جواب میں وہ قوم الٹا سرکشی اور کفران نعمت دکھاتی ہے تو پھر ایسی قوم کو عبرتناک انجام دیکھنا پڑتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ اپنی جس نعمت کی قدر کرنے کا مطالبہ قریش مکہ سے فرمارہا ہے وہ خصوصیت کے ساتھ اس کی یہ نعمت ہے کہ اس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے درمیان پیدا فرمایا اور آپ کے ذریعہ سے ان کے پاس وہ عظیم الشان تعلیم بھیجی جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے بار بار فرمایا کرتے تھے کہ میری ایک بات مان لو عرب اور عجم سب تمہارے تابع ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی فہم اور سمجھ عطا فرمائیں اور ہر حال میں اپنے اطاعت گزار اور صابر وشاکر بندوں میں شامل رکھیں آمین۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی نعمتوں کا شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور سب سے بڑی نعمت دین اسلام اور ایمان کی جو ہم کو عطا فرمائی ہے۔ اس نعمت کی قدر اور اس کی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ کفران نعمت سے اور اس کے وبال سے ہم کو کامل طور پر بچایئے اور اپنی مرضیات کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام کو کفار مشرکین یہود ونصاریٰ اور بے دینوں نے ستا رکھا ہے اور طرح طرح کی تکالیف اور مصیبتیں آئے دن پہنچاتے رہتے ہیں۔

یا اللہ اہل اسلام کو ان مصائب سے نجات عطا فرما۔ ظالموں کا ظلم وستم ان سے دور فرما اور اپنی شان قہاری و جباری سے ظالموں سے ان مظلوم اہل اسلام کا انتقام لے کر ظالموں کی قوت کو پاش پاش فرما۔

یا اللہ جو اہل اسلام ایسے ابتلا اور آزمائش میں گرفتار ہیں ان کو اپنی طرف رجوع ہونے اور آپ ہی کی امداد طلب کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنی قدرت کاملہ سے مظلوموں کی حمایت ونصرت فرما اور ہر حال میں ان کو دین اسلام پر استقامت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ۬ وَالَّذِیْنَ مِنْ

(اے کفارِ مکہ) کیا تمکو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہوگذرے ہیں۔یعنی قوم نوحؑ اور عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں

بَعْدِهِمْ ۛ۬ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ

جن کا شمار بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔اُن کے پیغمبر اُن کے پاس دلائل لے کر آئے سو ان قوموں نے اپنے ہاتھ اُن پیغمبروں کے منہ میں دے دیئے

اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝۹

اور کہنے لگے کہ جو حکم دے کر تم کو بھیجا گیا ہے ہم اسکے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہم اس کی جانب سے بہت بڑے شبہ میں ہیں جو (ہمکو) تردد میں ڈالے ہوئے ہے

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

اُن کے پیغمبروں نے کہا کیا (تمکو) اللہ کے بارہ میں شک ہے جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلا رہا ہے تا کہ تمہارے گناہ معاف کردے۔

وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا

اور معین مدت تک تم کو حیات دے انہوں نے کہا کہ تم محض ایک آدمی ہو جیسے ہم ہیں۔تم یوں چاہتے ہو کہ ہمارے باپ دادا جس چیز کی عبادت کرتے تھے

عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝۱۰ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ

اس سے ہم کو رُوک دو سو کوئی صاف معجزہ دکھلاؤ۔اُن کے رسولوں نے کہا کہ ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہی ہیں

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَاۤ

لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرما دے اور یہ بات ہمارے قبضہ کی نہیں

اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱ وَمَا لَنَاۤ

کہ ہم تم کو کوئی معجزہ دکھلاسکیں بغیر خدا کے حکم کے اور اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔اور ہم کو اللہ پر

اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَا ؕ

بھروسہ نہ کرنے کا کون امر باعث ہوسکتا ہے حالانکہ اس نے ہم کو ہمارے راستے بتلادیئے اور تم نے ہم کو جو کچھ ایذا پہنچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے۔

وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۱۲ ع

اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔

اَلَمْ یَاْتِكُمْ کیا تمہیں نہیں آئی	نَبَؤُا خبر	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے	قَوْمِ نُوْحٍ نوح کی قوم	وَّعَادٍ اور عاد			
وَّثَمُوْدَ اور ثمود	وَالَّذِیْنَ اور وہ جو	مِنْۢ بَعْدِهِمْ انکے بعد	لَا یَعْلَمُهُمْ انکی خبر نہیں	اِلَّا سوائے	اللّٰهُ اللہ	جَآءَتْهُمْ انکے پاس آئے		
رُسُلُهُمْ انکے رسول	بِالْبَیِّنٰتِ نشانیوں کیساتھ	فَرَدُّوْۤا تو انہوں نے لوٹائے	اَیْدِیَهُمْ اپنے ہاتھ	فِیْۤ میں	اَفْوَاهِهِمْ انکے منہ	وَ اور		
قَالُوْۤا وہ بولے	اِنَّا كَفَرْنَا بیشک ہم نہیں مانتے	بِمَاۤ وہ جو	اُرْسِلْتُمْ تمہیں بھیجا گیا	بِهٖ اسکے ساتھ	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَفِیْ البتہ میں	شَكٍّ شک	
مِّمَّا اس سے جو	تَدْعُوْنَنَاۤ تم ہمیں بلاتے ہو	اِلَیْهِ اس کی طرف	مُرِیْبٍ تردد میں ڈالتے ہو	قَالَتْ کہا	رُسُلُهُمْ انکے رسول	اَفِی اللّٰهِ کیا اللہ میں		
شَكٌّ شبہ۔شک	فَاطِرِ بنانے والا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	یَدْعُوْكُمْ وہ تمہیں بلاتا ہے	لِیَغْفِرَ لَكُمْ تا کہ بخش دے تمہیں	مِّنْ سے		
ذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہ	وَیُؤَخِّرَكُمْ اور مہلت دے تمہیں	اِلٰۤى تک	اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقررہ	قَالُوْۤا وہ بولے	اِنْ نہیں	اَنْتُمْ تم		
اِلَّا صرف	بَشَرٌ بشر	مِّثْلُنَا ہم جیسے	تُرِیْدُوْنَ تم چاہتے ہو	اَنْ کہ	تَصُدُّوْنَا ہمیں روک دو	عَمَّا اس سے جو	كَانَ یَعْبُدُ پوجتے تھے	
اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا	فَاْتُوْنَا پس لاؤ ہمارے پاس	بِسُلْطٰنٍ دلیل	مُّبِیْنٍ روشن	قَالَتْ کہا	لَهُمْ ان سے	رُسُلُهُمْ انکے رسول		
اِنْ نہیں	نَّحْنُ ہم	اِلَّا صرف	بَشَرٌ بشر	مِّثْلُكُمْ تم جیسے	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اللّٰهَ اللہ	یَمُنُّ احسان کرتا ہے	عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ جس پر چاہے
مِنْ سے	عِبَادِهٖ اپنے بندے	وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	لَنَاۤ ہمارے لئے	اَنْ کہ	نَّاْتِیَكُمْ تمہارے پاس لائیں	بِسُلْطٰنٍ کوئی دلیل	اِلَّا مگر	
بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ کے حکم سے	وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ پر	فَلْیَتَوَكَّلِ پس بھروسہ کرنا چاہیے	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن	وَمَا اور کیا	لَنَاۤ ہمارے لئے			
اَلَّا نَتَوَكَّلَ کہ ہم نہ بھروسہ کریں	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	وَ اور	قَدْ هَدٰىنَا اسنے ہمیں دکھادیں	سُبُلَنَا ہماری راہیں	وَلَنَصْبِرَنَّ اور ہم ضرور صبر کریں گے			
عَلٰى پر	مَاۤ جو	اٰذَیْتُمُوْنَا تم ہمیں ایذا دیتے ہیں	وَ اور	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	فَلْیَتَوَكَّلِ پس بھروسہ کرنا چاہیے	الْمُتَوَكِّلُوْنَ بھروسہ کرنیوالے		

اقوام عرب کی تاریخ سے اہل مکہ کو تنبیہ

گذشتہ آیات میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا۔

اب ازروئے سخن کفار مکہ کی طرف کیا جاتا ہے اور ان آیات میں ان کو براہ راست خطاب کیا جاتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں طرح طرح سے شک وشبہ کرتے تھے اور اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑنا نہ چاہتے تھے۔ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم سے پہلے دنیا میں اور قومیں بھی گزری ہیں۔قوم نوح قوم ہود اور قوم صالح۔ چونکہ ان تین قوموں کا مسکن سرزمین عرب ہی تھی اور اکثر اہل عرب نے ان کے ویران مکان اور اجاڑ کھنڈر اور تباہ شدہ آثار دیکھے تھے اس لئے ان تینوں کا تو صراحۃً نام لیا اور دوسری قوموں کے متعلق فرمایا کہ یہی تین نہیں بلکہ ان کے بعد اور قومیں بھی گزری ہیں جن کا شمار اور تفصیل حالات یقینی طور پر سوائے خدا کے کوئی بھی نہیں جانتا کیونکہ ان کے حالات تفصیلاً منضبط ومنقول نہیں ہوئے۔اللہ کے پیغمبران کی ہدایت کے لئے ان کے پاس گئے تو انہوں نے پیغمبروں کی ہدایت کو نہ مانا اور ان کی تکذیب کی اور بولے کہ ہم کو تمہاری باتوں کا اعتبار نہیں۔ہم تمہاری رسالت کو نہیں مانتے اور اللہ کے متعلق جو کچھ تم اوصاف بیان کرتے ہو اس میں بھی ہم کو قوی شک ہے۔پیغمبروں نے نہایت تعجب کے لہجہ میں دریافت کیا کہ کیا تم خدا کی ہستی اور وحدانیت کے منکر ہو؟ اور کیا خدا کی صفت تخلیق میں تم کو شک ہے؟ یہ تو بدیہی چیز ہے کہ اللہ تمام عالم کا موجد اور پیدا کرنے والا ہے۔اس کا انکار کس طرح ممکن ہے۔ رہی ہماری رسالت تو ظاہر ہے کہ کسی ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنا پیام ہدایت تم کو پہنچائے گا چنانچہ ہمارے ذریعہ سے اس نے تم کو دعوت حق دی مگر اس سے اس کی اپنی کوئی غرض وابستہ نہیں بلکہ تمہارا ہی دنیا وآخرت میں نفع ہے اگر اللہ کی دعوت کو قبول کرو گے تو وہ تمہارے تمام قصوروں کو معاف فرمادے گا اور دنیوی زندگی میں بھی تم عذاب سے محفوظ ہو کر مقررہ میعاد تک زندہ رہو گے۔مگر

کفار قوم نے اپنے پیغمبروں کو جواب دیا کہ آپ خدا کی بحث کو چھوڑیئے۔ آپ اپنی نسبت بتلائیں کہ کیا آپ آسمان کے فرشتہ ہیں؟ یا نوع بشر کے علاوہ کوئی دوسری نوع ہیں؟ جب کچھ نہیں ہمیں جیسے آدمی ہو تو آخر کس طرح تمہاری باتوں پر یقین کر لیں۔ تمہاری خواہش یہ ہوگی کہ ہم کو باپ دادا کے قدیم دین و مذہب سے ہٹا کر اپنا تابع بنالیں۔ تو خاطر جمع رکھیں یہ کبھی نہ ہوگا اگر آپ اپنا امتیاز ثابت کرنا اور اس مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو کوئی ایسا کھلا ہوا نشان یا خدائی سرٹیفکیٹ دکھلایئے جس کے سامنے سب کی گردنیں جھک جائیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہماری فرمائش کے مطابق معجزات دکھلائیں۔

کافروں کے پیغمبروں پراعتراض اوران کا جواب

گویا پیغمبروں کی رسالت پر کفار نے تین شبہات کئے۔

اول یہ کہ تم ہماری طرح آدمی ہو۔ نہ فرشتہ ہو نہ جن نہ اور کوئی غیبی مخلوق۔ معمولی انسان کا پیغمبر ہونا کس طرح ممکن ہے۔

دوئم یہ کہ تم نئی باتیں بنا کر اور نئی تعلیم دے کر ہم کو اپنے باپ دادا کے طریقہ سے پھیرنا چاہتے ہو۔ جن دیوتاؤں کی پرستش ہمارے بڑے کرتے چلے آئے ہیں ہم ان کو کس طرح ترک کر سکتے ہیں۔

سوئم یہ کہ اگر تم کو پیغمبری کا دعویٰ ہے تو کوئی ایسا معجزہ پیش کرو جس سے تمہارے دعوے کا ثبوت واضح ہو جائے۔

قوم کے ان شبہات و اعتراضات کا جواب پیغمبروں نے اس طرح دیا اور قوم کے کفار سے یوں کہا کہ تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ ہم نہ فرشتہ ہیں اور نہ کوئی غیبی مخلوق۔ بلکہ نفس بشریت میں تم ہی جیسے ہیں لیکن کیا انسانوں میں احوال و مدارج کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق نہیں۔ اتنا تو تم بھی دیکھتے ہو کہ حق تعالیٰ نے جسمانی، دماغی، اخلاقی اور معاشی حالات کے اعتبار سے بعض انسانوں کو بعض پر کس قدر فضیلت دی ہے۔ پھر اگر یہ کہا جائے کہ خدا نے اپنے بعض بندوں کو اپنی فطری قابلیت کی بدولت روحانی کمال اور باطنی قرب کے اس بلند مقام پر پہنچا دیا جسے مقام ''نبوت'' یا ''منصب رسالت'' کہتے ہیں تو اس میں کیا اشکال اور تعجب ہے؟ بہر حال ہمارے دعوائے نبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اپنی نسبت انسانیت کے سوا کوئی دوسری نوع ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بعض پر خصوصی احسان فرماتا ہے جو دوسروں پر نہیں ہوتا۔ اب دوسرا اشکال سند اور سرٹیفکیٹ لانے کے متعلق۔ سو خدا کے حکم سے ہم پہلے ہی اپنی نبوت کی سند اور روشن نشانیاں دکھلا چکے ہیں جو آدمی ماننا چاہے اس کے اطمینان کے لئے وہ کافی سے زیادہ ہیں۔ باقی تمہاری فرمائشیں پوری کرنا تو یہ چیز ہمارے قبضہ میں نہیں۔ نہ ہماری تصدیق عقلاً اس پر موقوف ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جو سند اور نشان چاہے دکھلائے گا۔ فرمائشی نشانات دیکھنے سے ایمان نہیں آتا۔ اللہ کے دینے سے آتا ہے لہٰذا ایک ایماندار کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اگر تم نہ مانو گے اور ہماری عداوت اور ایذا رسانی پر تلے رہو گے تو ہمارا بھروسہ خدا کی مہربانی اور امداد پر رہے گا۔ حق تعالیٰ ہم کو ہدایت و معرفت کے راستے بتا چکا ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم اس پر توکل نہ کریں۔ تم خواہ کتنی ہی ایذائیں پہنچاؤ۔ خدا کے فضل سے ہمارے توکل میں فرق نہیں پڑ سکتا۔ متوکلین کا یہ کام نہیں کہ سختیاں دیکھ کر توکل اور استقامت کی راہ سے ہٹ جائیں۔

خلاصہ یہ کہ کفار اور مشرکین عرب کو پہلی قوموں کا اپنے انبیاء کے ساتھ سلوک اور طرز عمل بتلایا گیا۔ مقصد جس سے یہی ہے کہ تم گذشتہ کفار کی طرح مت بنو اور دین حق کو قبول کرو اور رسول وقت کی اطاعت کرو۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی نعمت سے نوازا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ

اور اُن کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ۔

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ

پس اُن رسولوں پر اُن کے رب نے وحی نازل فرمائی کہ ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کردینگے۔اور اُن کے بعد تم کو اس سرزمین میں آباد رکھیں گے۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾

یہ ہراُس شخص کیلئے ہے جو میرے رُوبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے اور کفار فیصلہ چاہنے لگے اور جتنے سرکش اور ضدی تھے وہ سب بے مراد ہوئے۔

مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ

اُسکے آگے دوزخ ہے اور اُس کو ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ لہو ہوگا۔جسکو گھونٹ گھونٹ کر کے پیوے گا اور گلے سے آسانی کیساتھ اُتارنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور ہر طرف سے

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

اس پر موت کی آمد ہوگی اور وہ کسی طرح سے مرے گا نہیں۔اور اس کو سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔

وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	لِرُسُلِهِمْ اپنے رسولوں کو	لَنُخْرِجَنَّكُمْ ضرور ہم تمہیں نکال دیں گے	مِنْ سے	اَرْضِنَآ اپنی زمین		
اَوْ یا	لَتَعُوْدُنَّ تم لوٹ آؤ	فِيْ مِلَّتِنَا ہمارے دین میں	فَاَوْحٰى تو وحی بھیجی	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	رَبُّهُمْ ان کا رب	لَنُهْلِكَنَّ ضرور ہم ہلاک کردینگے	
الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ اور البتہ ہم تمہیں آباد کریں گے	الْاَرْضَ زمین	مِنْ بَعْدِهِمْ انکے بعد	ذٰلِكَ یہ	لِمَنْ اس کیلئے جو	خَافَ ڈرا	
مَقَامِيْ میرے رُوبرو کھڑا ہونا	وَ اور	خَافَ ڈرا	وَعِيْدِ اعلان عذاب	وَاسْتَفْتَحُوْا اور انہوں نے فتح مانگی	وَخَابَ اور نامراد ہوا	كُلُّ ہر	جَبَّارٍ سرکش
عَنِيْدٍ ضدی	مِنْ وَّرَآئِهٖ اس کے پیچھے	جَهَنَّمُ جہنم	وَ اور	يُسْقٰى اسے پلایا جائیگا	مِنْ سے	مَّآءٍ پانی	صَدِيْدٍ پیپ والا
يَّتَجَرَّعُهٗ اسے گھونٹ گھونٹ پیئے گا	وَلَا اور نہ	يَكَادُ يُسِيْغُهٗ گلے سے اتار سکے گا اسے	وَيَاْتِيْهِ اور آئے گی اُسے	الْمَوْتُ موت	مِنْ سے		
كُلِّ مَكَانٍ ہرطرف	وَمَا هُوَ اور نہ وہ	بِمَيِّتٍ مرنے والا	وَ اور	مِنْ وَّرَآئِهٖ اس کے پیچھے	عَذَابٌ عذاب	غَلِيْظٌ سخت	

قوموں کا انبیاء علیہم السلام کو جواب

گذشتہ آیات میں حضرات انبیاء کی تقریر نقل فرمائی گئی تھی اور معاندین ومخالفین کے شبہات واعتراضات کے جواب دیئے گئے تھے تو بجائے اس کے کہ منکروں کے دل کچھ نرم پڑتے اور پیغمبروں کی دی ہوئی دعوت کو قبول کرتے الٹا ضد وعناد سے کہنے لگے کہ ہم کو تو تم کیا نصیحت کرتے ہو اپنی خیر مناؤ۔ اور اب دو باتوں میں سے ایک بات ہو کر رہے گی یا تو تم چپ چاپ ہمارے مذہب میں واپس آ کر ہم میں رل مل کر رہو گے اور جن کو تم نے بہکایا ہے وہ سب ہمارے پرانے دین میں واپس آئیں گے ورنہ تم سب کو ملک بدر اور جلاوطن کیا جائے گا۔

ایک اہم وضاحت

یہاں ایک بات یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے کبھی اپنی قوم کے دین پر نہیں ہوئے جن کو یہ کہا جا سکے کہ تم ہمارے مذہب میں واپس آ جاؤ۔ انبیاء کرام شروع

ولادت سے لے کر شرک اور کفر کی آلودگی ونجاست سے ہمیشہ پاک رہے ہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ انبیائے کرام نبوت سے پہلے اپنی قوم کے ساتھ رہتے تھے اور قبل از بعثت ان کو تبلیغ ودعوت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے قوم والے انبیاء کو اپنا ہم مذہب جانتے تھے اور بعثت کے بعد جب انبیاء قوم کو اللہ کے احکام سناتے تو وہ لوگ یہ سمجھتے کہ اب یہ ہمارے دین سے پھر گئے اور ان کو دھمکی دیتے کہ تم ہمارے مذہب میں آجاؤ ورنہ ہم تم کو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ کفار مکہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از بعثت اپنی ملت پر سمجھتے تھے اسی وجہ سے آپ کو بعد نبوت معاذ اللہ صابی کہتے تھے۔ یعنی آبائی دین سے پھر جانے والا اور آپ کے قتل کے درپے تھے۔ قوم کی قوم جب مخالفت پر تل جائے اور اس کے پاس سامان قوت واقتدار بھی ہر طرح کا موجود ہو تو اس کی دھمکیوں سے کسی حد تک متاثر ہونا ایک امر طبعی ہے۔ حضرات انبیاء کو ایسے ہی مواقع پر وحی الٰہی سے تسکین دی جاتی ہے کہ یہ ظالم تم کو کیا نکالیں گے اللہ تعالیٰ ہی ان ظالموں کو تباہ کر کے ہمیشہ کیلئے یہاں سے نکال دیں گے کہ پھر کبھی واپس نہ آسکیں۔ اور ان کی جگہ تم کو اور تمہارے مخلص وفاداروں کو اس سرزمین میں آباد کریں گے۔

کفار مکہ کو تنبیہ

اب یہاں بظاہر تو گذشتہ انبیاء کا ذکر ہو رہا ہے مگر کفار مکہ کو یہ سنانے سے اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ تمہارا مستقبل بھی عرب کی زمین میں رہنے اور بسنے کا اسی پر منحصر ہے کہ تم رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار کر لو اور آپ کی مخالفت وایذا دہی سے باز آجاؤ ورنہ اگر ظلم پر اسی طرح کمربستہ رہے تو پھر تمہارا نام ونشان بھی اس سرزمین عرب سے مٹا دیا جائے گا جس سرزمین سے تم اللہ کے رسول اور اس کے متبعین کو مٹانا چاہتے ہو۔ چنانچہ اس بات کو تاریخی واقعات نے ثابت کر دکھایا۔ اور ان آیات کے نزول کے کچھ عرصہ بعد وہی کفار مکہ اور مشرکین عرب جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور آپ کے متبعین اہل اسلام کو مکہ سے نکالنا چاہتے تھے وہ خود سرزمین عرب سے نکال دیئے گئے اور ان کا نام ونشان باقی نہ رہا اور اسلام اور اہل اسلام کا دائمی تسلط ہو گیا۔

فتح ونصرت اور بخشش کا وعدہ

الغرض حق تعالیٰ کی طرف سے فتح ونصرت کا وعدہ حضرات انبیاء سے تھا کہ تمہارے مخالفین تمہارے سامنے نیست ونابود کئے جائیں گے اور سرفرازی وسربلندی تو تم کو نصیب ہوگی اس کے بعد اس وعدہ کا دائرہ وسیع کر کے اسے ہر مومن کے لئے عام کر دیا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا کامیابی ان لوگوں کے لئے ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں۔ یہ خیال کر کے کہ اللہ تعالیٰ ہماری تمام حرکتوں کو برابر دیکھ رہا ہے اور ایک دن حساب دینے کے لئے اس کے سامنے کھڑا ہونا ہے جہاں اس کے بے پناہ عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور پیغمبروں نے جو یہ مضمون کفار کو سنایا کہ تم نے دلائل کے فیصلہ کو نہ مانا اب عذاب سے فیصلہ ہونے والا ہے یعنی عذاب آنے والا ہے تو کفار چونکہ جہل مرکب اور عناد میں غرقاب تھے اس سے بھی نہ ڈرے بلکہ کمال بے باکی سے وہ فیصلہ چاہنے لگے اور جب وہ فیصلہ آیا تو جتنے سرکش اور ضدی لوگ تھے وہ سب اس فیصلہ میں بے مراد ہوئے یعنی ہلاک ہو گئے۔

کافروں کا اخروی عذاب

اب یہاں تک تو منکرین رسالت کے عذاب دنیوی کا ذکر تھا۔ آگے عذاب اخروی کا ذکر ہے کہ علاوہ دنیوی عذاب کے اس کے آگے دوزخ کا عذاب آنے والا ہے۔ کہ جہاں شدت تشنگی کے وقت ان کو پیپ یا پیپ ولہو جیسا پانی پلایا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ فرشتہ لوہے کے گرز مار مار کر زبردستی منہ میں ڈالیں گے جس وقت منہ کے قریب کریں گے شدت حرارت سے دماغ تک

کی کھال اتر کر نیچے لٹک پڑے گی۔ منہ میں پہنچ کر گلے میں پھنسے گا بڑی مصیبت اور تکلیف کے ساتھ ایک ایک گھونٹ کر کے حلق سے نیچے اتاریں گے۔ پیٹ میں پہنچنا ہوگا کہ آنتیں کٹ کر باہر آ جائیں گی۔ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ عذاب جہنم سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھیں۔ (آمین) صدید یعنی لہو و پیپ کا پینا کیا ہوگا۔ ہر طرف سے موت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سر سے پاؤں تک ہر عضو بدن پر سکرات موت طاری ہوگی۔ ہر چار طرف سے مہلک عذاب کی چڑھائی ہوگی۔ اس زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے لیکن موت بھی نہیں آئے گی جو سب تکلیف کا خاتمہ کر دے۔ ایک عذاب کے پیچھے دوسرا تازہ عذاب آ تا رہے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ دنیا میں ہم کو مومنین اور مخلصین کے گروہ میں شامل رکھیں اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرماویں۔

یا اللہ! قیامت کی ہولنا کیوں سے ہم سب کو مامون و محفوظ رکھئے اور عذاب نار سے ہم سب کو اپنے کرم سے بچا کر جنت نعیم میں داخل فرمایئے۔

یا اللہ! روئے زمین پر جہاں کفار و مشرکین کا تسلط اہل اسلام پر ہے۔ یا اللہ! اہل اسلام کو کافروں کے تسلط سے نجات عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ

جولوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کی حالت باعتبار عمل کے یہ ہے کہ جیسے کچھ راکھ ہو جس کو تیز آندھی کے دن میں تیزی کے ساتھ ہوا اُڑا لے جائے

لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۱۸ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ

(اسی طرح) اُن لوگوں نے جو کچھ عمل کیے تھے اس کا کوئی حصہ ان کو حاصل نہ ہوگا یہ بھی بڑی دُور دراز کی گمراہی ہے۔ کیا (اے مخاطب) تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۱۹ وَّمَا ذٰلِكَ

آسمانوں کو اور زمین کو بالکل ٹھیک پیدا کیا ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کردے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کردے۔ اور یہ خدا کو کچھ مشکل نہیں۔

عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۲۰ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا

اور خدا کے سامنے سب پیش ہوں گے پھر چھوٹے درجہ کے لوگ بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمہارے تابع تھے

لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

تو کیا تم خدا کے عذاب کا کچھ جزو ہم سے ہٹا سکتے ہو وہ جواب میں کہیں گے کہ اگر اللہ ہم کو کوئی راہ بتلاتا تو ہم تم کو بھی وہ راہ بتلادیتے

لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۲۱ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ

ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں خواہ ضبط کریں ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور جب تمام مقدمات فیصل ہوچکیں گے تو شیطان

لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ

کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچے وعدے کیے تھے اور میں نے بھی تم سے کچھ وعدے کیے تھے۔ سو میں نے وہ وعدے تم سے خلاف کیے تھے۔ اور میرا تم پر

عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ

اور تو کچھ زور چلتا نہ تھا بجز اس کے کہ میں نے تم کو بلایا تھا سو تم نے میرا کہا مان لیا تو تم مجھ پر ملامت مت کرو اور ملامت اپنے آپ پر کرو۔

مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ

نہ میں تمہارا امدادگار ہوں اور نہ تم میرے مددگار ہو میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس سے قبل مجھ کو (خدا کا) شریک قرار دیتے تھے۔

الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۲۲

یقیناً ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

مَثَلُ مثال	الَّذِیْنَ وہ لوگ	کَفَرُوْا جو منکر ہوئے	بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے	اَعْمَالُهُمْ ان کے عمل	كَرَمَادِ راکھ کی طرح	اِشْتَدَّتْ زور کی چلی	بِهِ اس پر		
الرِّيْحُ ہوا	فِيْ میں	يَوْمٍ دن	عَاصِفٍ آندھی والا	لَا يَقْدِرُوْنَ انہیں قدرت نہ ہوگی	مِمَّا اس سے جو	كَسَبُوْا انہوں نے کمایا	عَلٰى شَيْءٍ کسی چیز پر		
ذٰلِكَ یہ	هُوَ وہ	الضَّلٰلُ گمراہی	الْبَعِيْدُ دور	اَلَمْ تَرَ کیا تونے نہ دیکھا	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین
بِالْحَقِّ حق کیساتھ	اِنْ اگر	يَشَاْ وہ چاہے	يُذْهِبْكُمْ تمہیں لیجائے	وَ اور	يَاْتِ لائے	بِخَلْقٍ مخلوق	جَدِيْدٍ نئی	وَمَا اور نہیں	ذٰلِكَ یہ
عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	بِعَزِيْزٍ کچھ دشوار	وَبَرَزُوْا اور وہ حاضر ہونگے	لِلّٰهِ اللہ کے آگے	جَمِيْعًا سب	فَقَالَ پھر	الضُّعَفٰٓؤُا کمزور	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں سے جو		
اسْتَكْبَرُوْا بڑے بنتے تھے	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	لَكُمْ تمہارے	تَبَعًا تابع	فَهَلْ تو کیا	اَنْتُمْ تم	مُغْنُوْنَ دفع کرتے ہو	عَنَّا ہم سے	مِنْ سے	
عَذَابِ اللّٰهِ اللہ کا عذاب	مِنْ شَيْءٍ کسی قدر	قَالُوْا وہ کہیں گے	لَوْ اگر	هَدٰىنَا ہمیں ہدایت کرتا	اللّٰهُ اللہ	لَهَدَيْنٰكُمْ البتہ ہم ہدایت کرتے تمہیں			
سَوَآءٌ برابر	عَلَيْنَا ہم پر	اَجَزِعْنَا خواہ ہم گھبرائیں	اَمْ یا	صَبَرْنَا ہم صبر کریں	مَا لَنَا نہیں ہمارے لئے	مِنْ مَّحِيْصٍ کوئی چھٹکارا	وَقَالَ اور بولا		
الشَّيْطٰنُ شیطان	لَمَّا جب	قُضِيَ فیصلہ ہوگیا	الْاَمْرُ امر	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	وَعَدَكُمْ وعدہ کیا تم سے	وَعْدَ الْحَقِّ سچا وعدہ	وَ اور		
وَوَعَدْتُّكُمْ میں نے وعدہ کیا تم سے	فَاَخْلَفْتُكُمْ پھر میں نے اس کے خلاف کیا تم سے	وَمَا اور نہ	كَانَ تھا	لِيَ میرا	عَلَيْكُمْ تم پر	مِنْ سُلْطٰنٍ کوئی زور			
اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	دَعَوْتُكُمْ میں بلایا تمہیں	فَاسْتَجَبْتُمْ پس تم نے کہا مان لیا	لِيْ میرا	فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ لہٰذا نہ لگاؤ الزام مجھ پر تم	وَلُوْمُوْا اور تم الزام لگاؤ			
اَنْفُسَكُمْ اپنے اوپر	مَا اَنَا نہیں میں	بِمُصْرِخِكُمْ فریادرسی کرسکتا تمہاری	وَمَا اور نہ	اَنْتُمْ تم	بِمُصْرِخِيَّ فریادرسی کرسکتے ہو میری				
اِنِّيْ كَفَرْتُ بیشک میں انکار کرتا ہوں	بِمَا اس سے جو	اَشْرَكْتُمُوْنِ تم نے شریک بنایا مجھے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	اِنَّ بیشک	الظّٰلِمِيْنَ ظالم				
لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب								

کافروں کے کئے ہوئے فلاحی کاموں کی حقیقت

گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین کے عذاب کا ذکر تھا۔ چونکہ بعض منکرین اپنے خیال اور زعم میں کچھ نیک کام بھی کرتے تھے جیسے صلہ رحمی مسافروں کی مہمانداری' غریبوں کی امداد واعانت' پیاسوں کے لئے سبیل وغیرہ وغیرہ تو اپنے ان اعمال پر نظر کر کے ان کو شبہ ہوسکتا تھا کہ یہ اعمال ہمارے کام آویں گے اور قیامت میں عذاب سے بچالیں گے۔ اسی طرح یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ قیامت میں ہمارا زندہ ہی ہونا محال ہے پھر عذاب کی گنجائش کہاں۔ تو جن کافروں کو اپنی نجات کے متعلق یہ زعم تھا کہ ہمارے اعمال ہم کو نافع ہوں گے۔ یہاں ان کے اعمال کی ایک مثال بیان کی گئی اور ایک قاعدہ اور قانون کلیہ بیان فرمایا گیا۔ قانون یہ بیان فرمایا گیا کہ جو لوگ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے اور اللہ عزوجل کا انکار کر کے کسی اور کی عبادت کرتے ہیں ان کے اعمال قیامت کے دن کسی کام نہ آئیں گے اور محشر میں اس طرح اڑ جائیں گے جس طرح آندھی کے وقت جب زور کی ہوا چلے تو راکھ کے ذرات اڑ جاتے ہیں۔ اس وقت کفار نیک عمل سے بالکل خالی ہاتھ ہوں گے حالانکہ وہی موقع ہوگا جہاں نیک عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ تو وہ کیسی حسرت کا وقت ہوگا کہ جن اعمال کو ذریعہ قرب ونجات سمجھتے تھے۔ وہ راکھ کے ڈھیر کی طرح عین اس موقع پر بے حقیقت ثابت ہوئے جب کہ دوسرے لوگ اپنی نیکیوں کے ثمر شیریں سے لذت اندوز ہو رہے ہوں گے۔

اللہ کیلئے دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے

اور شاید کفار کو یہ خیال گزرے کہ جب مٹی سے مل کر مٹی ہو

گئے پھر دوبارہ زندگی کہاں؟ یہ قیامت و عذاب ثواب سب کہانیاں ہیں۔ان کو بتلایا گیا کہ جس خدا نے آسمان وزمین کامل قدرت وحکمت سے پیدا کئے اسے تمہارا از سرنو دوبارہ پیدا کرنا یا کسی دوسری مخلوق کوتمہاری جگہ لے آنا کیا مشکل ہے؟ اگر آسمان وزمین کے محکم نظام کو دیکھ کر یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے اور قائم رکھنے والا کوئی صانع حکیم ہے تو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اشرف المخلوقات یعنی انسان کو محض بے نتیجہ پیدا کیا ہوگا اور اس کی پیدائش اور ایجاد سے کوئی عظیم الشان مقصد متعلق نہ ہوگا۔ یقیناً اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہونی چاہئے۔ جس میں آدم کی پیدائش کا مقصد عظیم پورے طریقہ سے آشکارا ہو۔

باطل معبود کوئی فائدہ نہ دیں گے

اب اگر ان کفار کا یہ خیال ہو کہ ہمارے بڑے ہم کو عذاب سے بچالیں گے یا معبودین غیر اللہ ہمارے کام آویں گے تو ان دونوں خیالات کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب اللہ کے سامنے سب سے بڑی عدالت میں پیشی ہوگی تو چھوٹے درجہ کے لوگ بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ دنیا میں تم بڑے بن کر بیٹھے تھے اور ہم نے تمہاری تابعداری کی تھی۔ آج اس مصیبت کی گھڑی میں کچھ تو کام آؤ۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ عذاب الٰہی کے کسی حصہ کو ہم سے ذرا ہلکا کردو؟ یہ میدان حشر میں کہیں گے یا دوزخ میں جانے کے بعد اس کا جواب بڑے چھوٹوں کو دیں گے کہ اس وقت اگر خدا تعالیٰ ہم کو اس عذاب سے نکلنے کی کوئی راہ بتلاتا تو ہم تمہیں وہی راہ بتادیتے۔ اب تو تمہاری طرح ہم خود مصیبت میں مبتلا ہیں اور مصیبت بھی ایسی جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ نہ صبر کرنے اور خاموش رہنے سے فائدہ۔ نہ گھبرانے اور چلانے سے کچھ حاصل۔ تو اس سوال وجواب سے معلوم ہوگیا کہ طریق کفر کے اکابر بھی اپنے تابعین کے کچھ کام نہ آویں گے۔ رہا یہ بھروسہ کہ معبودین غیر اللہ کام آویں گے اس کا حال اس حکایت سے معلوم ہوجائے گا کہ جب قیامت میں تمام مقدمات فیصل ہوچکیں گے یعنی اہل ایمان جنت میں اور اہل کفر دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔

شیطان کی تقریر

اہل دوزخ سب شیطان ابلیس لعین کے پاس کہ وہ بھی وہاں ہوگا جاکر ملامت کریں گے کہ کم بخت تو تو ڈوبا ہی تھا ہم کو بھی اپنے ساتھ ڈبویا۔ مردود تو نے دنیا میں ہماری راہ ماری اور اس مصیبت میں گرفتار کرایا۔ اب کوئی تدبیر مثل سفارش وغیرہ کا انتظام کرتا کہ عذاب الٰہی سے رہائی ملے۔ تب ابلیس ان کے سامنے لیکچر دے گا جس کا حاصل یہ ہے کہ بیشک حق تعالیٰ نے صادق القول پیغمبروں کے توسط سے ثواب وعذاب اور دوزخ وجنت کے متعلق سچے وعدے کئے تھے جن کی سچائی دنیا میں دلائل وبراہین سے ثابت تھی اور آج مشاہدہ سے ظاہر ہے۔ میں نے اس کے بالمقابل جھوٹی باتیں کہیں اور جھوٹے وعدے کئے جن کا جھوٹ ہونا وہاں بھی ادنیٰ فکروتامل سے واضح ہوسکتا تھا اور یہاں تو آنکھ کے سامنے ہی ہے۔ میرے پاس نہ حجت وبرہان کی قوت تھی نہ ایسی طاقت رکھتا تھا کہ زبردستی تم کو ایک جھوٹی بات کے ماننے پر مجبور کردیتا۔ بلاشبہ میں نے بدی کی تحریک کی اور تم کو اپنے مشن کی طرف بلایا۔ تم جھپٹ کر خوشی سے آئے اور میں نے جدھر شہ دی ادھر ہی اپنی رضا ورغبت سے چل پڑے اگر میں نے بہکایا تھا تو تم ایسے اندھے کیوں بن گئے کہ نہ دلیل سنی نہ دعوے کو پرکھا۔ آنکھیں بند کرکے پیچھے ہولئے۔ اب انصاف یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ تم اپنے نفسوں پر ملامت کرو۔ میرا جرم اغوا اور بہکانا بجائے خود رہا لیکن مجھے مجرم

گردان کرتم کیسے بری ہو سکتے ہو۔آج تم کو مدد دینا تو درکنار خود تم سے مدد لینا بھی ممکن نہیں ہم اور تم دونوں اپنے اپنے جرم کے موافق سزا میں پکڑے ہوئے ہیں۔کوئی ایک دوسرے کی فریاد کو نہیں پہنچ سکتا۔تم نے اپنی حماقت سے دنیا میں مجھ کو خدائی کا شریک ٹھہرایا۔بہر حال اپنے جہل وحماقت سے جو شرک تم نے کیا تھا اس وقت میں اس سے منکر اور بیزار ہوں۔اب ہر ایک ظالم اور مشرک کو اپنے کئے کی سزا دردناک عذاب کی صورت میں بھگتنا چاہئے۔شور مچانے اور الزام دینے سے کچھ حاصل نہیں۔

آیات کا خلاصہ ومقصد

یہ حاصل ہوا ابلیس کے جواب کا پس اس سے معبودین غیر اللہ کا بھروسہ بھی ختم ہوا۔پس مقصود ان مکالمات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ لوگ اس افراتفری اور کفار ومشرکین کی اس حسرت ویاس کا تصور کر کے جو آخرت میں ان کو نصیب ہوگی شیاطین الانس والجن کے اتباع سے باز رہیں۔یہ آیات بتلا رہی ہیں کہ شیطان کو بذات خود کوئی اختیار نہیں نہ وہ کسی کو کسی کام پر مجبور کر سکتا ہے اس کا کام صرف بہکانا اور پھسلانا ہے۔اس لئے ناواقف' جاہل کورانہ تقلید کرنے والے جو شیطان کے کہنے اور بہکاوے سے غلط راہ پر چلنے لگتے ہیں۔وہ جرم سے بری نہیں ہو سکتے اور اپنے پیشواؤں کے ساتھ وہ بھی جہنم میں جائیں گے۔اس لئے انسان کو خود حق ناحق اور صحیح وغلط کا امتیاز کرنا چاہئے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ شیطان لعین مردود کے فریب اور دھوکوں سے ہماری حفاظت فرمادیں اور دنیا میں ہم کو شیطانی کاموں سے بچادیں اور دین حق کا کامل اتباع ظاہر و باطن میں نصیب فرمائیں۔

یا اللہ!! آج دنیا میں ہم کو دین اور آخرت کی سمجھ اور فہم عطا فرمائے اور گمراہ و بے دین لیڈروں اور رہنماؤں کے پھندے میں جو مسلمان پھنسے ہوئے ہیں ان کو نجات عطا فرمادے۔اور نیک و بد حق و ناحق سمجھنے اور معلوم کرنے کی تمیز عطا فرمائے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَ اُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا

اور جولوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کیۓ وہ ایسے باغوں میں داخل کیۓ جاویں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ

وہاں ان کو سلام اس لفظ سے کیا جائیگا السلام علیکم کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مشابہ ہے

طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا

ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جارہی ہوں۔ وہ خدا کے حکم سے ہر فصل میں اپنا پھل دیتا ہو۔

وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ

اور اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے واسطے اس لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ خوب سمجھ لیں۔ اور گندہ کلمہ کی مثال ایسی ہے جیسے

خَبِیْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

ایک خراب درخت ہو کہ زمین کے اُوپر ہی اُوپر سے اُکھاڑ لیا جاوے اس کو کچھ ثبات نہ ہو۔

وَ اُدْخِلَ اور داخل کیۓ گئے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے	وَ عَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کیۓ	الصّٰلِحٰتِ نیک	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِیْ بہتی ہیں		
مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِیْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِیْهَا اس میں	بِاِذْنِ حکم سے	رَبِّهِمْ اپنا رب	تَحِیَّتُهُمْ ان کا تحفہ ملاقات	
فِیْهَا اس میں	سَلٰمٌ سلام	اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	كَیْفَ کیسی	ضَرَبَ اللّٰهُ بیان کی اللہ نے	مَثَلًا مثال	كَلِمَةً طَیِّبَةً کلمہ طیبہ	
كَشَجَرَةٍ جیسے درخت	طَیِّبَةٍ پاکیزہ	اَصْلُهَا اس کی جڑ	ثَابِتٌ مضبوط	وَّ فَرْعُهَا اور اسکی شاخ	فِی میں	السَّمَآءِ آسمان	تُؤْتِیْ وہ دیتا ہے
اُكُلَهَا اپنا پھل	كُلَّ حِیْنٍ ہروقت	بِاِذْنِ حکم سے	رَبِّهَا اپنا رب	وَ یَضْرِبُ اور بیان کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الْاَمْثَالَ مثالیں	
لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	یَتَذَكَّرُوْنَ وہ غور وفکر کریں	وَ مَثَلُ اور مثال	كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ ناپاک بات	كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ مانند درخت ناپاک		
ِۨاجْتُثَّتْ اکھاڑ دیا گیا	مِنْ سے	فَوْقِ اوپر	الْاَرْضِ زمین	مَا لَهَا نہیں اس کیلئے	مِنْ قَرَارٍ کچھ بھی قرار		

اہل ایمان کا انجام

گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کا ذکر ہوا تھا اور ان کا انجام بتلایا گیا تھا۔ اب ان اشقیا کے مقابلہ میں اہل ایمان' اہل ہدایت' اور اہل سعادت کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ کفار کے برخلاف جولوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اور ایمان لاکر اچھے اور نیک کام کیۓ ان کو ان کے رب کے حکم سے ایسے باغات میں داخل کیا جائے گا جو سرسبز و شاداب ہوں گے۔ یہ اہل ایمان اوپر کی منزلوں میں رہیں گے اور نیچے صاف شفاف نہریں جاری ہوں گی۔ دل کو آرام' آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی اور ایک بار داخل ہوجانے کے بعد پھر کبھی وہاں سے نکالے نہ جائیں گے۔ چین و آرام اور عیش و عشرت کے ساتھ ہمیشہ رہیں گے۔ ہر طرف امن و امان چین و سکون کا سماں ہوگا۔ ان میں آپس کی دعا ملاقات سلام ہوگی جو دلیل ہے ان کے آپس کی محبت اور خیر خواہی کی جو کہ مستقل طور پر خود ایک نعمت ہے۔ کفار کے بعد یہاں مومنین کی

حالت سنائی گئی تا کہ لوگ دونوں حالتوں کا موازنہ کر کے بہتر حالت کو اختیار کریں اور کفر وشرک سے تائب ہو کر صاحب ایمان بن جائیں اور کلمۂ توحید وایمان کو اختیار کریں۔

کلمۂ ایمان کی مثال

آگے کلمہ توحید یا کلمہ ایمان واسلام جس کی بدولت اہل سعادت جنت میں پہنچیں گے اس کی ایک مثال بیان فرمائی گئی ہے۔جس سے کلمہ ایمان کی خوبی اور اس کے مقابل کلمۂ کفر کی برائی سمجھائی گئی ہے اور ایسی باموقع ومعنیٰ خیز مثال دینے سے مقصود یہی ہے کہ عقلمند ان مثالوں میں غور کرے اور جو نفع کی چیز ہے یعنی کلمۂ توحید و ایمان اس کو اختیار کرے اور جو غیر نافع بلکہ مضر اور قابل نفرت ہے یعنی کلمۂ خبیثہ۔کلمۂ کفر وشرک اس سے احتراز کرے۔

یہاں آیت میں دو مثالیں بیان فرمائی گئی ہیں یعنی ایک کلمہ طیبہ کی دوسری کلمہ خبیثہ کی۔کلمہ طیبہ کے لفظی معنی تو پاکیزہ اور ستھری بات کے ہیں۔مگر اس سے مراد بحکم حدیث کلمہ لآ الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے یعنی وہ قول حق اور عقیدۂ صالحہ جو سراسر حقیقت اور راستی پر مبنی ہو جس میں توحید کا اقرار۔انبیاء اور کتب آسمانی کا اقرار۔آخرت وجزاوسزا کا اقرار۔ایمانیات معرفت الٰہی کی باتیں۔حمد وثنا تسبیح وتہلیل یہ سب کلمۂ طیبہ میں داخل ہیں۔اور اس کی ضد یعنی کلمۂ خبیثہ ہے جس سے مراد ہر وہ باطل قول وعقیدہ ہے جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو اور انبیاء کے واسطے سے نہ آیا ہو خواہ وہ کفر وشرک ہو۔الحاد وزندقہ ہو۔نیچریت ودہریت ہو۔یہ سب کلمۂ خبیثہ میں داخل ہیں۔

یہاں کلمۂ طیبہ کی مثال یہ دی گئی کہ کلمۂ طیبہ اس درخت کی طرح ہے جس میں چار اوصاف ہوں۔

۱:۔اچھی ذات کا درخت ہو یعنی شکل‘ صورت‘ لذت‘ خوشبو‘ نفع‘ سایہ‘ پھل وپھول ہر لحاظ سے عمدہ ہو۔

۲:۔اس کی جڑ زمین کے اندر خوب گہری جمی ہوئی ہو کہ زور کی آندھی اور جھکڑ بھی اس کو جڑ سے نہ اکھاڑ سکے۔

۳:۔اس کی شاخیں اور ٹہنیاں خوب بلند اور پھیلی ہوئی ہوں۔

۴:۔اس میں پھل ہمیشہ آتے ہوں اور ہر وقت رہتے ہوں تو ایسا درخت بہترین درخت ہو سکتا ہے اور ایسے ہی درخت کی طرح کلمہ طیبہ بھی ہوتا ہے یعنی اس کے اندر بھی یہ چار اوصاف موجود ہیں۔

ایک اس کے اندر جو لذت وکیف اور روحانی سرور ہے وہ اصحاب ذوق ہی جانتے ہیں۔

دوسرے یہ کلمۂ طیبہ کلمۂ حق۔کلمۂ صداقت اور کلمۂ نور ہے اور اس کی جڑیں نہایت مضبوط ہیں کہ جس کو ہواؤ ہوس کا کوئی جھونکا اور شیطانی وسوسوں کی کوئی آندھی اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی۔اس کی جڑیں اللہ کی معرفت ومحبت اور دلائل عقل وفطرت پر قائم ہیں اس وجہ سے یہ کلمہ مومن کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔

تیسرے کلمہ طیبہ کی شاخیں بہت بلند ہیں۔عالم قدس تک اسکی شاخوں کی رسائی ہے۔اعمال صالحہ اس کی شاخیں ہیں اور ان شاخوں کو روزانہ صبح وشام آسمانوں کے فرشتے اٹھا کر دربار الٰہی تک لے جاتے ہیں (ایمان ویقین اور حقیقت ومعرفت تک پہنچنا اسکی شاخیں ہیں)الغرض کل جہان اسی پاک کلمہ کی شاخوں کے زیر سایہ ہے۔

چوتھے اس میں ہر وقت پھل آتے رہتے ہیں۔کلمہ طیبہ کا پھل ہر وقت دنیا میں بھی اچھا ملتا ہے اور آخرت میں بھی اچھا ملے گا۔ مومن اس کلمۂ طیبہ کے پاکیزہ درخت کے ثمرات طیبہ اور انوار الٰہیہ اور برکات ربانیہ سے ہر وقت بہرہ ور اور لذت اندوز ہوتا رہتا ہے۔ شجرہ ایمان کے ثمرات کبھی منقطع نہیں ہوتے دنیا میں مادی اور روحانی ثمرات کے علاوہ آخرت میں جنت میں داخل ہونا۔وہاں کی لازوال لذتیں ونعمتیں حاصل ہونا۔نور الٰہی میں ڈوبا رہنا اور دیدار باری تعالیٰ کا نصیب ہونا یہ اس کے اخروی پھل ہیں۔الغرض نہ دنیا میں یہ کسی وقت ثمر آوری سے خالی رہتا ہے نہ آخرت میں کبھی اس کے پھل ختم ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کلمہ طیبہ کے

ثمرات حسنہ دنیاوآخرت میں ہم کوبھی نصیب فرمائیں۔

کلمۂ کفر کی مثال

اوپر تو کلمہ طیبہ کی مثال تھی اور اسکی ضد کلمہ خبیثہ یعنی کلمہ کفر و شرک۔ تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بدشکل درخت ہو جس میں نہ زیادہ سرسبزی ہو نہ اچھے پھل ہوں نہ خوشبو ہو نہ اچھا مزہ ہو۔ نہ اس کا سایہ ہو نہ کوئی فائدہ۔ پھر اس کی جڑ بھی اوپر ہی اوپر رکھی ہوئی ہو۔ زمین میں جمی ہوئی نہ ہو۔ ہوا کے کمزور جھونکے سے جڑ سے اکھڑ پڑے گا اور جب اس کی جڑ ہی کو ثبات نہیں تو شاخیں کہاں سے آئیں گی اس کی شاخوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔

کلمہ خبیثہ کو شجرہ خبیثہ کے ساتھ مشابہت دینے میں اشارہ اس طرف ہے کہ کفر کا وجود تو ہے مگر معتد بہ اور پائیدار وجود نہیں۔ اس لئے کہ کفر کا دعویٰ کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں۔ دعویٰ بے دلیل ہے اس کی کوئی جڑ اور بنیاد نہیں اسی وجہ سے اس کی شاخوں اور پھلوں کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ کفار کا کوئی عقیدہ دنیا میں مضبوط دلیل سے قائم نہیں۔ تھوڑا سا دھیان کرنے سے غلط معلوم ہونے لگتا ہے نہ اس پر کوئی اخروی ثمرہ مرتب ہوتا ہے۔ نہ اس سے کوئی دل میں نور پیدا ہوتا ہے اور نہ دل کو سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ ملت کفر کا حال اس خبیث درخت کی طرح ہے۔ اس لئے کہ شجرۂ کفر بے حیائیوں اور بے غیرتیوں اور طرح طرح کی بداخلاقیوں اور قسم قسم کی بداعمالیوں کا ایک گندہ درخت ہے جس کا پھل سوائے شقاوت اور خسران ابدی کے کچھ نہیں۔ امریکہ برطانیہ اور یورپی ممالک اسی قسم کے اشجار خبیثہ کے جنگل اور دنگل ہیں۔ جہاں یہ اشجار خبیثہ صرف نفسانی شہوتوں اور دنیاوی لذتوں پر قائم ہیں اور سراسر عقل و فطرت اور غیرت کے خلاف ہیں۔ گویا جس طرح ایسا شجرۂ خبیثہ اپنے خبث کی وجہ سے قابل نفرت اور تکلیف دہ اور نہایت بودا اور کمزور ہے یونہی کلمۂ کفر و شرک بھی سخت قابل نفرت اور تکلیف دہ اور اتنا کمزور کہ دلائل کے سامنے ذرا نہ ٹھہر سکے۔

چونکہ کافر کے اعمال مقبول نہیں ہوتے اس لئے اس درخت کی شاخوں کا ذکر نہیں فرمایا اور چونکہ اس کے اعمال پر رضائے الٰہی مرتب نہیں ہوتی اس لئے پھل کی نفی بھی ظاہر ہے۔

دونوں مثالوں کا حاصل

دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہوا کہ دین اسلام کا دعویٰ توحید وایمان پکا اور سچا ہے جس کے دلائل نہایت صاف۔ صحیح اور مضبوط ہیں اور موافق فطرت ہونے کی وجہ سے اس کی جڑیں قلوب کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہیں اور اعمال صالحہ کی شاخیں آسمان قبولیت سے جالگتی ہیں اس طرح حق وصداقت اور توحید ومعرفت کا سدابہار درخت پھولتا پھلتا اور پائیداری کے ساتھ اونچا رہتا ہے اور اس کے برخلاف کفر وشرک کے دعوئے باطل کی جڑ بنیاد کچھ نہیں ہوتی۔ لہذا لوگوں کو چاہئے کہ کلمۂ طیبہ کو قبول کریں اور اس کے دائمی اور غیر منقطع فوائد سے بہرہ ور ہوں۔ اور کلمۂ کفر وشرک جو قابل نفرت اور تکلیف دہ چیز ہے اس سے احتراز کریں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اس کلمۂ توحید وایمان کی جڑوں کو ہمارے قلوب میں مضبوطی سے جمادیں اور دین ودنیا میں اس کے مفید نتائج اور فائدہ ہم کو نصیب فرمائیں اور کفر وشرک کی جڑوں کو روئے زمین سے مٹنے کی صورتیں ظاہر فرمادیں اور اس سے ہمیں نفرت اور کراہت عطا فرمائیں۔ کلمہ لآاله الا الله محمد رسول الله کو قبول کر کے ہم نے جو ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے یا اللہ ہمیں اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ اور اس کلمہ کے حقوق ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے اور ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔

الظّٰلِمِيْنَ ۙ قف وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ع ﴿۲۷﴾

اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

يُثَبِّتُ مضبوط رکھتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے	بِالْقَوْلِ بات سے	الثَّابِتِ مضبوط	فِي میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	
وَ اور	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں	وَيُضِلُّ اور بھٹکا دیتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَيَفْعَلُ اور کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	مَا يَشَآءُ جو چاہتا ہے

کلمۂ ایمان اور کلمۂ کفر کا اثر و نتیجہ

گذشتہ آیات میں کلمہ طیبہ یعنی کلمۂ توحید و ایمان کی خوبی اور کلمہ خبیثہ یعنی کلمۂ کفر و شرک کی برائی مثال کے ذریعہ سے سمجھائی گئی تھی۔

اب اس آیت میں ان دونوں کا اثر بیان فرمایا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کلمہ طیبہ توحید اور ایمان کی باتوں سے مومنین کو دنیا اور آخرت میں مضبوط اور ثابت قدم رکھتا ہے۔ دنیا میں تو اس طرح کہ مومن کلمہ طیبہ کی برکت سے شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ کے اغواء سے محفوظ رہتا ہے اور جب کفار کی طرف سے کوئی فتنہ پیش آتا ہے تو بتوفیق خداوندی ایمان پر ثابت قدم رہتا ہے اور جادۂ توحید سے اس کا قدم پھسلتا نہیں اور کوئی فتنہ پیش آئے تو اس کے پائے استقامت میں تزلزل نہیں آتا اور اسی طرح مرتے وقت تک ایمان پر قائم رہتا ہے اور اسی کلمہ پر اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور آخرت میں اس طرح کہ قبر میں جو آخرت کی پہلی منزل ہے۔ منکر نکیر کے سوالات کا صحیح جواب دیتا ہے اور قیامت کے ہوش ربا دن حساب کتاب کے وقت اس کو کوئی اندیشہ نہیں۔ الغرض مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمۂ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے۔ دنیا میں کیسے ہی فتن و حوادث پیش آئیں۔ کتنا ہی سخت امتحان ہو۔ قبر یعنی عالم برزخ میں منکر نکیر کا سوال و جواب ہو۔ محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو۔ ہر موقع پر یہی کلمۂ توحید ان کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔ یہ تو کلمہ طیبہ کے اثر کا بیان تھا۔ رہے ظالمین یعنی کفار و مشرکین وہ دنیا میں بھی بھٹکے اور اخیر تک بھٹکے رہیں گے۔ کبھی حقیقی کامیابی کا راستہ ہاتھ نہ لگے گا۔ دنیا میں تو ان کا بھٹکنا ظاہر ہے کہ حق اور صدق سے منحرف رہے اور آخرت میں بھٹکنا یہ ہے کہ قبر میں جو آخرت کی پہلی منزل ہے ان سے نکیرین کے سوال کا جواب نہ بن پڑے گا۔ بلکہ حیرت زدہ ہو کر یہ کہیں گے ھاہ ھاہ لاادری افسوس افسوس میں کچھ نہیں جانتا۔ جو اور لوگ کہتے تھے وہی میں بھی کہہ دیتا تھا جو سنا وہی کہہ دیا۔ اس پر فرشتے اس کے گرز مار کر کہیں گے کہ نہ تو نے خود سمجھا اور نہ کسی سمجھنے والے کا اتباع کیا۔ فرشتوں کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ایمان تحقیقی کی طرح ایمان تقلیدی بھی معتبر ہے۔ جیسے بعض عوام کو ایمان کی پوری حقیقت معلوم نہیں ہوتی صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور دین ہمارا اسلام ہے۔ یہ ایمان تقلیدی ہے اور عند اللہ یہ بھی معتبر ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

یہاں بظاہر یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ہی ثابت قدم رکھتے ہیں اور وہی بھٹکاتے ہیں تو پھر بھٹکنے والے پر کیا الزام ہے؟ اس کا ایک جواب تو جملہ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ سے ہو گیا کہ انہوں نے ظلم کیا تھا اس کی نحوست سے بچل گئے یہ حکیمانہ جواب

ہے۔ آگے حاکمانہ جواب ارشاد ہے۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ وہ جس کو چاہے ہدایت دے اور ثابت قدم رکھے اور جس کو چاہے ہدایت نہ دے گمراہی میں پڑا رہنے دے۔ اس کی بارگاہ عالی میں یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ مومنوں کو کیوں ثابت قدم رکھا اور ظالموں کو کیوں بھٹکایا اور گمراہ رکھا وہ علیم حکیم ہے۔ اپنی حکمت و مشیت ہے۔ جس کے ساتھ جو مناسب ہوتا ہے وہی معاملہ فرماتا ہے۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ) نہ اس کی مشیت پر کوئی غالب۔ نہ اس کی قدرت پر کوئی حاکم۔ نہ اس کی راہ میں کوئی حائل یا مانع۔

قبر میں سوال

اہل سنت والجماعت کے اجماعی عقیدوں میں ایک عقیدہ یہ ہے کہ قبر یعنی عالم برزخ میں مومن اور کافر سب سے سوال ہوگا اور کافر و فاسق کو ٹھیک جواب نہ دینے پر عذاب ہوگا۔ یہاں آیت میں مومن صالح اور کافر کے ثواب اور عذاب قبر کا ذکر ہے۔ مومن فاسق کا صراحۃً کوئی ذکر نہیں فرمایا اب تو قیاس کیا جائے کہ جس طرح اس کی حالت بین بین ہے۔ یعنی اعتقاد میں مومن کے مشابہ ہے اور عمل میں کافر کے مشابہ اسی طرح اس کے ساتھ معاملہ بھی قبر میں بین بین ہوگا اور یا مومن فاسق اور گناہگار کے ذکر سے اس لئے سکوت کیا گیا کہ اس کا معاملہ مشیت خداوندی میں مستور ہے۔ اس کی مشیت جو معاملہ چاہے فرمائے۔ قبر سے مراد عالم برزخ ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان واسطہ ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ کیونکہ یہ امر نصوص شریعت سے باجماع امت ثابت ہے۔ رہا بعض منکرین کا یہ کہنا کہ ہم میت کو دیکھتے ہیں مگر ہم کو تو منکر نکیر نظر نہیں آتے اور نہ ہی میت کی آواز اور ان کی گفتگو سنتے ہیں اور نہ میت کے بدن پر کوئی علامت عذاب کی دیکھتے ہیں اور نہ میت کے بدن میں کسی قسم کی جنبش یا اور کوئی علامت دیکھنے میں آتی ہے تو علمائے محققین نے منکرین کے ایسے بے سروپا اور باطل شبہات کے جواب میں لکھا ہے کہ وہ عالم ہی دوسرا ہے اس عالم کے احوال کے مشاہدہ کے لئے اس عالم کی آنکھیں چاہئیں بسا اوقات انسان کو خواب میں شدید الم لاحق ہوتا ہے اور کبھی اس کو مسرت لاحق ہوتی ہے مگر پاس والے آدمیوں کو یہ بات محسوس نہیں ہوتی اور خواب دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ میں بیداری کی حالت میں یہ چیزیں دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ وہ واقع میں سویا ہوا ہے۔

اصول کی بات یہ ہے کہ ایک عالم کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس کرنا خود غلط ہے۔ جب خالق کائنات نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دوسرے عالم میں پہنچنے کے بعد اس عذاب ثواب کی خبر دے دی تو مسلمانوں کو اس پر اعتقاد اور ایمان رکھنا لازم ہے۔''

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ کا بے انتہا فضل و کرم اور شکر و احسان ہے کہ دنیا میں ہم کو کلمہ طیبہ پر اعتقاد و ایمان نصیب فرمایا۔

یا اللہ! دنیا عالم برزخ۔ قیامت' حشر نشر سب جگہ اس کلمہ کی برکت سے ہم کو استقامت اور بھلائی نصیب فرما۔

یا اللہ دنیا میں کلمہ طیبہ کے پھیلنے اور کلمہ کفر و شرک کے مٹنے کی صورتیں ظاہر فرما۔

یا اللہ! ہمارا خاتمہ اس کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر فرمانا اور ہمارا آخری کلام اس دنیا میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہونا مقدر فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا۔جنہوں نے بجائے نعمتِ الٰہی کے کفر کیا۔اور جنہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں پہنچا دیا۔

وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ

وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بُری جگہ ہے۔اور ان لوگوں نے اللہ کے ساجھی قرار دیئے (تاکہ دوسروں کو بھی) اس کے دین سے گمراہ کریں۔آپ کہہ دیجئے کہ چندے عیش کرلو۔کیونکہ آخر انجام

إِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا

تمہارا دوزخ میں جانا ہے جو میرے خاص ایمان والے بندے ہیں اُن سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ

وَعَلَانِيَةً مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ﴿٣١﴾

اور آشکارا خرچ کریں ایسے دن کے آنے سے پہلے کہ جسمیں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی۔

اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	اِلٰی کو	الَّذِیْنَ وہ جنہوں نے	بَدَّلُوْا بدل دیا	نِعْمَتَ اللّٰہِ اللہ کی نعمت	کُفْرًا ناشکری سے	وَاَحَلُّوْا اور اتارا	قَوْمَهُمْ اپنی قوم
دَارَ الْبَوَارِ تباہی کا گھر	جَهَنَّمَ جہنم	یَصْلَوْنَهَا اس میں داخل ہوں گے	وَبِئْسَ اور بُرا	الْقَرَارُ ٹھکانا	وَجَعَلُوْا اور انہوں نے ٹھہرائے	لِلّٰہِ اللہ کیلئے	
اَنْدَادًا شریک	لِیُضِلُّوْا تاکہ وہ گمراہ کریں	عَنْ سے	سَبِیْلِهٖ اسکا راستہ	قُلْ کہدیں	تَمَتَّعُوْا فائدہ اٹھالو	فَاِنَّ پھر بیشک	مَصِیْرَكُمْ تمہارا لوٹنا
اِلٰی طرف	النَّارِ جہنم	قُلْ کہدیں	لِعِبَادِیَ میرے بندوں سے	الَّذِیْنَ وہ جو کہ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	یُقِیْمُوْا قائم کریں	الصَّلٰوۃَ نماز
وَیُنْفِقُوْا اور خرچ کریں	مِمَّا اس سے جو	رَزَقْنٰهُمْ ہم نے انہیں دیا	سِرًّا چھپاکر	وَّعَلَانِیَةً اور ظاہر	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ یَّاْتِیَ کہ آجائے	
	یَوْمٌ وہ دن	لَا بَیْعٌ نہ خرید و فروخت	فِیْهِ اس میں	وَلَا خِلٰلٌ اور نہ دوستی			

سرداران مکہ کے رویہ پر تنقید و تبصرہ

گذشتہ آیت میں کلمہ طیبہ یعنی کلمہ توحید و ایمان کی خوبیاں اور اس کے نیک اثرات اور کلمہ خبیثہ یعنی کلمہ کفر و شرک کی برائی اور اس کے بداثرات و نتائج بیان فرمائے گئے تھے۔

اب ان سرداران اور رؤسائے قریش مکہ کی طرف اشارہ ہے کہ جنہوں نے کلمہ طیبہ کی بجائے کلمۂ خبیثہ کو اپنا شعار بنا رکھا تھا اور اس وقت جن کے ہاتھوں میں عرب کی باگ ڈور تھی ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ان پر کیسے احسان کئے۔ان کی ہدایت کے لئے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو بھیجا قرآن اتارا۔اپنے حرم اور بیت کا مجاور بنایا۔عرب کی سرداری دی۔مگر انہوں نے ان نعمتوں اور احسانات کا بدلہ یہ دیا کہ خدا کی ناشکری پر کمربستہ ہوگئے اس کی باتوں کو جھٹلایا۔اس کے پیغمبر سے لڑائی کی۔آخر اپنی قوم کو لے کر تباہی کے گڑھے میں جا گرے۔چاہئے تو یہ تھا کہ خدا کے احسانات سے متاثر ہوکر منعم حقیقی کی شکر گزاری اور اطاعت شعاری میں لگتے۔یہ تو نہ ہوا الٹے بغاوت پر کمربستہ ہوگئے۔خدا کے مقابل دوسری چیزیں کھڑی کردیں جن پر خدائی اختیارات تقسیم کئے اور عبادت جو خدائے واحد کا حق تھا وہ مختلف عنوانات سے ان کے لئے ثابت کرنے لگے تاکہ اس سلسلہ میں اپنے ساتھ دوسروں کی بھی راہ ماریں اور انہیں بہکا کر اپنے جال میں پھنسائے رکھیں۔پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ بہتر ہے بیوقوفوں کو

جال میں پھنسا کر چندروز جی خوش کرلو اور دنیا کے مزے اڑالو۔ مگر تا بکے آخر دوزخ کی آگ میں ہمیشہ کو رہنا ہے کیونکہ اس مزے اڑانے کا یہی نتیجہ ہوگا۔

مومنین کو نصیحت کہ نماز و انفاق پر قائم رہیں

قریش مکہ کے کفران نعمت کے ذکر کے بعد ہی روئے سخن مومنوں کی طرف متوجہ ہوگیا اور کفار کے احوال ذکر کرنے کے بعد مومنین و مخلصین کو متنبہ فرمایا جاتا ہے کہ انہیں چاہئے کہ نعمت الٰہی کی قدر بجالائیں اور ناشکری سے بچیں اور اس شکر گزاری نعمت کے سب سے بڑے اور خاص اعمال دو بتلائے گئے ایک قیام صلوٰۃ اور دوسرے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا۔ گویا خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کی تعلیم دی گئی کہ نمازوں کو ان کے حقوق وحدود کی رعایت کے ساتھ خشوع وخضوع سے ادا کرتے رہیں اور اللہ نے جو کچھ دیا ہے اس کا ایک حصہ خفیہ یا علانیہ جیسا موقع ہو مستحقین پر خرچ کریں۔ غرض کفار جو شرک اور کفران نعمت پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کے بالمقابل مومنین کو جان ومال سے حق تعالیٰ کی طاعت وشکر گزاری میں مستعدی دکھلانا چاہئے۔

سامان آخرت

آگے بتلایا جاتا ہے کہ نماز اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنا یہ نیکیاں اس دن کام آئیں گی جب کہ خرید وفروخت یا محض دوستانہ تعلقات سے کام نہ نکلے گا۔ یعنی آخرت میں نہ نیک عمل کسی سے خرید کرسکو گے نہ کوئی ایسا دوست بیٹھا ہے جو بدون ایمان وعمل صالح کے محض دوستانہ تعلقات کی بناء پر نجات کی ذمہ داری لے لے۔ حاصل مطلب یہ کہ آج تو اللہ تعالیٰ نے طاقت فرصت ومہلت عطا فرما رکھی ہے کہ نماز ادا کریں اور اگر پچھلی عمر میں غفلت سے کوئی نمازیں رہ گئی ہیں تو اس کی قضا ادا کرلیں۔ اسی طرح آج دنیوی حیات میں مال تمہارے قبضہ میں ہے اس کو اللہ کے لئے خرچ کر کے دائمی زندگی کا کام بنا سکتے ہو لیکن وہ دن عنقریب آنے والا ہے جب کہ دونوں قوتیں اور قدرتیں تم سے لے لی جائیں گی۔ نہ تمہارے بدن نماز پڑھنے کے لائق رہیں گے۔ اور نہ تمہاری ملک اور قبضہ میں کوئی مال رہے گا۔ جس سے ضائع شدہ حقوق کی ادائیگی کرسکو اور اس دن میں کوئی خرید و فروخت بھی نہ ہو سکے گی کہ تم کوئی ایسی چیز خرید لو کہ جس کے ذریعہ اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کا کفارہ کرسکو اور اس دن میں آپس کی دوستیاں اور تعلقات بھی کام نہ آسکیں گے۔ کوئی عزیز دوست کسی کے گناہوں کا بار نہ اٹھا سکے گا اور نہ اس کے عذاب کو ہٹا سکے گا۔ ''اس دن'' سے مراد بظاہر حشر اور قیامت کا دن ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ موت کا دن ہو کیونکہ یہ سب آثار موت ہی کے وقت سے ظاہر ہو جاتے ہیں نہ بدن میں کسی عمل کی صلاحیت رہتی ہے نہ مال ہی اپنی ملک وقبضہ میں رہتا ہے۔

صالحین کی دوستی آخرت میں مفید ہوگی

یہاں ایک بات یہ سمجھ لینے کی ہے کہ یہاں آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ قیامت کے روز کسی کی دوستی کسی کے کام نہ آئے گی اس کا مطلب یہ ہے کہ محض دنیاوی دوستیاں اس روز کام نہ آئیں گی لیکن جن لوگوں کی دوستی اور تعلق اللہ کے لئے اور اس کے دین کے لئے ہو ان کی دوستی اس وقت کام آئے گی کہ اللہ کے نیک اور مقبول بندے دوسروں کی شفاعت کریں گے۔ جیسا کہ احادیث کثیرہ میں منقول ہے اور خود قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ یعنی وہ لوگ جو دنیا میں باہم دوست تھے اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے کہ یہ چاہیں گے کہ دوست پر اپنا گناہ ڈال کر خود بری ہو جائیں مگر وہ لوگ جو تقویٰ شعار ہیں کیونکہ اہل تقوی وہاں بھی ایک دوسرے کی مدد بطریق شفاعت کرسکیں گے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو نعمت اسلام وایمان کا حقیقی شکر گزار بندہ بنا دیں اور کفران نعمت کے وبال سے محفوظ فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ

اللہ ایسا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے پھلوں کی قسم سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی کو مسخر بنایا تا کہ وہ خدا کے حکم سے دریا میں چلے۔ اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو مسخر بنایا۔ اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو مسخر بنایا

دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

جو ہمیشہ چلتے ہی رہتے ہیں اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو مسخر بنایا۔ اور جو جو چیز تم نے مانگی تم کو ہر چیز دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنے لگو

لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع

تو شمار میں نہیں لا سکتے۔ سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکر ہے۔

اَللّٰهُ اللہ	الَّذِیْ وہ جو	خَلَقَ اس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَاَنْزَلَ اور اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	فَاَخْرَجَ پھر نکالا		
بِهٖ اس سے	مِنَ سے	الثَّمَرٰتِ پھل	رِزْقًا رزق	لَّكُمْ تمہارے لئے	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَكُمُ تمہارے لئے	الْفُلْكَ کشتی	لِتَجْرِیَ تاکہ چلے	فِی الْبَحْرِ دریا میں	
بِاَمْرِهٖ اسکے حکم سے	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَكُمُ تمہارے لئے	الْاَنْهٰرَ نہریں	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَكُمُ تمہارے لئے	الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند			
دَآئِبَیْنِ ایک دستور پر چلنے والے	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَكُمُ تمہارے لئے	الَّیْلَ رات	وَالنَّهَارَ اور دن	وَاٰتٰىكُمْ اور اس نے تمہیں دی	مِنْ سے				
كُلِّ ہر چیز	مَا جو	سَاَلْتُمُوْهُ تم نے اس سے مانگی	وَاِنْ اور اگر	تَعُدُّوْا گننے لگو تم	نِعْمَتَ نعمت	اللّٰهِ اللہ	لَا تُحْصُوْهَا اسے شمار میں نہ لا سکو گے			
اِنَّ بیشک	الْاِنْسَانَ انسان	لَظَلُوْمٌ بیشک بڑا ظالم	كَفَّارٌ ناشکرا							

انعامات الٰہیہ

گذشتہ آیات میں کفار کی ناشکری کا ذکر تھا۔ پھر مؤمنین کو اقامۃ الصلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دے کر منعم حقیقی کی شکر گزاری کی ہدایت دی گئی تھی۔ اب آگے چند عظیم الشان نعمتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو ہر مومن و کافر کے حق میں عام ہیں تا کہ انہیں سن کر مومنین کو شکر گزاری کی مزید ترغیب ہو اور کفار بھی غور کریں تو اپنے دل میں شرمائیں کہ وہ کیسے بڑے منعم و محسن شہنشاہ سے بغاوت کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں خدا تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت کے دلائل بھی بیان ہو گئے تا کہ ممکن ہے کہ انہیں سن کر کوئی عاقل منصف کفر و شرکیات سے باز آ جائے یا عظمت و جبروت کے نشانات میں غور کر کے اس کی گرفت اور سزا سے ڈر جائے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ اللہ جس کی نعمت کا کفران کیا جا رہا ہے۔ جس کی بندگی اور اطاعت سے منہ موڑا جا رہا ہے جس کے ساتھ زبردستی کے شریک ٹھہرائے جا رہے ہیں وہ وہی تو ہے۔ جس کی نعمتیں لامتناہی ہیں مثلاً اس نے آسمانوں اور زمین کو تمہارے فائدہ کے لئے بنایا۔ بادلوں سے مینہ برسایا۔ پھر بارش کے پانی سے تمہارے لئے طرح طرح کی چیزیں پیدا کیں جن میں سے کوئی کھانے اور پینے کے کام میں آتی ہیں کوئی پہننے اوڑھنے اور بچھانے کے اور کوئی دیگر ضروریات زندگی کے سرانجام دہی کے کام آتی ہیں۔ پھر پانی پر سفر کرنے کے لئے کشتی جہاز وغیرہ بنانا سکھایا۔ ایسی تدبیریں بتائیں کہ کشتیاں پانی میں غرق نہ ہوں۔ پھر کشتی اور جہاز بنانے کے لئے لکڑی، لوہا وغیرہ

اسی نے پیدا کئے۔ بڑے سے بڑے اور عجیب سے عجیب بحری جہازوں کے موجد بھی اس پر ناز نہیں کر سکتے کہ یہ ہم نے ایجاد کی ہے یا بنائی ہے کیونکہ جن چیزوں سے ان میں کام لیا گیا ہے مثلاً لوہا' لکڑی' تانبا' پیتل وغیرہ ان میں سے کون سی چیز تم نے پیدا کی ہے۔ خالق کائنات کی پیدا کی ہوئی لکڑی ولوہے وغیرہ میں تصرفات کر کے یہ ایجاد کا سہرا انسان نے اپنے سر رکھ لیا ورنہ غور کیجئے اور حقیقت کو دیکھئے تو خود انسان کا اپنا وجود' اس کے ہاتھ پاؤں' اس کی عقل ودماغ یہ خود اس کا بنایا ہوا تو نہیں۔ اسی کو یہاں فرمایا کہ اللہ جل شانہ' نے کشتیوں اور جہازوں کو تمہارے کام میں لگا دیا کہ وہ اللہ کے حکم سے دریاؤں اور سمندروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ پھر نہروں کو تمہارے بس میں کر دیا۔ جدھر چاہتے ہو لے جاتے ہو۔ ان سے طرح طرح کے کام لیتے ہو۔ مثلاً آبپاشی کرتے ہو۔ چکیاں چلاتے ہو۔ بجلی بنا کر اس سے بکثرت سامان ضرورت فراہم کرتے ہو۔ پھر چاند اور سورج کو تمہارے فائدہ کے لئے ایک خاص چال سے چلایا۔ اگر ان کی چال بگڑ جائے تو انتظام عالم بگڑ جائے۔ نہ پھلوں میں پختگی آئے نہ کھیتیاں پکیں نہ عالم کو گرمی اور خشکی میسر آئے۔ نہ زمین کی رطوبتیں خشک ہوں۔ بکثرت بیماریاں پھیل جائیں۔ بارش بالکل نہ ہو وغیرہ وغیرہ پھر رات اور دن کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ رات اپنے وقت پر آتی ہے اور دن اپنے وقت پر۔ رات میں بھی تمہارے سامان زندگی کی فراہمی ہوتی ہے اور دن میں بھی کاروبار حیات کی تکمیل ہوتی ہے۔ پھر یہ تو کھلی ہوئی نعمتیں ہیں اور انہی پر کیا منحصر ہے تمہاری زندگی کے لئے جو جو کچھ مطلوب تھا مہیا کیا۔ تمہاری فطرت کی ہر مانگ پوری کی تمہاری بقا کے لئے جن جن وسائل کی ضرورت تھی سب پورے کئے گویا تم نے اپنی زبان قال یا حال سے جو مانگا اور جن چیزوں کی تمہاری بقاء زندگی کو ضرورت ہوئی وہ سب خدا تعالیٰ نے تم کو عطا کیں۔ پھر محسوس نعمتوں کے علاوہ نیم محسوس اور غیر محسوس انعامات اس قدر ہیں کہ شمار کرو تو گن نہ سکو۔

انسان کی ناشکری واحسان فراموشی

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں انسان پر اتنی ہیں کہ سب انسان مل کر ان کو شمار کرنا چاہیں تو شمار میں بھی نہیں آ سکتیں۔ غور کیجئے اول تو انسان کا اپنا وجود ہی خود ایسا ہے کہ اس کے آنکھ' کان' ناک' ہاتھ' پاؤں' معدہ' جگر' دل' دماغ بلکہ بدن کے ہر جوڑ اور رگ و ریشہ میں رب العزت کی غیر متناہی نعمتیں مستور ہیں۔ پھر آسمان اور زمین کے درمیان کی مخلوقات سمندروں اور پہاڑوں کی مخلوقات آج جدید تحقیقات کے ماہر بھی اس کا احاطہ نہیں کر سکے۔ پھر نعمتوں میں یہ مادی اور حسی نعمتیں ہی داخل نہیں بلکہ انسان کا دکھ' درد' مرض' تکلیف' مصیبت پریشانی' رنج وغم سے محفوظ رہنا یہ ہر ایک الگ الگ مستقل نعمت ہے۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اور پورے عطیات' انعامات اور احسانات کا شمار اور اندازہ کس سے ہو سکتا ہے۔ لیکن انسان بڑا ظالم' بڑا احق ناشناس اور ناشکرا ہے۔ اول تو نعمت دینے والے کو پہچانتا ہی نہیں۔ غافل ہے۔ دوسرے منعم حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف جھکتا ہے۔ انہی کو نعمت دینے والا خیال کرتا ہے۔ جنس انسان میں بہتیرے بے انصاف اور ناسپاس ہیں جو اتنے بے شمار احسانات دیکھ کر بھی منعم حقیقی کا حق نہیں پہچانتے حالانکہ انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ بے شمار نعمتوں کے بدلہ میں بے شمار عبادت اور بے شمار شکر لازم اور واجب ہوتا مگر اللہ جل شانہ' نے اپنی کریمی ورحیمی سے اس میں بھی اس ضعیف الخلقت انسان کی رعایت فرمائی کہ اگر یہ حقیقت پر نظر کر کے اعتراف کر لے کہ شکر واجب سے سبکدوش ہونا اس کی قدرت میں نہیں تو حق تعالیٰ اپنے کرم وعنایت سے اسی اعتراف کو ادائے شکر کے قائم مقام قرار دے دیتے ہیں۔ (معارف القرآن مفتی صاحبؒ)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

اور جب کہ ابراہیمؑ نے کہا اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجئے۔ اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھیئے۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ

اے میرے پروردگار ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کردیا پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے۔ اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے

فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾

سو آپ تو کثیر المغفرت کثیر الرحمت ہیں۔

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	اِبْرٰهِيْمُ ابراہیمؑ	رَبِّ اے میرے رب	اجْعَلْ بنادے	هٰذَا الْبَلَدَ یہ شہر	اٰمِنًا امن کی جگہ	
وَّاجْنُبْنِيْ اور مجھے دور رکھ	وَبَنِيَّ اور میری اولاد	اَنْ کہ	نَّعْبُدَ ہم پرستش کریں	الْاَصْنَامَ بت	رَبِّ اے میرے رب	اِنَّهُنَّ بیشک وہ	
اَضْلَلْنَ انہوں نے گمراہ کیا	كَثِيْرًا بہت	مِّنَ سے	النَّاسِ لوگ	فَمَنْ پس جو	تَبِعَنِيْ میری پیروی کی	فَاِنَّهٗ بیشک وہ	مِنِّيْ مجھ سے
	وَمَنْ اور جو	عَصَانِيْ میری نافرمانی کی	فَاِنَّكَ تو بیشک تو	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان		

کفار مکہ کو دعوت توحید

کفار مکہ اور سرداران قریش جن کی ناشکر گزاری اور شرک و کفر اور کفران نعمت کا بیان گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا۔ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر متنبہ کیا جاتا ہے کہ تم جن کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے کعبۃ اللہ اور حرم شریف کے مجاور بنے بیٹھے ہو انہوں نے اس کعبہ کی بنیاد خالص توحید پر رکھی تھی ان ہی کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے یہ شہر مکہ آباد کیا اور پتھریلے ریگستان میں ظاہری و باطنی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ وہ دنیا سے یہی دعائیں اور وصیتیں کرتے رخصت ہوئے کہ ان کی اولاد شرک کا طریقہ اختیار نہ کرے۔ اب تم کو سوچنا اور شرمانا چاہئے کہ کہاں تک ان کی وصایا کا پاس کیا یا ان کی دعا سے حصہ پایا اور کس حد تک خدا تعالیٰ کے احسانات پر شکر گزار ہوئے مشرکین مکہ مدعی تھے کہ ہم ملت ابراہیمی کے پیرو ہیں۔ اس لئے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں سنائی جارہی ہیں تاکہ مکہ اور اس کے اطراف کے ناشکر کفار کو جو ابراہیمی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے یہ معلوم ہو کہ تم حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی برکت سے مکہ میں امن سے بیٹھے ہو۔ یہاں کوئی مار دھاڑ قتل و قتال نہیں کرتا۔ انہی کی دعا سے اس خشک ملک میں میوہ اور پھل اور تازہ ترکاریاں کھاتے ہو۔ انہی کی دعا کی برکت سے لوگ تمہاری طرف آتے ہیں۔ پھر تم کیسے نااہل اولاد ہو جو خدا کی ناشکری اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی کر رہے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو مکہ کے بیابان ریگستان میں اللہ کے حکم سے چھوڑ کر چلے تو بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور سب سے پہلے آپ نے التجا کی کہ پروردگار اس جگہ کو مقام امن بنا دے۔ یعنی اس زمین کو آباد کردے اور یہاں قتل و غارت کو حرام کردے چنانچہ مکہ آباد ہوا اور قتل و غارت یہاں تک کہ وحشی جانوروں اور پرندوں کا شکار اور سبزہ درخت کا کاٹنا بھی حرم کے اندر ممنوع قرار پایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے لے کر اب تک یہی قانون جاری ہے اور جاہلیت میں بھی کسی نے اس قانون کو منسوخ نہیں کیا۔ بعض مفسرین نے مقام امن سے محفوظ مقام مراد لیا ہے یعنی ایسا مقام جس کو کوئی جابر ظالم منہدم اور غارت نہ

کر سکے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک سے پہلے ابرہہ شاہ یمن نے مکہ پر لشکر کشی کی۔ ہاتھیوں کی ایک جماعت بھی ساتھ لایا تاکہ کعبہ کو ڈھادے مگر غیبی طاقت نے اس کو برباد کر دیا اور کعبہ محفوظ رہا۔جس کا ذکر تیسویں پارہ کی سورۂ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ میں فرمایا گیا ہے۔دوسری دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ مانگی کہ پروردگار مجھے اور میری اولاد کو شرک یعنی بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھنا۔ یہ پتھر کی مورتیاں بہت آدمیوں کے گمراہی کا سبب ہوئیں سو جس نے توحید خالص کا راستہ اختیار کیا اور میری بات مانی وہ میری جماعت میں شامل ہے۔جس نے کہنا نہ مانا اور ہمارے راستہ سے الگ ہوگیا تو آپ اپنی بخشش اور مہربانی سے اس کو توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں۔آپ کی مہربانی ہوتو وہ ایمان لاکر اپنے کو رحمت خصوصی اور نجات ابدی کا مستحق بنا سکتا ہے۔اے رب بلاشبہ تو بخشنے والا مہربان ہے یعنی تو رحمت و مغفرت پر قادر ہے کہ ان نافرمانوں کو توبہ کی توفیق دے دے اور کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کر دے۔

اہم وضاحت

یہاں یہ بات سمجھ لیجئے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کا اختیار ہے وہ اگر چاہے تو کافروں کو بھی بخش دے لیکن اس نے خبر دے دی کہ مشرک اور کافر اور منافق کو نہیں بخشے گا۔مگر اس کی قدرت اور اس کا اختیار ویسا ہی ہے۔

(معارف القرآن کاندھلویؒ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو دعائیں

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو دعاؤں کا ذکر ہوا۔ ایک تو یہ کہ اس شہر مکہ کو مقام امن بنا دیجئے کہ جو اس میں داخل ہو وہ مامون و محفوظ ہو جائے۔یعنی اس کو حرم محترم بنا دیجئے دوسری دعا یہ فرمائی کہ مجھ کو اور میری اولاد کو سب کو بت پرستی سے دور رکھئے اس دوسری دعا کے متعلق حضرات مفسرین علمائے کرام نے لکھا ہے کہ انبیاء کرام تو شرک اور معصیت سے محفوظ اور معصوم ہوتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میری صلبی اولاد یعنی حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بت پرستی سے محفوظ رکھے گا۔ پھر یہ دعا کس لئے فرمائی۔اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ طبعی خوف کے اثر سے انبیاء بھی ہر وقت اپنے کو خطرہ میں محسوس کرتے رہتے ہیں یا یہ کہ اصل مقصود اپنی اولاد کو شرک و بت پرستی سے بچانے کی دعا کرنا تھا۔ اولاد کو اس کی اہمیت سمجھانے کے لئے اپنے آپ کو شامل دعا فرما لیا اور یہ دعا اس لئے بھی فرمائی کہ انبیاء کی معصومیت اور محفوظیت خود ان کی پیدا کی ہوئی نہیں اور طبعی اور ذاتی امر نہیں بلکہ اللہ جل شانہٗ کی عصمت اور اس کی حفاظت اور اس کی تائید اور توفیق پر ہے۔تو مطلب دعاء سے یہ تھا کہ اے اللہ مجھ کو اور میری اولاد کو توحید خالص پر قائم اور ثابت قدم رکھیئے۔اور براہ لطف و کرم شرک جلی اور خفی سے دور رکھیئے۔ چنانچہ یہ دعاء ابراہیمی بھی قبول ہوئی اور آپ کے صلبی بیٹے یا جو بیٹے اس دعا کے وقت موجود تھے وہ سب شرک سے محفوظ رہے۔(معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی توحید حقیقی کی دولت عطا فرمائیں اور ہم کو اور ہماری اولاد اور نسلوں کو ہر طرح کے شرک ظاہری و باطنی سے محفوظ فرمائیں۔یا اللہ وہ شہر مکہ جس کے امن کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی اس کی عزت و حرمت کو بلند فرما اور اس کی عزت کرنے والوں کو بھی عزت و عظمت عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا

اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں اے ہمارے رب تا کہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں

الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ

تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کردیجئے۔اور ان کو پھل کھانے کو دیجئے۔تاکہ یہ لوگ شکر کریں۔

یَشْکُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ

اے ہمارے رب آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھیں اور جو ظاہر کردیں اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں نہ زمین میں

وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ

اور نہ آسمان میں تمامی حمد خدا کیلئے ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ عطا فرمائے۔حقیقت میں میرا رب دُعا کا بڑا سننے والا ہے۔

الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ

اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا اہتمام کرنے والا رکھیئے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو۔اے ہمارے رب اور میری دُعا قبول کیجئے۔اے ہمارے رب میری مغفرت کردیجئے

وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مؤمنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دِن۔

رَبَّنَا اے ہمارے رب	اِنِّیْ بیشک میں	اَسْکَنْتُ میں نے بسایا	مِنْ سے	ذُرِّیَّتِیْ اپنی اولاد	بِوَادٍ میدان	غَیْرِ بغیر	ذِیْ زَرْعٍ کھیتی والی		
عِنْدَ نزدیک	بَیْتِکَ تیرا گھر	الْمُحَرَّمِ احترام والا	رَبَّنَا اے ہمارے رب	لِیُقِیْمُوْا تا کہ قائم کریں	الصَّلٰوۃَ نماز	فَاجْعَلْ پس کردے			
اَفْئِدَۃً دل	مِنَ سے	النَّاسِ لوگ	تَھْوِیْ وہ مائل ہوں	اِلَیْھِمْ ان کی طرف	وَارْزُقْھُمْ اور انہیں رزق دے	مِنَ سے	الثَّمَرٰتِ پھل		
لَعَلَّھُمْ تا کہ وہ	یَشْکُرُوْنَ شکر کریں	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اِنَّکَ بیشک	تَعْلَمُ تو جانتا ہے	مَا نُخْفِیْ جو ہم چھپاتے ہیں	وَمَا اور جو			
نُعْلِنُ ہم ظاہر کرتے ہیں	وَمَا اور نہیں	یَخْفٰی چھپی ہوئی	عَلَی اللّٰہِ اللہ پر	مِنْ سے	شَیْءٍ چیز	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَلَا اور نہ	فِی میں	
السَّمَآءِ آسمان	اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰہِ اللہ کیلئے	الَّذِیْ وہ جو	وَھَبَ لِیْ بخشا مجھے	عَلَی پر	الْکِبَرِ بڑھاپا	اِسْمٰعِیْلَ اسمٰعیل	وَاِسْحٰقَ اور اسحٰق	
اِنَّ بیشک	رَبِّیْ میرا رب	لَسَمِیْعُ البتہ سُننے والا	الدُّعَآءِ دُعا	رَبِّ اے میرے رب	اجْعَلْنِیْ مجھے بنا تو	مُقِیْمَ قائم کرنے والا	الصَّلٰوۃِ نماز		
وَمِنْ اور سے	ذُرِّیَّتِیْ میری اولاد	رَبَّنَا اے ہمارے رب	وَتَقَبَّلْ اور قبول فرما	دُعَآءِ دُعا	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اغْفِرْ لِیْ مجھے بخشدے			
	وَلِوَالِدَیَّ اور میرے ماں باپ کو	وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ اور مومنوں کو	یَوْمَ جس دن	یَقُوْمُ قائم ہوگا	الْحِسَابُ حساب				

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی مزید دعائیں

گذشتہ آیات سے سلسلہ کلام اس طرح چل رہا تھا کہ کفارِ مکہ اور رؤسائے قریش کو حضرت ابراھیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر متنبہ کیا گیا تھا کہ تم جن کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے کعبۃ اللہ اور حرم شریف میں امن وامان سے بیٹھے ہو۔انہوں نے اس کعبہ کی بنیاد خالص توحید پر رکھی

تھی۔ ان ہی کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے یہ شہر مکہ آباد کیا اور ساکنان ارض حرم کو طرح طرح کی ظاہری وباطنی نعمتوں سے نوازا۔ حضرت ابراہیمؑ تو دنیا سے یہی دعائیں اور وصیتیں کرتے ہوئے رخصت ہوئے کہ ان کی اولاد شرک کا طریقہ اختیار نہ کرے۔

اب ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مزید دعاؤں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس وقت سرزمین مکہ کے چاروں طرف دور دور تک چٹیل ریگستان، خشک پہاڑیاں اور بے آب و گیاہ میدان تھا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بحکم الٰہی جب وہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ کو چھوڑا تو باقتضائے بشریت دو خیال پیدا ہوئے اول تو یہ کہ یہاں دور تک کوئی آدمی نہیں ان کا دل گھبرائے گا وحشت ہوگی دوسرے یہ کہ اس لق ودق بیابان میں ظاہری سامان کھانے پینے کا نہیں اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعاء فرمائی کہ اے پروردگار میں نے اپنی ایک اولاد کو اس بنجر اور چٹیل میدان میں تیرے حکم سے تیرے معظم اور محترم گھر کے پاس بسایا ہے تاکہ یہ اور اس کی نسل تیرے گھر کا حق ادا کریں۔ تو اپنے فضل سے کچھ لوگوں کے دل ادھر متوجہ کر دے کہ وہ یہاں آئیں جس سے تیری عبادت ہو اور شہر کی رونق بڑھے نیز ان کی روزی اور دلجمعی کے لئے غیب سے ایسا سامان فرما دے کہ غلہ اور پانی جو ضروریات زندگی ہیں ان سے گزر کر عمدہ میووں اور پھلوں کی یہاں افراط ہو جائے تاکہ یہ لوگ اطمینان قلب کے ساتھ تیری عبادت اور شکرگزاری میں لگے رہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی آج تک ہر سال لاکھوں آدمی مشرق ومغرب سے کھنچ کھنچ کر وہاں پہنچتے ہیں اور اعلیٰ قسم کے میوے اور پھلوں کی مکہ میں وہ افراط ہے کہ جو شاید کہیں ہو حالانکہ خود مکہ میں ایک بھی ثمردار درخت موجود نہ ہوگا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں اَفۡـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ فرمایا یعنی کچھ آدمیوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے اگر کچھ کا لفظ نہ فرماتے تو مشرق ومغرب کے تمام انسان یہاں تک کہ یہودی اور عیسائی بھی کعبہ کی طرف جھک پڑتے۔

آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا مضمون جاری ہے کہ اے ہمارے رب آپ سب جانتے ہیں جو کچھ کہ ہم ظاہر کرتے ہیں یا جو کچھ ہم پوشیدہ کرتے ہیں۔ زمین وآسمان کی کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں اس لئے آپ جانتے ہیں کہ جو باتیں میں نے عرض کی ہیں وہی میرا مقصود ہے اور کوئی بات بناوٹ کی نہیں ہے۔ پس آپ میری ان درخواستوں کو قبول فرمائیے۔ آگے کچھ دعائیں اور عرض کی گئی ہیں۔ بیچ میں حق تعالیٰ کی بعض نعمتوں پر حمد وشکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادا کیا تاکہ شکر کی برکت سے ان دعاؤں کو قبولیت نصیب ہو چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس اللہ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے مجھے بڑھاپے میں اسحاق ۔ سارہ کے بطن سے اور اسماعیل ہاجرہ کے بطن سے غیر متوقع طور پر عطا کئے۔ تو جیسے اولاد کے متعلق آپ نے میری دعاء سنی اور قبول فرمائی یہ دعائیں بھی قبول فرمائیے۔ اے میرے رب آپ مجھے بھی نمازوں کا قائم رکھنے والا بنائیں اور میری اولاد میں ایسے لوگ ہوتے رہیں جو نمازوں کو ٹھیک طور پر قائم رکھیں۔ اے میرے رب میری سب دعائیں قبول فرمائیے اور پھر اخیر میں یہ دعا فرمائی کہ اے ہمارے پروردگار حساب کے دن یعنی قیامت کے روز میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی اور کل مومنین کی بھی۔

آداب دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بتا رہی ہے کہ دعا میں ایک خاص ترتیب کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ سب سے پہلے انسان اپنی ذات کے لئے دعا کرے۔ پھر قریب ترین تعلق رکھنے والوں کے لئے پھر اہل ایمان کیلئے جیسا کہ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ

يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ سے تعلیم ملتی ہے۔

دعاء ابراہیمی

پھر حضرت خلیل علیہ السلام نے شروع دعاء میں اپنے بچہ اور اس کی والدہ کی بے بسی کا ذکر کرنے کے بعد سب سے پہلے جو دعاء کی وہ لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ہے۔ یعنی ان کو نماز کا پابند بنا دے کیونکہ نماز دنیا و آخرت کی تمام خیرات و برکات کے لئے جامع ہے اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کے حق میں اس سے بڑی کوئی ہمدردی اور خیر خواہی نہیں کہ ان کو نماز کا پابند بنا دیا جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ فرمایا یعنی کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے۔ سب لوگوں کے قلوب مائل ہو جانے کی دعا نہیں فرمائی۔ امام تفسیر حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اگر دعا میں کہہ دیا جاتا کہ تمام لوگوں کے قلوب مائل کر دیجئے تو ساری دنیا کے مسلم غیر مسلم یہود و نصاریٰ اور مشرق و مغرب کے سب آدمی مکہ پر ٹوٹ پڑتے جو باعث زحمت ہو جاتا اس حقیقت کے پیش نظر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں یہ فرمایا کہ کچھ لوگوں کے قلوب مائل کر دیجئے۔

آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ جامع دعاء کہ اے میرے پروردگار میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین کی مغفرت فرما اس دن جبکہ محشر میں تمام زندگی کے اعمال کا حساب لیا جائیگا۔

اب یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے لئے اور مومنین کے لئے دعاء مغفرت کرنا تو ایک صاف اور سیدھی بات ہے البتہ شبہ اس میں ہو سکتا ہے کہ اپنے کافر باپ کے حق میں دعائے مغفرت کیسے کر دی؟ مفسرین نے اس کا جواب لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ دعاء اس وقت کی ہو جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کافروں کی سفارش اور دعاء مغفرت سے منع نہیں کیا گیا تھا۔ یا اگر یہ دعا آپ نے باپ کی زندگی میں کی تھی تو آپ کی مراد یہی ہوگی کہ باپ کو توفیق ہدایت دے کر ان کی مغفرت کا سامان کر دیا جائے واللہ اعلم بالصواب۔

ان آیات سے دعاء کے آداب یہ معلوم ہوئے کہ لفظ ربنا کے ساتھ دعا مانگنی چاہئے اور دعا بار بار الحاح وزاری کے ساتھ کی جائے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بھی کی جائے اس طرح دعا کی قبولیت کی بڑی امید ہوتی ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس مقبول دعا میں ہم کو بھی شامل فرمائیں اور یوم حساب میں ہماری اور ہمارے والدین کی اور جملہ مؤمنین ومؤمنات کی مغفرت فرمائیں۔

یا اللہ! حرم مکہ کی عزت وعظمت کو قائم اور دائم رکھیئے اور اس کی عزت وعظمت کرنے والوں کو بھی عزت عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہمارے دلوں کو کعبہ ابراہیمی کی طرف مائل فرما اور ہم کو اپنے اس بیت عتیق کی زندگی میں زیارت نصیب فرما اور جن کو یہ شرف نصیب ہو چکا ہے ان کو پھر بار بار وہاں کی حاضری نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو اور ہماری اولاد اور نسلوں کو نماز کا قائم رکھنے والا بنایئے۔ اور دین و دنیا دونوں جہان کی صلاح وفلاح نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ﴿۴۲﴾

اور (اے مخاطب) جو کچھ یہ ظالم لوگ کررہے ہیں اُس سے خدائے تعالیٰ کو بے خبر مت سمجھ ان کو صرف اس روز تک مہلت دے رکھی ہے جس میں اُن لوگوں کی نگاہیں پھٹی رہ جاویں گی۔

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ

دوڑتے ہوں گے اپنے سر اوپر اُٹھا رکھے ہوں گے۔ اُن کی نظر اُن کی طرف ہٹ کر نہ آوے گی اور اور اُن کے دِل بہت بدحواس ہوں گے۔ اور آپ

النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ

ان لوگوں کو اس دن سے ڈرایئے جس دن اُن پر عذاب آپڑے گا۔ پھر یہ ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ایک مدت قلیل تک ہم کو مہلت دے دیجئے ہم آپ کا

دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ

سب کہنا مان لیں گے اور پیغمبروں کا اتباع کریں گے کیا تم نے اس کے قبل قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تم کو کہیں جانا ہی نہیں ہے حالانکہ تم اُن پہلے لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے

فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾

جنھوں نے اپنی ذات کا نقصان کیا تھا اور تم کو یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ ہم نے اُن کے ساتھ کیونکر معاملہ کیا تھا اور ہم نے تم سے مثالیں بیان کیں۔

وَلَا اور نہ	تَحْسَبَنَّ تم ہرگز گمان کرنا	اللّٰهَ اللہ	غَافِلًا بے خبر	عَمَّا اس سے جو	يَعْمَلُ وہ کرتے ہیں	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	اِنَّمَا صرف	يُؤَخِّرُهُمْ انہیں مہلت دیتا ہے
لِيَوْمٍ اس دن تک	تَشْخَصُ کھلی رہ جائیں گی	فِيْهِ اس میں	الْاَبْصَارُ آنکھیں	مُهْطِعِيْنَ وہ دوڑتے ہوں گے	مُقْنِعِيْ اٹھائے ہوئے			
رُءُوْسِهِمْ اپنے سر	لَا يَرْتَدُّ نہ لوٹ سکیں گی	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	طَرْفُهُمْ اُن کی نگاہیں	وَاَفْـِٕدَتُهُمْ اور اُن کے دل	هَوَآءٌ اُڑے ہوئے			
وَاَنْذِرِ اور ڈراؤ	النَّاسَ لوگ	يَوْمَ وہ دن	يَاْتِيْهِمُ ان پر آئیگا	الْعَذَابُ عذاب	فَيَقُوْلُ تو کہیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	
رَبَّنَآ اے ہمارے رب	اَخِّرْنَآ ہمیں مہلت دے	اِلٰٓى طرف	اَجَلٍ ایک دن	قَرِيْبٍ تھوڑی	نُّجِبْ ہم قبول کرلیں	دَعْوَتَكَ تیری دعوت		
وَنَتَّبِعِ اور ہم پیروی کریں	الرُّسُلَ رسول	اَوَ یا	لَمْ تَكُوْنُوْٓا تم نہ تھے	اَقْسَمْتُمْ تم قسمیں کھاتے	مِّنْ قَبْلُ اس سے قبل	مَا لَكُمْ تمہارے لئے نہیں		
مِّنْ زَوَالٍ کوئی زوال	وَّسَكَنْتُمْ اور تم رہے تھے	فِيْ میں	مَسٰكِنِ گھر	الَّذِيْنَ جن لوگوں	ظَلَمُوْٓا نے ظلم کیا تھا	اَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں پر		
وَتَبَيَّنَ اور ظاہر ہوگیا	لَكُمْ تم پر	كَيْفَ کیسا	فَعَلْنَا ہم نے کیا	بِهِمْ ان سے	وَ اور	ضَرَبْنَا ہم نے بیان کیں	لَكُمُ تمہارے لئے	الْاَمْثَالَ مثالیں

خدائی گرفت میں ڈھیل سے غفلت میں نہ پڑو

اس آخری رکوع میں ان آیات میں حق تعالیٰ متنبہ فرماتے ہیں کہ اگر ظالموں یعنی کفار و مشرکین کو سزا ملنے میں کچھ دیر ہو تو اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ خدا ان کی حرکات سے بے خبر ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان ظالموں کا کوئی چھوٹا بڑا کام خدا سے پوشیدہ نہیں۔ البتہ خدا تعالیٰ کی یہ عادت نہیں کہ مجرم کو فوراً پکڑ کر تباہ کردے۔ وہ بڑے سے بڑے ظالم کو مہلت دیتا ہے کہ یہ یا تو اپنے جرائم سے باز آ جائے یا پھر ارتکاب جرائم میں اس حد تک پہنچ جائے کہ قانونی حیثیت سے اس کے مستحق سزا ہونے میں کسی طرح کی کوئی کسر باقی نہ رہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان معاند کافروں کو جو فوراً سزا نہیں مل رہی ہے تو یہ اس لئے ہرگز نہیں کہ حق تعالیٰ انکی طرف سے غافل ہیں اس کا

تو احتمال بھی نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مصالح کی بنا پر جزا وسزا کو ایک وقت مقرر کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ یعنی یوم حشر کیلیے اس کے بعد یوم حشر کی ہولناکی اور دہشت انگیزی کا منظر پیش کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس روز یعنی قیامت کے دن ہول اور دہشت سے ان ظالموں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اور محشر میں سخت پریشانی اور خوف و حیرت سے اوپر کو سر اٹھائے ٹکٹکی باندھے گھبرائے ہوئے چلے آئیں گے۔ جدھر نظر اٹھ گئی ادھر سے ہٹے گی نہیں۔ ہکا بکا ہو کر ایک طرف دیکھتے ہوں گے۔ ذرا پلک بھی نہ جھپکے گی۔ دلوں کا حال یہ ہوگا کہ عقل وفہم اور بہتری کی امید سے یکسر خالی اور دہشت وخوف کی زیادتی سے اڑے جارہے ہوں گے۔ غرض ظالموں کے لئے وہ سخت حسرتناک اور ہیبت ناک وقت ہوگا۔

ناکام حسرت

حشر میں جب حقائق کا انکشاف ہو جائے گا اور غفلت کے پردہ ہر طرح چاک ہو جائیں گے تو یہ بدنصیب ظالم عرض کریں گے کہ خدایا اب ہم نے خوب مزہ چکھ لیا اب ایک بار پھر ہمیں مہلت حیات عطا ہو کہ ہم دنیا میں جا کر از سر نو زندگی بسر کریں اور اپنی پوری فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کا ثبوت دیں۔ ان کے جواب میں ارشاد ہوگا کہ دنیا میں رہنے کی تمہیں مہلت قلیل تو نہیں بلکہ مدت طویل ملی تھی پھر تم نے اس سے کیا فائدہ اٹھایا بلکہ تم تو الٹے قسمیں کھا کھا کر بڑے زور اور دعوے کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ یہ حشر ونشر کا قصہ سب ڈھکوسلا ہے۔ وجود جو کچھ ہے صرف اسی مادی دنیا اور اسی مادی زندگی سے ہے۔ اس کے آگے کچھ بھی نہیں۔ مزید حق تعالیٰ کی طرف سے جواب میں کہا جائے گا کہ تمہارے پچھلے ان ہی بستیوں میں یا ان کے آس پاس آباد ہوئے۔ جہاں اگلے ظالم سکونت رکھتے تھے اور انہی کی عادات و اطوار اختیار کیں۔ حالانکہ تاریخی روایات وحکایات اور متواتر خبروں سے ان پر روشن ہو چکا تھا کہ ہم اگلے ظالموں کو کیسی کچھ سزا دے چکے ہیں اور ہم نے گذشتہ امتوں کے یہ قصے کتب سماویہ میں درج کر کے انبیاء علیہم السلام کی زبانی ان کو آگاہ بھی کر دیا تھا مگر انہیں ذرہ بھر عبرت نہ ہوئی۔ اسی سرکشی عناد اور عداوت حق پر اڑے رہے۔

خلاصہ یہ کہ کفار ومشرکین کو دنیا میں سمجھایا گیا تھا کہ جن باتوں کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ناممکن نہیں ہیں اور وہ ایک دن اسی طرح پیش آنی ہیں مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور ان کی قیامت میں یہ درخواست کہ ہم دنیا میں ایک مرتبہ پھر بھیج دیئے جائیں نامنظور ہوگی اور وہ اپنے کیئے کی سزا کو پہنچائے جائیں گے۔

غفلت شعاروں کے لئے تنبیہ

اب یہاں بظاہر خطاب کفار ومشرکین کی طرف ہے اس میں امت کے ان غفلت شعار اور آخرت سے لاپروا ہو کر زندگی گزارنے والوں کے لئے بھی تنبیہ وہدایت ہے کہ وہ ان آیات کو سن کر ہوش میں آجائیں اور اس دنیا کی زندگی کی اہمیت اور قدر و قیمت کو جان لیں کہ بس یہی موقع ہے کہ اللہ ورسول کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرلیں ورنہ پھر آخرت میں پچھتانے اور حسرت وافسوس سے کیا حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہماری آنکھیں اس دنیا میں آخرت کی طرف سے کھول دیں اور غفلت کے پردوں کو چاک فرمادیں اور آج اس دنیاوی زندگی میں آخرت کی زندگی سنوارنے اور بنالینے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

آگے خاتمہ کی آیات میں بعض احوال قیامت کو بیان فرما کر لوگوں کو تنبیہ کی گئی کہ کفر اور شرک سے باز آجائیں اور قابل عبادت واطاعت صرف ایک ذات اللہ تعالیٰ کو جانیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اس دنیا میں غفلت میں پڑنے سے بچائیں اور ہمہ وقت آخرت کی فکر نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۖ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا

اور اُن لوگوں نے اپنی سی بہت ہی بڑی بڑی تدبیریں کیں اور اُن کی تدبیریں اللہ کے سامنے تھیں۔ اور واقعی اُن کی تدبیریں ایسی تھیں کہ اُن سے پہاڑ بھی ٹل جاویں۔ پس اللہ تعالیٰ کو

تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۗ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ

اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست پُورا بدلہ لینے والا ہے جس روز دوسری زمین بدل دی جائے گی اس زمین کے علاوہ

وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي

اور آسمان بھی اور سب کے سب ایک زبردست اللہ کے رُوبرو پیش ہوں گے اور تو مجرموں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا۔

الْأَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشٰى وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ ۗ

اُن کے کرتے قطران کے ہوں گے اور آگ اُن کے چہروں پر لپٹی ہوگی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہر (مجرم) کو اس کے کئے کی سزا دے

إِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ

یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی جلد حساب لینے والا ہے۔ یہ (قرآن) لوگوں کیلئے احکام کا پہنچانا ہے اور تاکہ اس کے ذریعہ سے ڈرائے جاویں اور تاکہ اس بات کا یقین کرلیں کہ وہی ایک معبود برحق ہے

وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع

اور تاکہ دانشمند لوگ نصیحت حاصل کریں۔

وَ اور	قَدْ مَكَرُوا انہوں نے داؤ چلے	مَكْرَهُمْ اپنے داؤ	وَ اور	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے آگے	مَكْرُهُمْ ان کا داؤ	وَ اور	اِنْ اگرچہ	كَانَ تھا
مَكْرُهُمْ انکا داؤ	لِتَزُولَ کہ ٹل جائے	مِنْهُ اس سے	الْجِبَالُ پہاڑ	فَلَا تَحْسَبَنَّ پس تو ہرگز خیال نہ کر	اللّٰهَ اللہ	مُخْلِفَ خلاف کرے گا		
وَعْدِهٖ اپنا وعدہ	رُسُلَهٗ اپنے رسول	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	عَزِيزٌ زبردست	ذُو انْتِقَامٍ بدلہ لینے والا	يَوْمَ جس دن	تُبَدَّلُ بدل دی جائے گی	
الْأَرْضُ زمین	غَيْرَ الْأَرْضِ اور زمین	وَالسَّمٰوٰتُ اور آسمان	وَبَرَزُوا وہ نکل کھڑے ہوں گے	لِلّٰهِ اللہ کے آگے	الْوَاحِدِ یکتا	الْقَهَّارِ سخت قہر والا		
وَتَرَى اور تو دیکھے گا	الْمُجْرِمِينَ مجرم	يَوْمَئِذٍ اس دن	مُقَرَّنِينَ باہم جکڑے ہوئے	فِي میں	الْأَصْفَادِ زنجیریں	سَرَابِيلُهُمْ انکے کرتے		
مِنْ سے	قَطِرَانٍ گندھک	وَ اور	تَغْشٰى ڈھانپ لے گی	وُجُوهَهُمُ ان کے چہرے	النَّارُ آگ	لِيَجْزِيَ تاکہ بدلہ دے	اللّٰهُ اللہ	كُلَّ نَفْسٍ ہر جان
مَا جو	كَسَبَتْ اس نے کمایا	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	سَرِيعُ الْحِسَابِ جلد حساب لینے والا	هٰذَا بَلٰغٌ یہ پہنچا دینا	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے		
وَلِيُنْذَرُوا تاکہ وہ ڈرائے جائیں	بِهٖ اس سے	وَلِيَعْلَمُوا اور تاکہ وہ جان لیں	اَنَّمَا اسکے سوا نہیں	هُوَ وہ	اِلٰهٌ معبود	وَاحِدٌ یکتا		
وَلِيَذَّكَّرَ اور تاکہ نصیحت پکڑیں	اُولُوا الْأَلْبَابِ عقل والے							

کفار و مشرکین کی شکست و ناکامی

گذشتہ آیات میں ظالمین یعنی کفار و مشرکین کا جو حال قیامت میں ہوگا اس کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ انہیں ظالمین یعنی کفار مشرکین کے

متعلق ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ یہ سب اگلے پچھلے ظالم اپنے اپنے داؤ کھیل چکے ہیں۔ انبیاء کے مقابلہ میں حق کو دبانے اور مٹانے کی کوئی تدبیر اور سازش انہوں نے اٹھا نہیں رکھی۔ ان کی سب تدبیریں اور داؤ گھات خدا کے سامنے ہیں اور ایک ایک کر کے محفوظ ہیں۔ وہ ان کا بدلہ دینے والا ہے اور ان ظالموں نے بہتیرے داؤ کر کے دیکھ لئے مگر خدا کی حفاظت کے آگے سب ناکام رہے اور جو وعدے دین حق کی نصرت کے اور انبیاء کے غلبہ کے حق تعالیٰ نے فرمائے وہ سب اسی طرح پورے ہو کر رہے۔ اور یہ مجرم نہ اس سے چھوٹ کر بھاگ سکتے ہیں اور نہ وہ خود ایسے مجرموں کو سزا دیئے بغیر چھوڑ سکتا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کو یہ زمین وآسمان جس ہیئت سے اب موجود ہیں باقی نہ رہیں گے۔ یعنی یا تو ان کی ذات ہی بدل دی جائے گی اور یا صرف صفات میں تغیر ہو جائے گا۔

روز قیامت مجرموں کی حالت

اور ان ظالمین کی مزید کیفیت بیان کی گئی کہ قیامت میں ایک ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم اکٹھے زنجیروں میں باندھے جائیں گے اور ان دوزخیوں کے جسم پر ایسا لباس ہوگا جو آگ کو خوب اور تیزی کے ساتھ قبول کرلے اور جس وقت حساب ہوگا تو پھر دیر نہ لگے گی۔ تمام اولین وآخرین جن وانس کے ذرہ ذرہ عمل کا حساب بہت جلد ہو جائے گا۔ کیونکہ نہ خدا پر کوئی چیز مخفی ہے نہ اس کو ایک شان دوسری شان سے مشغول کرتی ہے۔

ابھی پیغام حق کو قبول کر کے ناکامی سے بچ جاؤ

آخر میں سورۃ اس پر ختم کی گئی کہ یہ قرآن لوگوں کے لئے ایک پیام ہے کہ وہ پیام اور پیامبر دونوں کی تصدیق کریں اور خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ سعادت اور شقاوت کو پہچانیں اور ظلمتوں سے نکل کر نور کی طرف آئیں اور خدا سے ڈر کر اس کی آیات میں غور کریں جس سے اس کی وحدانیت کا یقین حاصل ہو اور عقل وفکر سے کام لے کر نصیحت پر کاربند ہوں۔

زمین وآسمان کی تبدیلی

یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ یعنی قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ اس میں موجودہ زمین بھی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی تو زمین اور آسمان کے بدل دینے کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کی صفات اور شکل و صورت بدل دی جائے جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیات اور روایات حدیث میں ہے کہ پوری زمین ایک سطح مستوی بنا دی جائے گی جس میں نہ کسی مکان کی آڑ ہوگی نہ درخت کی نہ کوئی پہاڑ اور ٹیلہ رہے گا نہ غار اور گہرائی۔ بلکہ سب صاف میدان ہو جائے گا۔ اور تبدیلی زمین وآسمان کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ بالکل ہی اس زمین کے بدلہ میں دوسری زمین اور اس آسمان کی جگہ دوسرے آسمان بنا دیئے جائیں۔ روایات حدیث جو اس کے متعلق منقول ہیں ان میں بھی بعض سے صرف صفات کی تبدیلی معلوم ہوتی ہے اور بعض سے ذات کی تبدیلی۔

اس لئے مفسرین کے اس آیت میں دو قول ہو گئے:۔

پہلا قول یہ ہے کہ آیت میں تبدیلی صفات مراد ہے یعنی اصل زمین وآسمان تو رہیں گے مگر ان کی حالت اور صفت بدل دی جائے گی۔ زمین کے پہاڑ اور ٹیلے برابر کر کے تمام زمین ایک ہموار میدان بنا دی جائے گی اور زمین پر کسی درخت، مکان، یا اونچ نیچ کا نشان باقی نہ رہے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ زمین وآسمان کی ذات میں تغیر وتبدل ہوگا۔ یعنی یہ اصل زمین اور آسمان ہی بدل دیئے جائیں گے اور نئی زمین نیا آسمان پیدا کر دیا جائے گا۔ اور وہ نئی زمین چاندی کی طرح سفید ہو گی جس پر اللہ کی کوئی معصیت نہ کی گئی ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ